الناظر بک ایجنسی کے پاس اطراف ملک سے صاحبان ذوق کی فرمائشین دیوان حالی کے طلب مین آتی رہتی تھین اور جب سے انجمن ترقی اُردو نے اپنے ارادہ کا اعلان کیا ہو سب صاحبون کو متوقع کر دیا جاتا تھا کہ انجمن کیطرف سے دیوان حالی شایع ہونے والا ہو۔ اُسی اثنا مین راقم الحروف کو یہ اطلاع ملی کہ دیوان حالی جامعۂ عثمانیہ کے درجہ ایف اے کے نصاب مین داخل کر لیا گیا ہو چونکہ انجمن کی طرف سے دیوان کی اشاعت مین تعویق تھی اس وجہ سے دیوان حالی کا یہ اڈیشن شایع کیا جاتا ہو تا کہ طلبا جامعۂ عثمانیہ کی ضرورت رفع ہو جائے۔ مین مولوی عبدالحق صاحب آنریری سکریٹری انجمن ترقی اُردو کا شکر گذار ہون کہ اُنھون نے اس ضرورت پر نظر کر کے مجھے دیوان حالی کے شایع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خاکسار

ظفر الملک علوی

اڈیٹر الناظر

مالک الناظر بک ایجنسی لکھنؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ ہی بضاعت اپنی اور یہ ہی دفتر اپنا کچھ کذب و افترا ہی کچھ کذب حق نما ہی

ایک زمانہ تھا کہ شاعری اور عشقی یا تعشق کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ اور ایسا سمجھنا کچھ بیوجہ نہ تھا اول تو خود شعر کا حدوث ہی دنیا مین اُس جوش اور ولولے سے ہوا ہی۔ جو عشق اور محبت کی (عاشق ہونا ۱۲ عاشق بننا ۱۲) بدولت انسان کے دل مین پیدا ہوتا ہی۔ اور شعر کی ذات مین جو ایک آتشگیر مادہ ہی وہ بھی اپنے مشتعل ہونے مین کسی آگ کی اشتعالک کا محتاج ہی۔ پھر قوم[1] کا کلام بھی جہانتک دیکھا گیا اسی خیال کی تائید کرتا تھا۔ بااینہمہ حداثت سن یہ کب اجازت دیتی تھی کہ شاہد رعنائے سخن کا نظارہ ایک پیرزال کی صورت مین کیا جائے اور شراب ارغوانی کی جگہ سرکہ بے نمک سے ضیافت طبع کیجائے۔ غرضکہ ایک مدت تک یہ حال رہا کہ عاشقانہ شعر کے سوا کوئی کلام پسند نہ آتا تھا۔ بلکہ جس شعر مین یہ چاشنی نہ ہوتی تھی اسپر شعر کا اطلاق کرنے مین بھی مضائقہ ہوتا تھا۔ خود بھی جب کبھی یہ سودا اُچھلا آنکھین بند کین اور اسی شارع عام پر پڑ لیے جسپر رہگیرون کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ قافلہ کا ساتھ۔ راہ کی

---

[1] قوم سے یہان اسکے متعارف معنی مراد نہین ہین۔ بلکہ یہان قوم سے مراد شعرا ہین۔

ہمواری۔ اور رہگذر کی فضا چھوڑ کر دوسرا رستہ اختیار کرنیکا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ مگر جب آفتاب عمر
نے پلٹا کھایا اور دن ڈھلنا شروع ہوا۔ وہ تمام سیمیائی جلوے جو خواب غفلت مین حقائق سے زیادہ
دلفریب نظر آتے تھے رفتہ رفتہ کافور ہونے لگے۔ غزل و تشبیب کی امنگ انفعال کے ساتھ بدلگئی
اور جس شاعری پر ناز تھا اُس سے شرم آنے لگی۔ ہرچند سمجھایا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب
آئے ہین۔ مگر یہی جواب دیا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب گئے۔

یقولون[۱] ہل قبل الثلثین ملعب   فقلت وہل بعد الثلثین ملعب

جو لوگ عاشقانہ گوئی کے چٹخارے سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ یہ خون جہان منھ کو
لگا پھر ذرا مشکل سے چھٹتا ہی۔ مگر زمانہ کی ضرورتون نے یہ سبق پڑھایا کہ دلفریب مگر نکمی باتون پر آفرین
سننے سے دلشکن مگر کام کی باتون پر نفرین سننی بہتر ہی۔ اور حاکم وقت نے یہ حکم دیا کہ پروانہ و
بلبل کی قسمت کو تو بہت رو چکے کبھی اپنے حال پر بھی دو آنسو بہانے ضرور ہین۔

یکرہ بحال خویش ہم آخر توان گریست   تا چند بر فلان و بہمان گریستن

کچھ نظمین قوم کی حالت پر لکھی گئین بعضون نے پسند کین اور بعضون نے ناپسند۔ مگر چوٹ سب کے
دل پر لگی۔ کہانی بیمزہ تھی مگر آپ بیتی۔ اور باتین اوپری تھین مگر تپے کی۔ جو نظمین کسی قدر طولانی
تھین وہ تقریباً تمام چھپ چکی اور شایع ہو چکی ہین۔ اب زیادہ تر کچھ بچے کھچے متفرق اور پراگندہ خیالات
باقی ہین جنمین سے کسی قدر قطعہ و رباعی کے لباس مین اور کچھ غزل کے روپ مین ظاہر کیے گئے
ہین۔ انکے سوا چند ترکیب بند۔ ایک آدھ مسمط۔ کچھ قصیدے اور کچھ تاریخین ہین جنمین سے اکثر خاص خاص
طور پر وقتاً بعد وقت شایع ہو چکی ہین لیکن مصنف کی طرف سے عام طور پر پبلک کی نذر نہین ہوئین
پہلا کلام جو عالم جہل و نادانی یا مبادی زندگانی کی نشانی ہی وہ بھی کسی قدر تلف ہو جانیکے بعد
جسقدر بچا ہی ابتک محفوظ ہی۔ انسان کی طبیعت کا مقتضا ہی کہ جو کام اسکی تھوڑی یا بہت کوشش
سے سرانجام ہوتا ہی عام اس سے کہ اچھا ہو یا برا اور پسند کے لائق ہو یا نہو وہ اسکو بڑے فخر کے

[۱] یعنی لوگ کہتے ہین کہ کیا لہو و لعب کا زمانہ تیس برس سے پہلے ہی؟ سو مین نے اُن سے کہا کیا لہو و لعب کا زمانہ تیس برس کے بعد ہی ۳۹

ساتھ پبلک مین پیش کرنے کی جرأت کرتا ہی۔ اور خاص و عام سے اپنی کوشش کی داد چاہتا ہی
جس فخر کے ساتھ کہ عرابی[1] جس نے کبھی آب شیرین کا مزہ نہ چکھا تھا ایک کھاری پانی کے
چشمہ سے مشک بھر کر ہارون رشید کے دربار مین بطور سوغات کے لے گیا تھا۔ وہ اُس فخر سے کچھ
کم نہ تھا جو کلمبس امریکا دریافت کر کے ازبیلا کے دربار مین اپنے ساتھ لایا تھا۔ بس یہ تمام مجموعہ
جسمین کچھ نئے اور کچھ پرانے خیالات شامل ہین محض ایک امید موہوم پر کہ دیکھیے مردود ہو یا مقبول
ملک کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہی اور پہلے اس سے کہ کوئی ہم پر ہنسے ہم اپنے دعوون پر آپ ہنستے ہین

شاید ناظرین کو پچھلے زمانہ کے خیالات مین پہلے زمانہ کی نسبت حقائق و واقعات کا کچھ
زیادہ جلوہ نظر آئے۔ اور جیسی کہ امید کیجاتی ہی ان خیالات کو سچی شاعری کا ایک نمونہ تصور کیا جائے
مگر یہ بات کہ جیسے یہ خیالات کانون کو سچے معلوم ہوتے ہین ایسے سچے دل سے بھی نکلے ہین یا
نہین خود ہمکو بھی معلوم نہین تا بدیگران چہ رسد۔ جیسا کام محض سچے جوش اور ولولہ سے ہوتا ہے
ویسا ہی بلکہ بعض اوقات اس سے بہتر محض شہرت اور ناموری کی خواہش تحسین و آفرین کے لالچ
جلب منفعت کی توقع۔ یا کم سے کم اپنا دل خوش کرنے کے خیال سے بھی ہو سکتا ہی۔ اور خود کرنیوالے
کو اپنے کام کا منشا معلوم نہین ہوتا لیکن اگرچہ ہم اسوقت نہونگے۔ مگر زمانہ سچ اور جھوٹ کو اور دودھ اور
پانی کو الگ کیے بغیر نہ رہے گا۔ سچ پھولے گا اور پھلے گا۔ اور جھوٹ برسات کے سبزہ کی طرح
جلد نیست و نابود ہو جائے گا۔

[1] یہ ایک مشہور حکایت کی طرف اشارہ ہی یعنی ہارون رشید کے زمانہ مین ایک بدوی جسنے کبھی دجلہ کے شیرین پانی کا مزا
نہ چکھا تھا۔ اس کو صحرا مین ایک چشمہ ملا جسکا پانی اگرچہ دجلہ کے پانی سے کچھ نسبت نہ رکھتا تھا لیکن جیسا شور پانی کہ وہ
بدوی ہمیشہ پیا کرتا تھا۔ اُس سے کسی قدر میٹھا تھا وہ خوشی خوشی اس کی ایک مشک بھر کر بغداد مین پہونچا اور
خلیفہ کے دربار مین اسکو بطور ایک علق نفیس کے پیش کیا۔ خلیفہ نے اس کو چکھا تو بالکل کھاری پانی تھا۔ مگر اسکی بدمزگی
بدوی پر ظاہر نہین ہونے دی۔ اور اس کو انعام دے کر رخصت کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ شخص دجلہ کا پانی نہ پینے پائے
ورنہ اپنے دل مین شرمندہ ہوگا۔ ۱۲

وکم قد[1] رأینا من فروع کثیرۃ　　تموت۔ اذا لم تحیین اصول

ناظرین کو معلوم ہی کہ جب کسی ملک یا قوم یا شخص کے خیالات بدلتے ہین تو خیالات کے ساتھ طرز بیان نہین بدلتی۔ گاڑی کی رفتار مین فرق آجاتا ہی مگر پہیّا اور دُھرا بدستور باقی رہتا ہی۔ اسلام نے جاہلیت کے خیالات بہت کچھ بدل دیے تھے۔ مگر اسلوب بیان مین مطلق فرق نہین آیا۔ جو تشبیہین اور استعارے پہلے مدح۔ ہجا۔ غزل اور تشبیب مین برتے جاتے تھے وہی اب توحید۔ مناجات۔ اخلاق اور موعظت مین استعمال ہونے لگے۔ خاصکر شعر مین اس بات کی اور بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہی۔ یہ ممکن ہی کہ متاخرین قدیم شعرا کے بعض خیالات کی پیروی سے دست بردار ہو جائین مگر اُن کے طریقۂ بیان سے دست بردار نہین ہو سکتے جسطرح کسی غیر ملک مین نئے وارد ہونے والے سیاح کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک مین روشناس ہونے اور اہل ملک کے دلمین جگہ کرنے کے لیے اسی ملک کی زبان مین گفتگو کرنی سیکھے۔ اور اپنی وضع۔ صورت اور لباس کی اجنبیت کو زبان کے اتحاد سے بالکل زائل کر دے۔ اسی طرح نئے خیالات کے شاعر کو بھی سخت ضرورت ہے کہ طرز بیان مین قدما کی طرز بیان سے بہت دور نہ جا پڑے۔ اور جہانتک ممکن ہو اپنے خیالات کو اُنھین پیرایون مین ادا کرے جن سے لوگون کے کان مانوس ہون۔ اور قدما کا دل سے شکر گذار ہو جو اسکے لیے ایسے منجھے ہوے الفاظ و محاورات و تشبیہات و استعارات وغیرہ کا ذخیرہ چھوڑ گئے۔

کچھ تعجب نہین کہ اس مجموعہ کو اور نیز اُن نظمون کو جو پہلے شایع ہو چکی ہین دیکھکر ناظرین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان مین نئی بات کون سی ہی۔ نہ خیالات ہی ایسے اچھوتے ہین جو کسی کے ذہن مین نہ گذرے ہون۔ اور نہ طرز بیان ہی مین کوئی ایسی جدت ہو

[1] ترجمہ۔ ہمنے وہ شاخین اکثر سوکھتی دیکھی ہین جنکی جڑین اس قابل نہ تھین کہ اپنی شاخون کو سرسبز رکھ سکین ۱۲

جس سے کبھی کان آشنا نہوے ہون اور یہ سمجھکر بے اختیار پکار اُٹھین کہ ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ[1]
پس ان کی خدمت مین عرض کیا جاتا ہی کہ بیشک طرز ادا مین جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا وہ بہت
کم فرق پائینگے۔ مگر خیالات مین ذرا بھی غور فرمائینگے تو اُن کو ایک دوسرا عالم نظر آئیگا۔ وہ
دیکھینگے کہ گو محمل نہین بدلے مگر محمل نشین بدل گئے ہین۔ گو پیالے وہی ہین مگر شراب اور ہی۔
نئے خیالات سے ایسے خیالات ہرگز مراد نہین ہین جو کسی کے ذہن مین نہ گذرے ہون
یا کسی کے ذہن کی ان تک رسائی نہو سکے۔ بلکہ ایسے خیالات مراد ہین جو شاعر و ناشاعر کے
دلمین ہمیشہ گذرتے ہین اور ہر وقت اُن کے پیش نظر ہین۔ مگر اسوجہ سے کہ وہ ایسے پامال اور
مبتذل ہین ان کو حقیر سمجھکر چھوڑ دیا گیا اور انکی طرف بہت کم التفات کیا گیا۔ اور پایۂ شاعری
کو اُن سے وراء الورا سمجھا گیا ہی۔ لیکن فی الحقیقۃ شاعری کا بھید انھین مبتذل خیالات مین چھپا
ہوا تھا جو بسبب غایت ظہور کے لوگون کی نظر سے مخفی تھا۔

دیکھ اے بلبل ذرا گلبن کو آنکھین کھول کر پھول مین گر آن ہی کانٹے مین بھی اک شان ہے

انسان مین جیسا کہ ظاہر ہی ہرگز یہ طاقت نہین ہی کہ وہ کسی چیز کو عدم محض سے وجود مین
لا سکے۔ اسکی بڑی دوڑ یہی ہی کہ وہ موجودات مین سے چند چیزون کو ترکیب دیکر اس مین ایک
نئی صورت پیدا کر دے۔ پس جسطرح معمار عمارت تیار کرنے مین اینٹ مٹی اور چونہ کا۔ یا بڑھئی ایک
تخت کے بنانے مین لکڑی اور لوہے کا محتاج ہی۔ اسی طرح ضرور ہی کہ شاعر بھی کسی شعر کے
ترتیب دینے مین کسی ایسے مصالح کا محتاج ہو جو اینٹ اور مٹی یا لکڑی اور لوہے کیطرح نفس الامر
مین موجود ہو۔ وہ مصالح کیا ہی؟ یہی دنیا کے حالات جو روزمرہ ہماری آنکھون کے سامنے گذرتے ہین
خواہ وہ انسان سے علاقہ رکھتے ہون۔ یا زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج۔ پہاڑ اور دریا جیسی شاندار

[1] قرآن مجید مین مذکور ہی کہ جب اہل جنت کو کوئی جنت کا پھل کھانیکو دیا جائیگا تو وہ کہینگے ھٰذَا الَّذِیْ
رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (یعنی یہ تو وہی ہی جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا) کیونکہ جنت کے میوے صورت مین یکسان معلوم
ہونگے مگر ہر ایک کا مزا اور لذت جدا ہوگی۔ ۱۲

چیزون سے - یا مچھر، مکڑی اور جُھنگے جیسی بے حقیقت چیزون سے - پس جس شاعر نے ان حالات کو معمولی باتین سمجھ کر چھوڑ دیا - اور شعر کی بنیاد محض فرضی اور ناممکن باتون پر رکھنی چاہی - اُسکی مثال اُس معمار کی سی ہوگی جو عمارت بنانے کے لیے اینٹ اور مٹی کی کچھ ضرورت نہین سمجھتا بلکہ ایسے مصالح کی ضرورت سمجھتا ہی جس سے عمارت تیار نہین ہو سکتی -

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

الغرض جب سے شاعری کی نے کھلی معمولی شکار چھوڑ کر عنقا کی گھات مین بیٹھنا اور زمین پر ساگ پات کے ہوتے آسمان سے نزول مائدہ کا انتظار کرنا چھوڑ دیا - زمانہ کے حالات دیکھکر جو کیفیتین نفس پر طاری ہوتی رہین اور جن واقعات کے سننے سے دل پر چوٹ لگتی رہی ان کو وقتاً فوقتاً اپنے سلیقہ کے موافق شعر کا لباس پہناتے رہے - بعض خیالات بحسب ضرورت وقت اقوال سلف یا حکایات سلف سے اخذ کیے گئے - کہین ان کو اپنے حال پر رہنے دیا اور کہین اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر کے اسکو ایک نئی صورت مین جلوہ گر کیا گیا - بعض قطعات و رباعیات مین اخلاقی مضامین کنایہ مین ادا کیے گئے جو شاید کہین کہین مطایبہ کی حد کو پہنچ گئے ہون مگر انوری و سعدی و شفائی کے مطائبات کے آگے یقیناً بے نمک معلوم ہونگے - ریا و مکر و سالوس و عُجب و خود پسندی اور اسی قسم کے اخلاق واعظ و زاہد و صوفی و شیخ و ملا پر ڈھالے گئے نہ اس لیے کہ نعوذ باللہ اس فرقۂ علیہ کی مذمت مقصود تھی - بلکہ اس لیے کہ ان اخلاق کے بیان کرنیکا اس سے واضح تر کوئی عنوان نہ تھا - سیاہی کا دھبا جیسا اُجلے کپڑے پر صاف نمایان ہوتا ہے ایسا میلے کپڑے پر نہین ہوتا - ظلم اور بے انصافی کے مرتکب اپنی اپنی طاقت کے موافق فقیر اور بادشاہ دونون ہوتے ہین مگر جب ظلم کو زیادہ ہولناک صورت مین دکھانا منظور ہوتا ہی تو وہ ہمیشہ سلطنت کے لباس مین ظاہر کیا جاتا ہی - اسی طرح ریا و عجب و خود پسندی اگرچہ ہر فرد بشر مین کم و بیش پائی جاتی ہے - مگر جب اُس کو علم و زہد و مشیخت کی طرف منسوب کیا جاتا ہی تو وہ زیادہ تعجب انگیز اور ڈراؤنی صورت مین جلوہ گر ہوتی ہے اور یہی شاعری کی علت غائی ہی -

شاعر جب اخلاقی مضامین بیان کرتا ہی تو اس کو بضرورت اکثر نصیحت و پند کا پیرایہ اختیار کرنا پڑتا ہی۔ اس لیے ہم کو بھی کہین کہین ناصح بننا پڑا ہی۔ مگر اصلی ناصح کی نصیحت اور شاعر کے ناصحانہ بیان مین بہت بڑا فرق ہی۔ اصلی ناصح خود برائیون سے پاک ہوکر اورون کو ان سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہی۔ مگر شاعر چونکہ برائیون کی ہو بہو تصویر کھینچکر دکھاتا ہی اور رگو کے بھید کیطرح چھپے رستون کے تیرے کھولتا ہی۔ اس لیے سمجھنا چاہیے کہ وہ زیادہ تر اپنے ہی عیب اورون پر دھر کر ظاہر کرتا ہی۔ ہر بدی اور گناہ کا نمونہ کم یا زیادہ۔ پوشیدہ یا علانیہ انسان کے نفس مین موجود ہی۔ پس اگر بدی یا گناہ کے متعلق کوئی پتے کی بات شاعر کی قلم سے مترشح ہو تو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے ہی نفس کی چوریان ظاہر کر رہا ہی۔

ہین عاشقی کی گھاتین معلوم سب کو ساری　　**حالی** سے بدگمانی بیجا نہین ہماری

شاید اس موقع پر شاعر کی طرف سے یہ عذر ہو سکے کہ اسمین فطرت انسانی کے دقائق وغوامض سمجھنے کا ایک خداداد ملکہ ہوتا ہی جس کی مدد سے بعض اوقات ایک رند مشرب اور خراباتی شاعر جس پر پرہیزگاری کی کبھی چھینٹ نہ پڑی ہو وہ پرہیزگارون کی سوسائٹی کا ایسا صحیح نقشہ کھینچدیتا ہی کہ خود اس سوسائٹی کے ممبر بھی اپنی سوسائٹی کا ویسا نقشہ نہین کھینچ سکتے اسی طرح ایک دوسرا شاعر جس نے پرہیزگارون اور پارساؤن کے حلقہ سے کبھی قدم باہر نہین رکھا وہ رندون اور اوباش کی صحبتون کا ایسا چربا اُتار دیتا ہی کہ گویا انھین مین سے ایک نے اپنی حالت کی تصویر کھینچی ہی۔ **ابو نواس** نے بارہا خلیفہ سے ایک مصرع سنکر جسمین رات کے تخلیہ اور عیش و عشرت کی صحبت کی طرف ایک اجمالی اشارہ ہوتا تھا۔ اس مصرع کی تضمین مین ایسے واقعات بیان کردیے ہین کہ خلیفہ متعجب ہوکر بے ساختہ یہ کہہ اٹھا[1] قاتلک اللّٰہ کانک کنت ثالثنا **شکسپیر** جسکے ہمراہی ہرن کا شکار کھیلنے والے اور تماشا کرنیوالے تھے اور جس نے کبھی آنکھ اٹھا کر عالی خاندان اور شریف و پاکیزہ عورتون کی سوسائٹی نہ دیکھی تھی

[1] ترجمہ۔ خدا تجکو مارے گویا کہ تیسرا ہم مین تو تھا یعنی تو نے ایسے صحیح واقعات بیان کیے ہین کہ گویا تو بھی ہماری صحبت مین شریک تھا۔

اُس نے میکبت۔ جولیٹ۔ کیتھرائن۔ ڈزدیمونا۔ اور بعض اور لیڈیون کے ایسے اصلی کیرکٹر دکھائے ہین جن کا اس سوسائٹی پر جسمین اسکی عمر گذری تھی کبھی پرچھاوان تک نہ پڑا تھا۔ ایران مین فردوسی اور ہندوستان مین انیس۔ رزم کے بیان مین صدہا باتین ایسی ٹھکانیکی لکھ جاتے ہین۔ جن سے معلوم ہوجاتا ہو کہ یہ واقعات گویا خود ان پر گذرے تھے۔

اس عذر سے اگرچہ کسی قدر شاعر کی برأت ہوسکتی ہو۔ مگر پھر بھی اسکو واعظ و ناصح کا درجہ نہین دیا جاسکتا۔ ناصح کی غرض براہ راست ارشاد و ہدایت ہوتی ہو۔ بخلاف شاعر کے کہ اس کا اصلی مقصود فطرت انسانی کی کرید۔ اور واقعات دہر سے متاثر ہوکر دلکی بھڑاس نکالنی ہو اور بس۔ وہ کسی کے سمجھانے کے لیے نہین جاتا بلکہ خود کچھ سمجھکر چیخ اُٹھتا ہو۔

ناصح مشفق ہین یارون کے نہ مصلح اور مشیر درد منداُن کے نہ اُن کے درد کے درمان ہین ہم
پھوٹ پڑتے ہین تماشا اس چمن کا دیکھکر نالۂ بے اختیار بُلبُل نالان ہین ہم

پس اگر شاعر کا کوئی قول اُسکے فعل کے برخلاف پایا جاے تو اُس کو واعظ یا ناصح قرار دیکر یہ الزام دینا نہین چاہیئے کہ" اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ"، بلکہ اُسکی طرف سے یہ عذر کرنا چاہیئے کہ" اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ"۔

انسان کے کلام مین کہین کہین اختلاف یا تناقض پایا جانا ایک ضروری بات ہو بلکہ اسکے کلام کی پہچان ہی یہ بتائی گئی ہو کما قال اللہ تعالی " وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا"، مگر جسطرح ایک فلسفی یا مورخ کی تصنیف مین اختلاف پایا جانا اس تصنیف کو عیب لگاتا ہو اسطرح شاعر کے کلام کو عیب نہین لگاتا بلکہ اس کا بیساختہ پن ظاہر کرتا ہو جسکو شاعری کا زیور سمجھنا چاہیے۔ فلسفی یا مورخ ہر ایک چیز پر اسکے تمام پہلو دیکھکر ایک مستقل رائے قائم کرتا ہو۔ اور اس لیے ضرور ہو کہ اسکا بیان جامع و مانع ہو۔ لیکن شاعر کا یہ کام نہین ہو بلکہ اُس کا کام یہ ہو کہ ہر ایک شے کا جو پہلو اُس کے سامنے آئے اور اُس سے کوئی خاص کیفیت پیدا ہو کر اسکے دل کو بیچین کردے اُسکو اسی طرح بیان کرے پھر

پھر جب دوسرا پہلو دیکھ کر دوسری کیفیت پیدا ہو جو پہلی کیفیت کے خلاف ہو اُسکو اُس دوسری کیفیت کے موافق بیان کرے - وہ کوئی فلسفہ یا تاریخ کی کتاب نہین لکھتا تاکہ اسکو حقائق و واقعات کے ہر ایک پہلو نظر رکھنی پڑے . بلکہ جس طرح ایک فوٹوگرافر ایک ہی عمارت کی کبھی روکار کا کبھی چھت کا کبھی اس ضلع کا اور کبھی اُس ضلع کا جدا جدا نقشہ اُتارتا ہے اسی طرح شاعر حقائق و واقعات کے ہر ایک پہلو کو جدا جدا رنگ مین بیان کرتا ہے پس ممکن ہے کہ شاعر ایک ہی چیز کی کبھی تعریف کرے اور کبھی مذمت اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بُری چیز کی تعریف کیونکہ خیر محض کے سوا ہر خیر مین شر کا پہلو - اور شر محض کے سوا ہر شر مین خیر کا پہلو موجود ہے - عقل - علم - زہد - دولت - عزت اور آبرو عموماً ممدوح و مقبول سمجھی جاتی ہین مگر شعرا نے ان کی جا بجا مذمت کی ہے - اسی طرح دیوانگی - نادانی - رندی - فقر - ذلت اور رسوائی عموماً مذموم و مردود گنی جاتی ہین - لیکن شعرا ان کے اکثر مداح رہے ہین -

شاعر ایک ہی چیز کی کبھی ایک حیثیت سے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوسری حیثیت سے اُس سے نفرت دلاتا ہے - وہ کبھی قدما کے مقابلہ مین اس لیے کہ وہ اُستاد اور موجد فن تھے اپنے تئین ناچیز و بے حقیقت بتاتا ہے - اور کبھی اس لیے کہ اُس نے انکی دولت مین کسی قدر اتنی کمائی بھی شامل کی ہے جو اُنکے پاس نہ تھی اپنے تئین اُن پر ترجیح دیتا ہے - وہ کبھی دنیا کی اس لیے تحقیر کرتا ہے کہ وہ دار الغرور و دار المحن ہے - اور کبھی اُسکی بڑائی و عظمت اسلیے بیان کرتا ہے کہ وہ مزرعۂ آخرت ہے وہ ایک ہی گورنمنٹ کی کبھی اُسکی خوبیون کے سبب سے ستایش کرتا ہے اور کبھی اس کی ناگوار کارروائیون کے سبب شکایت - مگر وہ کبھی ان حیثیتون کی تصریح نہین کرتا جن پر اُس کے مختلف بیانات مبنی ہوتے ہین - جب ایک پہلو کو بیان کرتا ہے تو گویا دوسرے پہلو کو بالکل بھول جاتا ہے - وہ ایک نادان بچہ کی طرح کبھی بے اختیار رو پڑتا ہے اور کبھی ہنسنے لگتا ہے - مگر نہ اس کے رونے کا منشا معلوم ہوتا ہے نہ ہنسنے کا پس ممکن ہے کہ شاعر کے کلام مین ایسی بے جوڑ باتین دیکھکر لوگ متعجب ہون - مگر جب تک شاعر کا سا دل اُن کے پہلو مین اور ویسا ہی سودا ان کے دماغ

مین ہوا ان کا تعجب رفع ہونا مشکل ہے۔

"بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را ... نوا گران نخوردہ گزند را چہ خبر"

یہ چند اصول جو اوپر بیان کیے گئے اُن سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ نکتہ چینون کی زبان بند کرنی مقصود ہے۔ کیونکہ جسطرح فوارہ روکنے سے زیادہ زور کے ساتھ اُچھلتا ہے۔ اسی طرح نکتہ چینون کی زبان بند کرنے سے اور زیادہ کھلتی ہے۔ دوسرے نکتہ چینون سے کان اسقدر مانوس ہوگئے ہین کہ جسطرح توپ خانہ کا گھوڑا توپ کی آواز سے کبھی کان نہین ہلاتا اسی طرح مصنف نکتہ چینون کے شور وغل کی کچھ پروا نہین کرتے۔ بس اُنکی زبان بند کرنیکی نہ طاقت ہے نہ ضرورت۔ البتہ ضرورت وقت اس امر کی مقتضی تھی کہ دیباچہ مین یہ چند باتین جتادی جائین۔ ظاہر ہے کہ سولزیشن جسکو شعر وشاعری کا قاتل کہا جاتا ہے اس کا پرچھاوان اس ملک پر بھی پڑنے لگا ہے۔ شعر جسکو مدرسے[1] مین لیجانے کی اجازت نہ تھی اس کو روز بروز زیادہ تر مدرسے ہی کے ساتھ پالا پڑتا جاتا ہے تعلیم ایسے عقل ودانش کے پتلے جوق جوق اور فوج فوج پیدا کر رہی ہے جو شعر اکے نزدیک ذوق معنی سے ایسے ہی بے بہرہ ہین جیسے شعرا انکے نزدیک عقل ودانائی سے۔ اُن پر شعر اتنا بھی اثر نہین کرتا جتنا عرب کے اونٹ پر حُدی خوان کی آواز اثر کرتی ہے۔ غرضکہ شاعرانہ مذاق یوماً فیوماً ملک سے مفقود ہوتا جاتا ہے۔ اور ایسی علامتین موجود ہین جن سے پایا جاتا ہے کہ ہماری شاعری کا چراغ بہت جلد ہمیشہ کے لیے گل ہونیوالا ہے نہ پرانی شاعری باقی رہتی نظر آتی ہے اور نہ نئی شاعری آگے چلتے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی حالت مین دیوان شایع کرنا اور شاعری کے متعلق کچھ اصول بیان نہ کرنے ایسی بات تھی جیسے چین مین عبرانی بائبل شایع کرنی۔ اسی لیے مقدمہ مین مطلق شاعری پر کسی قدر تفصیلی بحث پہلے ہوچکی ہے اور چند باتین جو خاص اس مجموعہ سے علاقہ رکھتی تھین وہ اب دیباچہ مین بیان کی گئین لیکن اگر غور کیجیے تو انمین سے کوئی چیز بھی ضروری نہ تھی۔ مقدمہ اور دیباچہ لکھنا تو درکنار سرے سے

[1] یہ اشارہ ہے اس مشہور مقولہ کی طرف کہ "شعر مرا بہ مدرسہ مبر" ۱۲

شعر کہنے ہی کی کچھ ضرورت معلوم نہین ہوتی۔

"آنچہ ما در کار داریم اکثری در کار نیست"

مگر مدبر السموات والارض نے اس خرابہ آباد دنیا کی رونق اور بہار ہماری اسی غفلت ونادانی پر موقوف رکھی ہی کہ دن رات یہان کے گورکھ دھندون مین الجھے رہین دھوکے کو حقیقت اور خواب کو بیداری سمجھین اور جس کوشش وجانفشانی کے ساتھ کہ مکڑی عمر بھر اپنے بودے اور کمزور جالے کے پورنے مین سرگرم رہتی ہی اسی کوشش وجانفشانی کے ساتھ ہم بھی اپنی بے بنیاد اور بادر ہوا عمارتین چنتے رہین یہانتک کہ فنا ہو جائین۔

درکارخانہ کہ بنایش بغفلت است	ہشیار زیستن نہ زقانون حکمت ست
تَرُوحُ وَنَغْدُو لِحَاجَاتِنَا	وَحَاجَةُ مَنْ عَاشَ لَا تَنْقَضِي
وَيَسْلُبُهُ الْمَوْتُ اَثْوَابَهُ	وَيَمْنَعُهُ الْمَوْتُ مَا يَشْتَهِي
تَمُوتُ مَعَ الْمَرْءِ حَاجَاتُهُ	وَتَبْقَى لَهُ حَاجَةٌ مَا بَقِي"

اہ ترجمہ۔ ہم اپنے کامون مین صبح وشام سرگرم رہین۔ اور جو شخص زندہ ہی اس کا کام ختم نہین ہو سکتا۔ موت ہی اسکے کپڑے اتروائے گی اور موت ہی اسکی خواہشون کا خاتمہ کرے گی۔ انسان کی خواہشین اسکے ساتھ ہی مرینگی جبتک وہ زندہ ہی کوئی نہ کوئی خواہش اسکے ساتھ لگی ہوئی ہی۔۱۲

قطعات

چھوٹون کا بڑا بن جانا

چند خطوط اِک دانا نے
کھینچ کے یارون سے یہ کہا
دیکھ لو ان مین جتنے ہین خط
کوئی ہے چھوٹا کوئی بڑا
ہے کوئی؟ جو بے ہاتھ لگائے
دے یونہین چھوٹے خط کو بڑھا
ایک نے جتنے خط تھے بڑے
اُٹھ کے دیا ایک اک کو مٹا
جب نہ رہا وہان پیش نظر
خط کوئی چھوٹے خط کے سوا
دیکھا اُٹھا کر آنکھ جدھر
تھا وہی چھوٹا وہ ہی بڑا
کل کی ہی یارو بات کہ تھی
قوم مین باقی جان ذرا
قوم مین جیسا حال ہے اب
آدمیون کا کال نہ تھا
تھے موجود ادیبون مین
افضل و اعلیٰ کے ہمتا
منشیون مین ایسے تھے بہت
جن پہ کہ نازان تھی انشا
شعر مین تھے استاد اکثر
سحر بیان اور نکتہ سرا

لے گئی ان کو آخر کار — بحرِ فنا کی فوج بہا
اہلِ ہنر کا نام و نشان — قوم مین جب باقی نہ رہا
حالی و زید و عمر بنے — صاحبِ دیوان نامِ خدا
اب جو ہوا استاد گنو — یا ہمین سمجھو تم یکتا
ہم ہین وہی ناچیز مگر — کَبَّرَنا مَوتُ الکُبَرا

شعر کی طرف خطاب

اے شعر دلفریب نہو تو تو غم نہین — پر تجھپہ حیف ہے جو نہو دلگداز تو
صنعت پہ ہو فریفتہ عالم اگر تمام — ہان سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تو
جوہر ہے راستی کا اگر تیری ذات مین — تحسینِ روزگار سے ہے بے نیاز تو
حسن اپنا گر دکھا نہین سکتا جہان کو — آپ کو دیکھ اور کر اپنے پہ ناز تو
تو نے کیا ہے بحرِ حقیقت کو موج خیز — دھوکے کا غرق کر کے رہیگا جہاز تو
وہ دن گئے کہ جھوٹ تھا ایمان شاعری — قبلہ ہو اب اُدھر تو نہ کیجیو نماز تو
اہل نظر کی آنکھ مین رہنا ہے گر عزیز — جو بے بصر ہین اُن سے نہ رکھ ساز باز تو
ناک اوپری دوا سے تری گر چڑھائین لوگ — معذور جان اُن کو جو ہے چارہ ساز تو
چپ چاپ اپنے سچ سے کئے جا دلون مین گھر — اونچا ابھی نہ کر علمِ امتیاز تو
جو نابلد ہین اُن کو بتا چلکے نیک راہ — گر چاہتا ہے خضر کی عمرِ دراز تو
بلد بمعنی واقف راہ اور نابلد ناواقف راہ ۱۲
عزت کا بھید ملک کی خدمت مین ہے چھپا — محمود جان آپ کو گر ہے ایاز تو
اے شعر راہِ راست پہ تو جب کہ پڑ لیا — اب راہ کے نہ دیکھ نشیب و فراز تو
کرنی ہے فتح گر نئی دنیا تو نے کل — بیڑون کا ساتھ چھوڑ کے اپنا جہاز تو
ہوتی ہے سچ کی قدر پہ بیقدریون کے بعد — اسکے خلاف ہو تو سمجھ اسکو شاذ تو

جو قدردان ہو اپنا اُسے مغتنم سمجھ ‏ — ‏ **حالی** کو تجھ پہ ناز ہے کر اُس پہ ناز تو

مشاعرہ کی طرح پر غزل نہ لکھنے کا عُذر

ہوئی ریعان جوانی کی بہار آخر حیف ‏ — ‏ طبع رنگین تھی مے عشق کی جب متوالی

اپنی روداد تھی، جو عشق کا کرتے تھے بیان ‏ — ‏ جو غزل لکھتے تھے۔ ہوتی تھی سراسر حالی

اب کہ الفت ہے نہ چاہت نہ جوانی نہ اُمنگ ‏ — ‏ سر ہے سودا سے تہی، عشق سے دل ہے خالی

گر غزل لکھیے تو کیا۔ لکھیے غزل مین آخر ‏ — ‏ نہ رہی چیز وہ مضمون سوجھانے والی

آپ بیتی ہو جو ہے وہ کہانی بے لطف ‏ — ‏ گرچہ ہون لفظ فصیح اور زبان ٹکسالی

ہان مگر کیجیے کچھ عشق کا غیرون کے بیان ‏ — ‏ لائیے باغ سے اورون کے لگا کر ڈالی

کھینچیے وصل صنم کی کبھی فرضی تصویر ‏ — ‏ کیجیے درد جدائی کی کبھی نقالی

تا کہ بھڑکائے جوانون کے دل آتش کیطرح ‏ — ‏ وہ ہوا جس سے دماغ اپنا ہوا ہے خالی

پر یہ ڈر ہے کہین اپنی بھی وہی ہو نہ مثل ‏ — ‏ قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالی

نکتہ چینی

باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ علم و فضل مین ‏ — ‏ جسطرح بن آئے بیٹا نام پیدا کیجیے

کیجیے تصنیف اور تالیف مین سعی بلیغ ‏ — ‏ اسمین ایک اپنا پسینا اور لہو کر دیجیے

دیجیے معنے کے نظم و نثر مین دریا بہا ‏ — ‏ اور سخن کی داد ہر پیر و جوان سے لیجیے

اور نہ ہو گر شعر و انشا کی لیاقت آپ مین ‏ — ‏ شاعرون اور منشیون پر نکتہ چینی کیجیے

بے تمیزی ابنائے زمان

از رہ فخر آبگینہ سے یہ ہیرے نے کہا ‏ — ‏ ہے وجود اے مبتذل تیرا برابر اور عدم

جنس تیری کس بسر سی اور قدر و قیمت تیری ہیچ — تیرے پانے کی خوشی کچھ اور نہ گم ہونیکا غم
دے کے دھوکا تو اگر الماس بنجائے تو کیا — امتحان کے وقت کھلجاتا ہے سب تیرا بھرم
مسکرا کر آبگینہ نے یہ ہیرے سے کہا — گو کہ ہے رتبہ ترا مجھ سے بڑا لے محترم
مجھ مین اور تجھ مین مگر کر سکتے ہین جو امتیاز — ہین مبصر ایسے اس بازار ناپرسان مین کم
تیرے جوہر گو نہین موجود اپنی ذات مین — تجھسے اے الماس لیکن اچھے پڑ رہتے ہین ہم

ایک خود پسند امیرزادہ کی تضحیک

کہتے ہین اک امیرزادہ کو — تھا خدنگ افگنی کا شوق کہین
خصلتین جو امیرزادون مین — لازمی ہین - وہ اسمین بھی سب تھین
گو کہ رکھتا نہ تھا ہنر کوئی — اس پہ تھا خود پسند اور خود بین
کچھ نہ تھا پر سمجھتا تھا سب کچھ — علم تیر و کمان مین اپنے تئین
واہ واہ سنتے سنتے یارون کی — ہو گیا تھا ہنر کا اپنے یقین
الغرض ایک روز صحرا مین — جب کہ تھے ساتھ سب جلیس و قرین
مشق تیر افگنی مین تھا مصروف — کر رہے تھے خوشامدی تحسین
آ کے دیکھا جو اک ظریف نے حال — وجہ تحسین ہوئی نہ ذہن نشین
تیر جتنے کمان سے چھوٹے — پائے سب بے اصول و بے آئین
جا کے بھولے سے بھی نہ پڑتا تھا — تیر آماجگہ کے کوئی قرین
ایک جاتا تھا چھوٹ کے سوئے شمال — ایک جاتا تھا پھٹ کے سوئے یمین
کچھ جو شوخی ظریف کو سوجھی — رکھ کے بالائے طاق سب تمکین
خاک تودے پہ جا کے ہو بیٹھا — لوگ کرتے رہے چنان و چنین
ناوک انداز بولا چلّا کر — کوئی تجکو جنون ہے اے مسکین

یا خفا ہو کے گھر سے آیا ہے
یا کہ دد بھرے ہے مجھ کو جان حزین

عرض کی چارہ کیا ہے اسکے سوا
جبکہ جائے گریز ہو نہ کہین

زد سے اِن بے پناہ تیرون کی
کہین جاندار کو امان نہین

مجھکو ہر پھر کے شش جہت مین حضور
امن کی اک جگہ ملی ہے یہین

پولٹیکل اِسپیچین

اے بزم سفیرانِ دُوَل کے سخن آرا
ہر خورد و کلان تیری فصاحت پہ فدا ہے

یہ سچ ہے کہ جادو ہے بیان مین ترے لیکن
کچھ سحر بیانی کا تری ڈھنگ نیا ہے

ظاہر ہو نہ غصہ مین بیان سے تری رنجش
نے لطف مین کچھ طرز بیان اس سے جدا ہے

ہے دلمین نہان ایک شکایات کا طومار
اور لب پہ جو دیکھو تو نہ شکوہ نہ گلا ہے

جو صلح کی باتین ہین وہ ہین شہد سی شیرین
اور جنگ مین کچھ لطف سخن اس سے سوا ہے

گر سوچیئے تو سیکڑون پہلو ہین مفر کے
اور سنیئے تو زنجیرون سے ہر قول بندھا ہے

دل کی تری ہوتی نہین معلوم کوئی بات
گونگا نہین گویا نہین کیا جانیے کیا ہے

کھلتا نہین کچھ اسکے سوا تیرے بیان سے
اک مرغ ہے خوش لہجہ کہ کچھ بول رہا ہے

تجھے لبِ اظہار پہ اب آکے کھلا یہ
انسان کو اخفا کے لیے نطق ملا ہے

بدی کرکے نیکنامی کی توقع رکھنی

نا منصف و بے رحم تھا اک ضلع کا حاکم
برتاؤ سے نالان تھی بہت جسکے رعیت

جب دورہ کو اُٹھتا تھا تو دیہات مین جاکر
تھا پوچھتا ایک ایک سے ازراہ شرارت

ہین پرگنہ کے لوگ سمجھتے ہمین کیسا
کرتے ہین ہماری وہ ستائش کہ مذمت

تھی اس کی مثال ایسی کہ اک شخص بہ آواز
جسکو کہ خود آواز سے تھی اپنی کراہت

گاتا تھا کھڑا ہو کے اور آواز کے پیچھے — ہر بار لپکتا تھا بصد تیزی و سرعت
ہوتا کہ یہ معلوم کہ ہے دور سے میری — آواز خوش آیند و یا قابل نفرت

تفاخر سے نفرت کرنے پر تفاخر

زاہد نے کہا زینت و اسباب پہ جو لوگ — اتراتے ہیں اک آنکھ مجھے وہ نہیں بھاتے
حالی نے کہا جن کو ہے اترانے سے نفرت — اترا کے وہ اس طرح نہیں ناک چڑھاتے

سید احمد خان کی تکفیر

مختلف اقوال ہیں اسلام کی تعریف میں — بعض کے نزدیک توحید اسکی حد تام ہے
ہے مگر جمہور کے نزدیک مردود قول — جو ہیں قائل اسکے اُن پر کفر کا الزام ہے
کیونکہ اس سے ماننا پڑتا ہے اُس رحمت کو عام — جس سے غیر از اہل قبلہ جو ہو وہ ناکام ہے
بعض کہتے ہیں کہ شرع کی پیروی سب امر میں — بس مسلمانی و دینداری اسی کا نام ہے
پر یہ حد بھی جامع و مانع نہیں عند الفحول — کہتے ہیں اسلام جو سمجھے اُسے وہ خام ہے
امتی کا مستحق ہے خاصکر اپنا گروہ — اور سب کا لفظ یار اغیار سب کو عام ہے
بعض کہتے ہیں شعار اسلامیوں کا ہے لباس — جو لباس غیر پہنے خارج از اسلام ہے
بعض بتلاتے ہیں کچھ اور بعض فرماتے ہیں کچھ — حصر کرنا ان تمام آرا کو مشکل کام ہے
مذہب منصوص[۱] ہے لیکن بیان کرنا ضرور — جو مسلم آج کل نزدیک خاص و عام ہے
اہل حل و عقد ہیں اب متفق اس رای پر — سید احمد خان کو کافر جاننا اسلام ہے

[۱] اقوال مختلف میں سے جو قول آج ہو اسکو مذہب منصوص کہتے ہیں ۱۲

قرض لیکر حج کو جانیکی ضرورت

قریب موسم حج، قرض لے کے اک دیندار — چلا بہ نیت حج گھر سے سوے بیت اللہ

کہا یہ اس سے اک آزاد نے کہ اے حضرت
کیا ہے آپ کو شارع نے جبر یا اکراہ

کہ قرض لیکے چلے ہین حضور سوے حجاز
وطن مین چھوڑ کے اطفال کو بحال تباہ

نہ نان و نفقۂ فرزندون سے خاطر جمع
نہ زاد و راحلہ کا ساز و برگ خاطر خواہ

سنا یہ۔ اور بہت ترش ہو کے فرمایا
کہ روکتا ہے مسلمان کو جس سے اے گمراہ

وہ بادشاہ کہ جو دشمنون کو دیتا ہے
نگین و خاتم و طبل و نشان و تخت و کلاہ

خبر نہ لے گا وہ کیا اپنے میہمانون کی
پہونچتے جو کہ ہین طے کرکے بر و بحر کی راہ

جنھین فراغت و تنگی مین ہے اُسی سے امید
جنھین سلامت و آفت مین ہے اُسی کی پناہ

وہ سُن کے بولا کہ ناخواندہ میہمانون کو
امید لطف کی رکھنی ہے میزبان سے گناہ

ذلیل ہوتے ہین جو بن بلائے جاتے ہین
طفیلیون کی نہین دعوتون مین عزت و جاہ

یہ سُن کے شیخ نے دیکھا اِدھر اُدھر کہ کہین
ہو مدعی نہ مجلس مین یان کوئی ہمراہ

بلا کے پاس پھر آہستہ اُس سے فرمایا
ابھی زمانہ کی چالون سے تو نہین آگاہ

قدم پہونچتے جہانتک ہین پختہ کارون کے
جوان خام کی وانتک نہین پہونچتی نگاہ

خدا کے حکم ہین مبنی تمام حکمت پر
فتوح جنمین ہے دنیا و دین کی خاطر خواہ

نماز و روزہ ہو۔ یا ہو طواف و عمرہ و حج
حصول جیسے کہ ہوتا ہے ان سے قرب اِلٰہ

اِسی طرح یہ وسیلے معاش کے ہین تمام
نہ جنمین چاہیے محنت نہ کوشش جانکاہ

مگر سلیقہ و تدبیر شرط ہے ۔ ورنہ
ہزارون پھرتے ہین حجاج سادہ لوح تباہ

یہ کہنے سننے کی باتین نہین ہین برخوردار
وگرنہ علم معیشت وسیع ہے واللہ

آزادی کی قدر

ایک ہندی نے کہا۔ حاصل ہو آزادی جنھین
قدر دان اُن سے بہت بڑھکر ہین آزادی کے ہم

ہم کہ غیرون کے سدا محکوم رہتے آئے ہین
قدر آزادی کی جتنی ہمکو ہو اتنی ہے کم

عافیت کی قدر ہوتی ہے مصیبت میں سوا / بینوا کو ہے زیادہ قدر دینار و درم
تعرف الاشیاء بالاضداد ہے قول حکیم / دیگا قیدی سے زیادہ کون آزادی پہ دم
سن کے اک آزاد نے یہ لاف چپکے سے کہا / ہے سقر موری کے کیڑے کے لیے باغ ارم[1]

انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی

کہتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے جب لیتا ہے سانس / یاں غلام آکر کرامت ہے یہ انگلستان کی
اسکی سرحد میں غلامان نے جو ہیں رکھا قدم / اور کٹکر پاؤں سے ایک اک کے بیڑی گر پڑی
قلب ماہیت میں انگلستان ہے گر کیمیا / کم نہیں کچھ قلب ماہیت میں ہندستان بھی
آن کر آزاد یاں آزاد رہ سکتا نہیں / وہ رہے ہوکر غلام۔ اسکی ہوا جنکو لگی

سیّد احمد خان کی مخالفت کی وجہ

سیّد احمد خان کے اک منکر سے یہ پوچھا کہ آپ / کس لیے سیّد سے صاف اے حضرت اللہ نہیں
کافر و ملحد ہمیشہ اسکو ٹھیراتے ہیں آپ / ثابت اسلام اُسکا نزدیک آپکے گویا نہیں
آپ بھی (نام خدا) ہیں تارکِ صوم و صلوٰۃ / اور سلوک اسلام سے خود آپ کا اچھا نہیں
خود نبوت پر سُنے ہیں ہم نے ایراد آپکے / اور الوہیت سے بھی دل جمع حضرت کا نہیں
چشم بد دور آپ کا بھی جب کہ ہے مشرب وسیع / پھر یہ سیّد پر تبرا آپ کو زیبا نہیں
سُن کے فرمایا "اگر ہو پوچھتے انصاف سے / بات یہ ہے سُن لو صاحب جس سے کچھ پردہ نہیں
رنج کچھ اس کا نہیں مجکو کہ وہ ایسا ہے کیوں / بلکہ ساری کوفت ہے اسکی کہ ہم سا کیوں نہیں"

[1] یعنی جسطرح موری کے کیڑے کو موری میں آرام ملتا ہے اور وہ اس سے کہیں جانا [illegible] اسی طرح جو قومیں ہمیشہ محکوم رہتی چلی آتی ہیں وہ غلامی ہی میں خوش رہتی ہیں ۱۲

قحط اہل اللہ

کل خانقاہ مین تھی حالت عجیب طاری — جو تھا سو چشم پُرنم۔ اپنا تھا یا پرایا
"دنیا سے اُٹھ گئے سب جو تھے مرید صادق" — یہ کہکے شیخ کا دل بیساختہ بھر آیا
ہمنے کہا مریدی باقی رہی نہ پیری — یہ کہکے ہم بھی روئے اور اسکو بھی رُلایا

نوکرون پر سخت گیری کرنیکا انجام

ایک آقا تھا ہمیشہ نوکرون پر سخت گیر — درگذر تھی اور نہ ساتھ اُنکے رعایت تھی کہین
بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی اُنکی معاف — کام سے مہلت کبھی ملتی نہ تھی اُن کے تئین
حسن خدمت پر اضافہ یا صلہ تو درکنار — ذکر کیا نکلے جو بھولے مُنہ سے اُسکے آفرین
پاتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اُس سے دوچار — نتھنے پھولے۔ مُنہ چڑھا۔ ماتھے پہ بل ابرو پہ چین
تھی نہ جز تنخواہ نوکر کے لیے کوئی فتوح — آکے ہو جاتے تھے خارج جو کہ ہوتے تھے ذہین
رہتا تھا اک اک شرائط نامہ ہر نوکر کے پاس — فرض جسمین نوکر اور آقا کے ہوتے تھے تعین
گر رعایت کا کبھی ہوتا تھا کوئی خواستگار — زہر کے پیتا تھا گھونٹ آخر بجائے انگبین
حکم ہوتا تھا شرائط نامہ دکھلاؤ ہمین — تاکہ یہ درخواست۔ دیکھین وہ اجی ہے یا نہین
وان سوا تنخواہ کے۔ تھا جسکا آقا ذمہ دار — تھین گرین جتنی وہ ساری نوکرونکے ذمہ تھین
دیکھ کر کاغذ کو ہوجاتے تھے نوکر لاجواب — تھے مگر وہ سب کے سب آقا کے مار آستین
ایکدن آقا تھا اک مُنہ زور گھوڑے پر سوار — تھک گئے جب زور کرتے کرتے دست نازنین
دفعتًہ قابو سے باہر ہوکے بھاگا راہوار — اور گرا اسوار صدر زین سے بالائے زمین
کی بہت کوشش نہ چھوٹی پاؤن سے لیکن رکاب — کی نظر سائیس کی جانب کہ ہو آکر معین
تھا مگر سائیس ایسا سنگدل اور بیوفا — دیکھتا تھا اور نہ مس سے مس ہوتا تھا لعین

دور ہی سے تھا اُسے کاغذ دکھا کر کہہ دیا
دیکھ لو سرکار اسمین شرط یہ لکھی نہین

نیشن کی تعریف

یہ ہے مانی ہوئی جمہور کی راے
اسی پر ہے جہان کا اتفاق اب

کہ نیشن وہ جماعت ہے کم از کم
زبان جنکی ہو ایک اور نسل و مذہب

مگر وسعت اسے بعضون نے دی ہے
نہین جو بلے مین اپنی مذہب

وہ نیشن کہتے ہین اُس کنبہ کو بھی
کہ جسمین وحدتین مفقود ہون سب

زبان اس کی نہ ہو مفہوم اُس کو
ہون آدم تک جدا سب کے جد اب

جو واحد لاشریک اس کا خدا ہو
تو لاکھون اُس سے ہون معبود اور رب

صفائی نہ رکھنے کا عذر

راہ سے گذرا کہین میلا کچیلا اک غلام
اُسکے میلے پن پہ لوگون نے ملامت اُسکو کی

عرض کی ایک [illegible] ہے جسمین کا ملک غیر
اختیار اسکی صفائی کا نہین رکھتے رہی

جو ہین آزاد اور صفائی کا نہین رکھتے خیال
عذر میلے پن کا شاید وہ بھی رکھتے ہون یہی

کیونکہ جسم آدمی مین پیش اہل معرفت
کوئی چیز اس کی نہین ہے سب امانت گور کی

دلی کی شاعری کا تنزل

اک دوست نے حالی سے کہا از رہ انصاف
کب کرتے ہین پسند اہل زبان ایسے سخن کو

چند اہل زبان جنکو کہ دعوی تھا سخن کا
بولے کہ نہین جانتے تم شعر کے فن کو

شاعر کو یہ لازم ہے کہ ہو اہل زبان سے
ہو چھو نہ گئی غیر زبان اُس کے دہن کو

معلوم ہے حالی کا جو ہے مولد و منشا
اُردو سے بھلا واسطہ؟ حضرت کے وطن کو

اُردو کے دھنی وہ ہین جو دلّی کے ہین روڑے — پنجاب کو مَس اس سے، نہ پورب نہ دکن کو

بلبل ہی کو معلوم ہین اندازِ چمن کے — کیا عالمِ گلشن کی خبر زاغ و زغن کو

حالی کی زبان گرچہ نہین نہرِ لبن ہو — خالص نہو تو کیجیے کیا لے کے لبن کو

ہر چند کہ صنعت سے بنائے کوئی نافہ — پہونچے گا نہ وہ نافۂ آہوئے ختن کو

مانا کہ ہے بیساختہ پن اُسکے بیان مین — کیا پھونکیے اس ساختہ بیساختہ پن کو

یہ دوست نے حالی کے سنی جبکہ تعلّی — حق کہنے سے وہ رکھ نہ سکا باز دہن کو

کچھ شعر تھے یاد اُن کے پڑھے اور یہ پوچھا — کیون صاحبو عزت اسی اُردو سے ہے فن کو

سچ یہ ہے کہ جب شعر ہون سرکار کے ایسے — کیون آپ لگے ماننے حالی کے سخن کو

حالی کو تو بدنام کیا اُس کے وطن نے — پر آپ نے بدنام کیا اپنے وطن کو

بیٹیون کی نسبت

جاہلیت کے زمانہ مین یہ تھی رسمِ عرب — کہ کسی گھر مین اگر ہوتی تھی پیدا دختر

سنگدل باپ اُسے گود سے لیکر ماں کی — گاڑ دیتا تھا زمین مین کہین زندہ جا کر

رسم اب بھی یہی دنیا مین ہے جاری لیکن — جو کہ اندھے ہین ہیے کے نہین کچھ انکو خبر

لوگ بیٹی کے لیے ڈھونڈھتے ہین جب پیوند — سب سے اول انھین ہوتا ہے یہ منظورِ نظر

ایسے گھر بیاہیے بیٹی کو جو ہو آسودہ — اور مہ و مہر سے جو ذات مین ہو افضل تر

جانے پہچانے ہون سمدھیانہ کے سارے زن و مرد — اُن کے معلوم ہون عادات و خصائل یکسر

ایک ہی شہر مین ہون دونون گھرانے آباد — دونون نزدیک قرابت مین ہون باہم دیگر

جیتے جی مر گئی بس ان کی طرف سے گویا — جاکے پردیس مین بیٹی کو دیا بیاہ اگر

چھان بین اسکی تو کرتے ہین کہ گھر کیسا ہو — پر نہین دیکھتا یہ کوئی کہ کیسا ہو بر

بدمزاجی ہو، جہالت ہو، کہ ہو بدچلنی — کچھ برائی نہین، زر تو رکھتا ہو داماد اگر

وہ بھی نا شدنی دیت ہے جس کے کارن | بکریاں بھیڑیوں سے پاتی ہین پیوند اکثر
جاہلیت مین تو تھی اک یہی آفت کہ وہان | گاڑ دیجاتی تھی بس خاک مین تنہا دختر
ساتھ بیٹی کے مگر اب پدر و مادر بھی | زندہ در گور سدا رہتے ہین اور خستہ جگر
اپنا اور بیٹیون کا جبکہ نہ سوچین انجام | جاہلیت سے کہین ہے وہ زمانہ بدتر

سید احمد خان کی تصانیف کی تردید

اک مولوی کہ تنگ بہت تھا معاش سے | برسون رہا تلاش مین وجہ معاش کی
وہ شہر شہر نوکری کی ٹوہ مین پھرا | لیکن نہ اُس کے ہاتھ کہین نوکری لگی
اخبار بھی نکال کے بخت آزمائی کی | تدبیر پہ بھی اس کی نہ تقدیر سے چلی
روزی کی خاطر اُس نے کیے سیکڑون جتن | پر کی کہین نصیب نے اس کے نہ یاوری
راہ طلب مین جب ہوئی سرگشتگی بہت | اک خضر پے خجستہ نے کی آکے رہبری
جھک کر کہا یہ کان مین اُسکے کہ آجکل | سُنتا ہون چھپ رہی ہین تصانیف احمدی
جا اور لفظ لفظ کو اس کے تچھیڑ کر | تردید اسکی چھاپ دے جو ہو بُری بھلی
پھر دیکھنا کہ راس و چپ و گرد و پیش سے | لگتی ہے کیسی آکے زر و سیم کی جھڑی
دنیا طلب کو چاہیئے اک یہ فریب ہو | دنیا پہ جب تلک کہ مسلط ہے ابلہی

یقین

آتی نہین ہے شرم تجھے اے خدا پرست | دل مین کہین نشان نہین تیری یقین کا
جی مین ترے ہزارون گذرتے ہین وسوسے | ہوتی نہین قبول تری ایک اگر دعا
تجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے بت پرست | جسکا یقین ہے تیرے یقین سے کہین سوا
وہ مانگتا بتون سے مرادین ہے عمر بھر | گو حاجت اس کی اُن سے ہوئی ہو نہ روا

آتا نہین یقین مین اسکے کبھی قصور — امید اسکی روز فزون ہے اور التجا
تو بندۂ غرض ہے۔ وہ راضی رضا پہ ہو — وہ ہے کہ یہ ہے بندگی ہا اے بندۂ خدا

استفادہ

لیجئے بھیک دوڑ کر ہو گدا گری کا یہ — جس سے ملے جہان سے ملے جو ملے اور جب ملے
ہے یہی اصل اکتساب۔ ہو جیئر سب سے مستفید — زک ملے۔ یا سزا ملے۔ درس ملے ادب ملے

لایق آدمی دوست اور دشمن دونون سے فائدہ اُٹھا سکتے ہین

قول ایک حکیم کا ہے کہ گر غور کیجئے — ہے حق مین سب کے دوست سے دشمن مفید تر
اول تو سوجھتا ہی نہین عیب دوست کو — اور سوجھتا ہے تو نہین لاتا زبان پر
پر ایک بار دشمن اگر دیکھ پائے عیب — سو سو طرح سے وہ اُسے کرتا ہے جلوہ گر
دشمن سے بڑھ کے کوئی نہین آدمی کا دوست — منظور اپنے حال کی اصلاح ہو اگر
اور دوست سے زیادہ نہین کوئی بدسگال — رکھتا ہی جو کہ دوست کے عیب اُس سے مستتر
گو قول ہے متین پہ جو تھی سخن کی تہ — افسوس ہے حکیم کی پہونچی نہ وان نظر
دشمن کے جو کہ طعن سے ہوتے ہین مستفید — عیب انکے دوست کیون نہ جتائینگے بے خطر
اور جو کہ دوست سے نہین سن سکتے اپنے عیب — وہ دشمنون کے طعن سے کیا ہونگے بہرہ ور
جن کو خدا نے جوہر قابل دیا ہے یان — موقوف عبرت[1] انکی نہ دشمن نہ دوست پر

[1] عبرت و اعتبار نصیحت حاصل کرنا ۱۲

سخن سازی

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز — پاؤگے کسی فن مین کہین بند نہ اُس کو
موجود سخنگو ہون جہان وان ہین طبیب آپ — اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخنگو
دونون مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ — پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دونو

عقل اور نفس کی گفتگو

نفس کو عقل نے چاہا کہ کرے خوار و زبون (مغلوب ۱۲) — اپنے دعوون پہ بیان کرکے دلیل و برہان
کہا اے نفس نہین تجھ مین مآل اندیشی — درد ہین تیرے۔ اسی واسطے سب بے درمان
ہے غنیمت تجھے وہ رات کی دم بھر کی خوشی — جس کا آتا ہے نظر پیشتر از صبح زیان
سود سے کچھ تجھے رغبت نہ زیان سے پرہیز — تیرے نزدیک ہی درد اور دوا سب یکسان
نہین غفلت مین تجھے دین نہ دنیا کی خبر — یہ بھی ہے نیند کوئی۔ موت کا ہے جسپہ گمان
نہ جوانی مین تجھے صبر نہ پیری مین شکیب — کبھی ہوتا نہین کم تیری خودی کا طوفان
کہین جاوے نہ بھٹک منزلِ مقصود سے تو — دیکھ جاتا ہی کدھر اور تجھے جانا ہے کہان
ہاتھ دھو لذتِ فانی سے۔ نہین گر منظور — عیش باقی و حیاتِ ابدی سے حرمان
نفس نے عقل سے کی عرض کہ اے خضر طریق — وعظ پر تیرے ہی زیبا کہ فدا کیجیے جان
پر نہین حکم ترا کوئی عمل کے قابل — گو کہ حکمت سے بھرا تیرا سراسر ہے بیان
نقد کو چھوڑنا اور نسیہ کی رکھنی امید — کوئی تسلیم کرے گا نہ اسے جز نادان
ہے یہ ایک ایک مری لذتِ فانی وہ بلا — سو حیاتین ابدی تیری ہین جسپر قربان
ایک اب بھوکے سے کہتا ہو کہ لے قاب طعام — ایک مسولے کرتا ہو پس از سال روان
کیونکہ امید پہ اک مائدۂ نعمت کی — سال بھر صبر کرے گرسنگی مین انسان

عقل نے سُن کے کہا خوف ہی تجھسے اے نفس ‏ خونریزہ تیرا تجھے دیکھیے پہونچائے کہان

حق کے پیرایہ مین ہوتا نہین باطل سرسبز ‏ کیجیے لاکھ بیان اسپہ دلیل و برہان

جان بلب بھوک سے ہو گرسنہ بالفرض اگر ‏ زہر دانستہ کرے نوش۔ نہین یہ امکان

نہ کہین بھوک مین کھا بیٹھیو یہ لقمۂ نقد ‏ اسکے کھانےمین نہین جان کی خیر اے نادان

عادت کا غلبہ عقل پر

دیکھ عادت کا تسلُّط مین نے عادت سے کہا ‏ گھیر لی عقل صواب اندیش کی سب تو نے جاے

ہنسکے عادت نے کہا کیا عقل ہی مجھسے الگ؟ ‏ مین ہی بنجاتی ہون نادان رفتہ رفتہ عقل و راے

شعرا کو سلطنت مین دخل دینا

سنتے ہین یہ اک مُدبّر کی ہے راے ‏ "چاہیے گر رونق علم زبان

شاعرون کو سلطنت کا کیجے رکن ‏ جنپہ اُسکی سب کانین ہین عیان"

راے صائب ہی بظاہر اور متین ‏ گو کیا اس کا نہین کچھ امتحان

شعر و انشا کو تو ہو شاید فروغ ‏ ہی بہت کم برخلاف اسکے گمان

سلطنت کا پر خدا حافظ ہی۔ جب ‏ شاعرون کے ہاتھ ہو اسکی عنان

اور جو وہ شاعر ہین ہندوستان کے ‏ شعر و انشا کو بھی ہی خوف زیان

ایک پر اُنمین سے چل سکتا نہین ‏ دوسرے کا جادوے حسن بیان

ایک جب چلنے نہ دیگا ایک کی ‏ پھر ترقی شعر و انشا کی کہان

لوگ کسی کی خوبیان سُن کر اتنے خوش نہین ہوتے جتنے کہ اسکے عیب سُنکر

اپنے عیبون کے ہین ہم جتنے کہ ممنون حالی ‏ اسقدر خوبیون کے اپنے نہین شکر گذار

لوگ جب عیب ہمارا کوئی سُن پاتے ہین — گو کہ کرتے ہین تاسف کا بظاہر اظہار

پر خوشی کا ہی یہ عالم کہ ہو سچ ان کو کمال — گر نصیبون سے وہ افواہ غلط پائے قرار

اور جو ہو گوش زد اُن کے کوئی خوبی اپنی — خوش تو بڑتی ہی بنانی انھین صورت ناچار

دل مین ہوتا ہی مگر غم کا یہ عالم اُنکے — کہ ملال اپنا چھپا سکتے نہین وہ زنہار

للہ الحمد کہ مخلوق کے خوش کرنے کا — نفس مین اپنے ہی سامان بہت کچھ تیار

شایستہ لوگون کا برتاؤ سائل کے ساتھ

عادت تھی اک فقیر کی کرتا تھا جب سوال — انگریز کے سوا نہ کسی سے تھا مانگتا

مدت تک اُسکی جب یہی دیکھی گئی روش — پوچھا کسی نے اُس سے کہ اسکا سبب ہے کیا

بولا کہ عادت اس لیے کی ہے یہ اختیار — چھُٹ جائے تا کہ مجھ سے یہ لپکا سوال کا

پہلے جو بھاگوانون سے ملتی تھی روز بھیک — آتا تھا مانگنے مین بہت بھیک کے مزا

پر جب سے ہی سوال کا اُس قوم پر مدار — منت سے عجز سے کبھی ملتا نہین ٹکا

امید ہے کہ مانگنے کی چھوٹ جائے لت — گر چند روز اور رہا ان سے سابقہ

آیا جواب سُن کے یہ اُس کا بہت پسند — کی آفرین اور اُس سے مخاطب نے یون کہا

نیٹو ہین جو کہ ملک مین تعلیم یافتہ — حق مین ترے مفید ہین یہ اُن سے بھی سوا

انگریز اگرچہ ہندیون کے حق مین ہین بخیل — اہل وطن پہ اُن کی مگر جان ہے فدا

پر جو کہ دیسیون مین ہین تعلیم یافتہ — دل بھائیون پہ بھی نہین ان کا پسیجتا

انگریز اتنے اجنبیون سے نہین نفور — جتنے کہ یہ عزیز عزیزون سے ہین خفا

اہل غرض پہ کاٹنے کو دوڑتے ہین یہ — شایستگی کا زہر ہے جب سے انھین چڑھا

اسراف

ایک مُسرف نے یہ ممسک سے کہا — کب تک اے نادان یہ حب مال و زر

کہتا ہی عمرو - زید بھی کتنا ہی عیب مین / بد ہو کہ نیک اُسکی زبان سے نہین بچا

یہ اُس کا اور وہ اس کا بیان کرکے کوئی عیب / ہر اک ہی اپنی اپنی بڑائی نکالتا

غیبت - امید ہی کہ نہوتی جہان مین / ہوتا اگر یہ خاک کا پتلا نہ خود ستا

حالی جو تیرے کھول رہے ہین جہان کے / شاید کہ اُس سے آپ کا ہوگا یہ مدعا

یعنی کہ لاکھ پردہ مین کوئی چھپائے عیب / اپنی نظر سے رہ نہین سکتا کبھی چھپا

القصہ جسکو دیکھیے جاہل ہو یا حکیم / آزار مین خودی کے ہی بیچارہ مبتلا

حملۂ نفس

ہم سمجھتے تھے کہ نفسِ دون ہمارے بس مین ہی / گر کبھی حملہ پہ اُسکے غالب آجاتے تھے ہم

پر جو دیکھا غور سے وہ دھمکیان تھین نفس کی / جن کو نادانی سے حملے اُسکے ٹھیراتے تھے ہم

جب کیا حملہ سب سے پہلے عقل نے ہتھیار ڈال / زور بازو پر ہمیشہ جس کے اتراتے تھے ہم

جس قوم مین افلاس ہو اُس مین بخل اتنا بدنما نہین جتنا اسراف

حالی سے کہا ہمنے کہ ہی اس کا سبب کیا / جب کرتے ہو تم کرتے ہو مسرف کی مذمت

لیکن بخلاف آپکے سب اگلے سخنور / جب کرتے تھے کرتے تھے بخیلون کو ملامت

اسراف بھی مذموم ہی پر بخل سے کمتر / ہی جس سے کہ انسان کو بالطبع عداوت

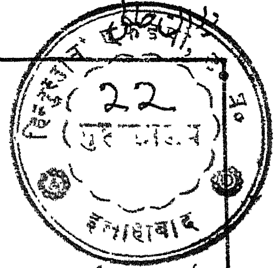
حالی نے کہا رکے نہ پوچھو سبب اسکا / یارون کے لیے ہی یہ بیان موجب رقت

کرتے تھے بخیلون کو ملامت سلف اسوقت / جب قوم مین افراط سی تھی دولت و ثروت

وہ جانتے تھے قوم ہو جس وقت تونگر / پھر اسمین نہین بخل سی بدتر کوئی خصلت

اور اب کہ نہ دولت ہے نہ ثروت ہی نہ اقبال / گھر گھر پہ ہی چھایا ہوا افلاس و فلاکت

ترغیب سخاوت کی ہی اب قوم کو ایسی / پرواز کی ہی چیونٹون کو جیسے ہدایت



رؤساے عہد کی فیاضی

کی رئیس شہر کی تعریف یاروں نے بہت — برسبیل تذکرہ باہم جو ذکر اُس کا چلا
بولے آج اُس کا نہیں مہمان نوازی میں نظیر — عاملانِ شہر مدعو اُسکے رہتے ہیں سدا
ضلع کے حکام کا ادنیٰ اشارہ چاہیے — پھر کوئی دیکھے سخاوت اُسکی اور بذل و عطا
یادگاریں جتنی ہیں اعیانِ دولت کی بنیں — انمیں صرف اسکی رقم ہے سب کے چندے سے سوا
پالکی یا دگینٹ ہے جو سواری اُسکے پاس — اہلکاروں کے لیے ہے وقف بے چون و چرا
کیا کلکٹر کیا کمشنر کیا سپاہی کیا عسس — اُسکی ہمت کے ہیں سب مداح بے روو ریا
جب یہ دیکھا مدح کا دفتر نہیں ہوتا تمام — جوڑکر ہاتھ اُن سے حالی نے بصد منت کہا
عیب بھی اُس کا کوئی آخر کرو یارو بیان — سنتے سنتے خوبیاں جی اپنا متلانے لگا

ایمان کی تعریف

فقیہ شہر نے ایمان کی جو کی تعریف — تو دی چراغ سے اُسکو آب و تاب مثال
کہا "فتیلہ اقرار باللسان ہے ضرور — جہاں ہو آتش تصدیق و روغن اعمال
کہا کسی نے کہ نکلا ہے اندنوں اک تیل[1] — نہیں ضرور فتیلہ کا جسمیں استعمال

برکت اتفاق

کہہ رہا تھا یہ اک آزاد کہ ہے جنمیں ملاپ — دولت و بخت ہے ہر حال میں اُنکے ہمراہ

---

[1] یعنے کروسین آئل جو بغیر بتی کے بھی جل سکتا ہے۔ گویا مجیب کے نزدیک اقرار باللسان ایمان کی تعریف میں داخل نہیں ہے ۱۲

نہ انھین حاجت اعوان، نہ تلاش انصار — نہ اُنھین خوف بداندیش نہ بیم بدخواہ
پر۔ نہین رابطہ جس قوم مین اور کچھ بھی — اُسکی دنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت وجاہ
نہ ملاذ اُن کے لیے قلعہ نہ خندق نہ فصیل — نہ مفید اُن کے لیے فوج نہ لشکر نہ سپاہ
ایک مُلّا نے سُنا جب یہ سخن فرمایا — تکیہ اور اس قدر۔ اسباب پہ کرنا ہی گناہ
اتفاق اور نفاق اصل مین کچھ چیز نہین — دست قدرت کے ہے سب ہاتھ سفید اور سیاہ
دان نہ ملّت کی ضرورت ہی۔ نہ کچھ پھوٹ کا ڈر — پڑ گئی فضل کی مولا کے جدھر ایک نگاہ
کہا آزاد نے سچ ہے کہ وہ دے ساتھ اگر — کردین افراد پراگندہ جماعت کو تباہ
پر مجھے خوب ہی اللہ کی عادت معلوم — اُسکو جب دیکھا ہی۔ دیکھا ہی جتھون کے ہمراہ

بُعد صوری مانع قرب معنوی نہین ہی

حالی نے جو رہنے کے لیے شہر مین اک گھر — جا اپنے محلّہ سے کہین دور بنایا
جب اہل محلّہ سے چلا ہو کے وہ رخصت — دل درد جُدائی سے عزیزون کا بھر آیا
ہمسایۂ و احباب لگے کرنے سب افسوس — اک دوست شکایت سے سخن لب پہ یہ لایا
بلی۔ کہ جو بے عقل ہی دم دیتی ہے گھر پر — اتنی بھی محبت تمھین گھر سے نہین آیا
حالی نے کہا "اُنس ہی چیز اور۔ وفا اور — بلی نے مزا پھل کا وفا کے نہین پایا
اُس مہر و وفا کے نہین بلی پہ پڑی چھینٹ — کتے نے ہے جس کا کہ سبق ہمکو پڑھایا
ہم عشق ہین مکینون پہ وہ عاشق ہی مکان کی — گھر بھول گئے ہم تو نہین تمکو بھلایا
گھر دل مین ہو یارون کا تو پھر۔ گھر ہے برابر — مشرق مین بنایا ہو کہ مغرب مین بسایا

ناصح مخلص اور اہل غرض مین تمیز

منصور نے یہ جعفر صادق سے عرض کی — "محتاج ہے ہمیشہ سے ناصح کا ہر بشر

کرتے رہیں گر آپ کرم مجھ پہ گاہ گاہ
ہوتا رہوں گا پند سے حضرت کی بہرہ ور
فرمایا ہوتے ہیں تری صحبت میں جو شریک
لائیں گے وہ نہ حرف نصیحت زبان پر
اور جن سے ہے امید نصیحت وہ بالیقین
صحبت میں بیٹھنے سے کرین گے تری حذر

خادم آقا کی خدمت میں کیون گستاخ ہو جاتے ہیں

کہتے ہیں خدام مامون کے بہت گستاخ تھے
ایک خادم کی گستاخی پہ مامون نے کہا
کوئی آقا جبکہ خوش اخلاق ہوتا ہے بہت
پیش خدمت اسکے بداخلاق ہوتے ہیں سدا
پر جو سچ پوچھو تو ہونا خادمون کا شوخ چشم
ہے دلیل اسکی کہ ہے خود خُلق آقا کا بُرا
کھو دیا ہیبت کو اپنی جس نے اور تمکین کو
اُس نے گویا ڈھا دیا رکن رکین اخلاق کا

خوشامد کرنے کی ضرورت

متوکل کا تیر چڑیا پر
ہو گیا اتفاق سے جو خطا
ابن حمدون ندیم تھا حاضر
کی خلیفہ کی مدح اور یہ کہا
جن کو خلق خدا پہ شفقت ہے
خون بہانا نہیں وہ رکھتے روا
جا نہ سکتی تھی بچ کے تیر سے وہ
تو نے دی قصداً اسکی جان بچا
ابن حمدون نے کی یہ دانائی
کہ خوشامد سے یون اُسے تھپکا
دور تھا ورنہ کیا خلیفہ سے
ہو کے اپنی خطا سے کھسیانا
جاے گنجشک ابن حمدون پر
تیر کا اپنے امتحان کرتا
ابن حمدون کی جان گو جاتی
دل تو ہوتا خلیفہ کا ٹھنڈا

رعیت پر نااہل کو مسلط کرنا

ہارون نے کہا مصر لگا ہاتھ جب اسکے
"فرعون کا تھا مصر ہی نے مغز چلایا

عصمت بی بی از بے چادری

اے بینواؤ ہنستے ہو کیا منعمون پہ تم — اخلاق مین کچھ اُن کے اگر آگیا بگاڑ
تم زد سے نفس کی ہو جبھی تک بچے ہوے — ہو جب تلک کہ پکڑے ہوے مفلسی کی آڑ
اسباب جو کہ جمع ہین منعم کے گرد و پیش — گر تمکو ہو نصیب تو دنیا کو دو اجاڑ

سچ کہان ہے

دیکھنے ہون تمھین گر جھوٹ کے انبار لگے — دیکھ لو جا کے خزانون مین کتبخانون کے
سچ کو تحریرون مین پاؤ گے نہ تقریرون مین — سچ کہین ہے تو وہ سینون مین ہے انسانون کے

اپنا الزام دوسرون پر تھوپنا

ٹھوٹ کاریگر سے جب کوئی بگڑ جاتا ہے کام — اپنے اوزارون کو وہ الزام دیتا ہے سدا
افسرون کا بھی یہی شیوہ ہے وقت بازپرس — اپنے ماتحتون کے سر دیتے ہین تھوپ اپنی خطا

خوشامد کے معنی

خوشامد کرتے ہین آ آ کے جو لوگ — تمھاری ہر دم اے ارباب دولت
خوشامد پر نہ اُن کی بھولنا تم — وہ گویا تم کو کرتے ہین ملامت
کہ جو تم مین بیان کین خصلتین نیک — نہین انمین سے تم مین ایک خصلت

تدبیر قیام سلطنت

تدبیر یہ کہتی تھی کہ جو ملک ہو مفتوح — وہان پانون جمانے کے لیے تفرقہ ڈالو

اور عقل خلاف اُسکے تھی یہ مشورہ دیتی
یہ حرف سُبک بھول کے مُنھ سے نہ نکالو

پر رائے نے فرمایا کہ جو کہتی ہی تدبیر
مانو اُسے۔ اور عقل کا کہنا بھی نہ ٹالو

کرنے کے ہین جو کام وہ کرتے رہو لیکن
جو بات سُبک ہو اُسے منھ سے نہ نکالو

مرد اور عورت کی حکومت کا فرق

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر
مردون کی حکومت مین ہی ملکون کی بُری گت

لیکن بخلاف اسکے ہی عورت کا جہان راج
وان ملک ہی سرسبز اور آباد رعیت

فرمایا کہ ہوتے ہین جہان مرد جہاندار
قبضہ مین ہی وان عورتون کے دولت و مکنت

اور سر پہ ہے عورت کے جہان افسرِ شاہی
سمجھو کہ ہی اس ملک مین مردون کی حکومت

مغرور کی پہچان

غرور زید کی کرتا ہی گر شکایت عمرو
تو سمجھو کرتا ہے اپنے غرور کا اظہار

جنھون نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہی بڑا
بڑائی دیکھ نہین سکتے غیر کی زنہار

کام اچھا کرنا چاہیے نہ جلد

کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے
اُس نے کی تاخیر اس نے جسقدر اچھا کیا

کب کیا کیونکر کیا یہ پوچھتا کوئی نہین
بلکہ ہین یہ دیکھتے جو کچھ کیا کیسا کیا

گدائے مبرم

اک برہمن مورتی کے سامنے باصد نیاز
مانگتا تھا ہاتھ پھیلائے دعا بیٹھا کہین

آن نکلا با نوا اک مانگتا کھاتا ادھر
دیکھ محویت برہمن کی گیا بس جم وہین

جی مین آیا چھیڑ کر مائل بہ بہمن کو کرے — تا کہ پوچھے کچھ نہ کچھ یارون کو ہو کر شرمگین
مورتی کے سامنے جب کر چکا وہ التجا — با نوا بولا کہ ہے تو بھی عجب کوتاہ بین
مورتی کچھ تجھکو دے گی اور نہ دیسکتی ہے وہ — ناحق اتنی التجا مین اُسکے آگے تو نے کین
ہنسکے برہمن نے کہا ہے مانگنا بندہ کا کام — دے نہ دے وہ۔ اس سے کچھ مطلب نہین لیتے ہین
ہم نہین دیتے ڈھٹی تم جیسے ڈھیٹون کی طرح — ہاتھ پھیلاتے ہین لیکن پانون پھیلاتے نہین

بے اعتدالی

تم اے خود پرستو طبیعت کے بندو — ذرا وصف اپنے سنو کان دھر کے
نہین کام کا تمکو اندازہ ہرگز — جدھر ڈھل گئے ہو ہے بس ادھر کے
جو گانے بجانے پہ آئی طبیعت — تو چیخ اُٹھے دو دن مین ہمسائے گھر کے
جو مجرے مین بیٹھو تو اُٹھو نہ جبتک — کہ اُٹھ جائین ساتھی سب ایک ایک کر کے
اگر پل پڑے چوسر اور گنجفہ پر — تو فرصت ملے شاید اب تمکو مر کے
پڑا مرغ بازی کا لپکا تو جانو — کہ بس ٹھن گئے عزم جنگ تتر کے
چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر — تو پھر گھاٹ کے آپ ہین اور نہ گھر کے
جو ہے تم کو کھانے کا چسکا تو سمجھو — کہ چھوڑین گے اب آپ دوزخ کو بھر کے
جو پینے پہ آؤ تو پی جاؤ اتنی — رہین پانون کے ہوش جس مین نہ سر کے
جو کھانا تو بیحد جو پینا تو اُت گت — غرض یہ کہ سرکار ہین پیٹ بھر کے

طبیب اپنے بیمارون کے مرنے پر مغموم کیون نہین ہوتے

بشر کے صدمہ سے ہوتا ہے ہر بشر کو ملال — کہ ایک جڑ کی ہین سب ٹہنیان صغار و کبار
یہ صدمہ گر غلطی سے کسی کی پڑتا ہے — تو اور بھی اُسے دیتا ہے انفعال فشار
یہی سبب ہے کہ ہوتے نہین طبیب ملول — جو چل بسے کوئی اُن کے علاج مین بیمار

وہ جانتے ہین کہ چھپ جائے گی خطا ہم پر — کیا ملال کا اپنے گر اس جگہ اظہار

اپنی ایک ایک خوبی کو بار بار ظاہر کرنا

گو آدمی کا حافظہ کیسا ہی ہو قوی — پر بھول چوک ہے بشریت کا مقتضا
ہوتا ہے اُس سے کار نمایان کوئی اگر — کرتا ہے بار بار بیان اسکو برملا
یہ تو وہ بھولتا نہین ہرگز کہ چاہیے — ہر بار اپنی مدح کا پیرایہ اک جُدا
پر اتفاق سے نہین رہتا یہ اُسکو یاد — یارون سے مین بیان ابھی کر چکا ہون کیا
بھولے نہ اپنی یاد پہ انسان کو چاہیے — آخر بشر کا خاصہ ہے سہو اور خطا

فضول خرچی کا انجام

سرے پہ راہ کے بیٹھا تھا اک گدائے ظریف — جہان سے ہو کے گذرتے تھے سب صغیر و کبیر
ہر اک سے ایک درم مانگتا تھا بے کم و بیش — سخی ہو یا کہ ممسک غریب ہو کہ امیر
فضول خرچ تھا بستی مین ایک دولتمند — کہ جسکا تھا کوئی اسراف مین نہ شبہ و نظیر
ہوا جو ایک دن اس راہ سے گذر اُسکا — درم اک اُس نے بھی چاہا کہ کیجے نذر فقیر
کہا فقیر نے گو اپنی یہ نہین عادت — کہ لین درم سے زیادہ کسی سے ایک شعیر
پہ لون گا آپ سے مین پانچ کم سے کم دینا — کہ دولت آپ کی پاتا ہون مین زوال پذیر
یہی اللے تللے رہے تو آپ کو بھی — ہماری طرح سے ہونا ہے ایک روز فقیر
سو وقت ہے یہی لینے کا خود بدولت سے — دکھائے دیکھیے پھر اسکے بعد کیا تقدیر

اختلاف مذاہب رفع نہین ہو سکتا

غیر ممکن ہے کہ اُٹھ جائے دلیل و بحث سے — جو چلا آتا ہے باہم اہل مذہب مین خلاف

ہو نہین سکتا مطابق جبکہ دو گھڑیون کا وقت
رفع ہو سکتے ہین پھر کیونکر ہزارون اختلاف

انسان جو اشرف المخلوقات ہے سب سے زیادہ مورد آفات ہے

دل پہ جو کیفتین ہین ناگوار
دو ہین اُنمین سے نہایت جانگزا

ایک فکر اُس آنے والے وقت کی
شک نہین ہے جسکے آنے مین ذرا

دوسرے چوٹین زبانِ خلق کی
زخم جن کا زخم ہے تلوار کا

اور بھی حیوانِ ناطق کے لیے
ہین بہت سی زحمتین انکے سوا

پر گدھے اور اور حیوانات سب
رہتے ہین دورانِ گردون سے سدا

کیسا اِن آلام سے رہتا نچنت
اشرف المخلوق اگر ہوتا گدھا

چنڈو بازی کا انجام

ایک متولے سے چنڈو کے وہ تھا ہوشمین جب
پوچھا ناصح نے کہ اس کام کا آخر انجام ہے

بولا انجام وہی جو کہ ہے سب کو معلوم
زندگانی کو وداع اور جوانی کو سلام

آنکھ مین اپنے پرائے کی ٹھہرنا بیقدر
شہر کے کوچے و بازار مین رہنا بدنام

جس سے عقبیٰ ہو درست ایسا نہ ہونا کوئی ہیچ
جس سے دنیا مین ہو نام ایسا نہ کرنا کوئی کام

ہم پہ آئینہ ہے جو حال ہے ہونا اپنا
نفس سرکش کے مگر ہاتھ مین ہے اپنی زمام

کہا ناصح نے کہ انجام ہو معلوم اگر
لے نہ اس زہر ہلاہل کا کوئی بھول کے نام

یہ تو کہتے ہو کہ انجام بُرا ہے لیکن
یہ بتاؤ کہ بُرا ہوتا ہے کیسا انجام

بُری انجام کی تب ہو گی حقیقت روشن
بُرے انجام سے جب آکے پڑے گا خود کام

مرنے والے ہی کو ہے موت کی لذت معلوم
گو کہ رکھتے ہین یقین موت کا سب پختہ و خام

قوم کی پاسداری

اک مسلمان خاص انگریزون سے یون نکتہ چین
پاس ان لوگون کو اپنی قوم کا ہے کس قدر

چاہتے ہین نفع پہونچے اپنے اہل ملک کو
گوکہ اُن کے نفع مین ہو ایک عالم کا ضرر

کارخانہ کا یہ را جس کے کبھی چاکو نہ لین
اسکا ہو بیچارہ ہندی بیچنے والا اگر

خوردنی چیزین جو یان سے لینی پڑتی ہین اُنھین
اُن کو لندن سے منگائین بس چلے ان کا اگر

الغرض اہل وطن کی پاسداری کو یہ لوگ
جانتے ہین دین و ایمان اپنا۔ قصہ مختصر

سُن کے حالی نے کہا۔ یہ حصر انگریزون پہ کیا
ایک سے ہے ایک قوم اِس عیب مین آلودہ تر

ہین محبت مین سب اندھے اپنی اپنی قوم کے
یہ وہ خصلت ہے کہ مجبول اس پہ ہے طبع بشر

کھیان جیتی نگلجاتے ہین پاس قوم مین
اچھے اچھے راستباز اور حق پسند اور دادگر

ہان بری اس عیب سے دیکھے اس دنیا مین ہے
چشم بد دور امت مرحوم اے جان پدر

اور قومون سے انھین لوگون کو ہے یہ امتیاز
حملہ جب کرتے ہین یہ کرتے ہین اپنی فوج پہ

ہو گا خوف ایسا نہ دشمن سے کسی دشمن کو یان
جسقدر ہے ان سے اپنون اور یگانون کو خطر

غزلیات قدیم وجدید

چونکہ بہت سی ردیفین قدیم غزلیات مین اور بہت سی جدید غزلیات مین نہین تھین۔ اسلیے ہر ایک ردیف مین دونون قسم کی غزلین ملا جلا کر لکھدی گئی ہین۔ اور تمیز کے لیے ہر قدیم غزل کے شروع مین حاشیہ پر حرف ق لکھدیا گیا ہی تاکہ ناظرین اندازہ کرسکین کہ قدیم وجدید غزل مین کیا فرق ہی۔

قبضہ ہو دلون پر کیا اور اس سے سوا تیرا — اک بندۂ نافرمان ہے حمد سرا تیرا

گو سب سے مقدم ہی حق تیرا ادا کرنا — بندے سے مگر ہوگا حق کیونکہ ادا تیرا

محرم بھی ہی ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم — کچھ کہہ نہ سکا جس پر یان بھید کھلا تیرا

چھپتا نہین نظرون مین یان خلعتِ سلطانی — کملی مین مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا

قطعہ

۱ عظمت تری مانے بن کچھ بن نہین آتی یان — ہین خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

۲ تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط ان کو — جو رنج و مصیبت مین کرتے ہین گلا تیرا

۳ نشے مین وہ احسان کے سرشار ہین اور بیخود — جو شکر نہین کرتے نعمت پہ ادا تیرا

۴ سمجھا ہے پرے تجکو ادراک کی سرحد سے — جس قوم نے رکھا ہے انکار روا تیرا

۵ طاعت مین ادب تیرا عصیان سے ہی گو بڑھ کر — عصیان مین ہے طاعت سے اقرار سوا تیرا

آفاق مین پھیلے گی کبتک نہ مہک تیری — گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا[1] تیرا

ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گذرتا ہی
کچھ رنگ بیان حالی ہی سب سے جدا تیرا

[1] یہ اشارہ ہی اس حدیث کی طرف الا ان للہ نفحات فی الدہر الا فتعرضوا لہا یعنی خدا کی خوشبوئین زمانہ مین پھیلی ہوئی ہین سو ان کا آگاہ رہو اور ان کو اوپر نہ جانے دو ۱۲

کامل ہے جو ازل سے وہ ہی کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

ہے عارفون کو حیرت اور منکرون کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہی رعبِ جمال تیرا

کاوش مین ہے الٰہی دُگدا مین ہی طبیعی
جو حل ہوا نہو گا وہ ہے سوال تیرا

چھوٹے ہوے ہین گو جی۔ پر دل بندھی ہوی ہین
ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا

گو حکم تیرے لاکھون یان ٹالتے رہے ہین
لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا

پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی
پھیلا ہوا ہی ہر سو عالم مین جال تیرا

اُن کی نظر مین شوکت جچتی نہین کسی کی
آنکھون مین بس رہا ہی جن کی جلال تیرا

دل ہی کہ جان۔ تجھ سے کیونکر عزیز رکھیے
دل ہی سو چیز تیری جان ہی سو مال تیرا

ہر پیرِ زال سے دل اُس کا قوی زیادہ
رکھتی ہے آسرا یان جو پیرزال تیرا

ہے پاس دوستون کے تیری یہی نشانی
یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا

بیگانگی مین حالی۔ یہ رنگِ آشنائی
سُن سُن کے سر دُھنین گے قال اہلِ حال تیرا

رہ مین دشتِ جنون کی تیرے عجب مزا خوشگوار دیکھا
نہ اس سفر مین تکان دیکھی نہ اس نشے مین خمار دیکھا

نہ جی رُکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے آس ٹوٹے
رہے سدا نامراد جو یان اُنھین بھی امیدوار دیکھا

رُخِ جہان سوز تیرا دیکھا نظارہ افروز جس چمن مین
نہ بلبل و گل مین وان تعلق نہ سرو و قمری مین پیار دیکھا

سوارِ محمل کی جستجو مین ہزارون دشتِ طلب مین دوڑے
نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط کچھ اُٹھتا غبار دیکھا

جو لاکھ مین ایک پر کہین کچھ کھلا بھی قسمت سے بھید تیرا

ملا نہ کھوج اس کا پھر کسی کو ہزار ڈھونڈا ہزار دیکھا
لگن میں تیری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پر خطر سے
گئے وہ کود آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا
بچے ہوے کاہشون سے یان کی وہی ہین جو تیری ہولیے ہین
وگرنہ زخمون سے حادثون کے ہر ایک سینہ فگار دیکھا
چمن مین بھولے سے جا بھی نکلے اگر کبھی داغدار تیرے
گل ان کی نظرون مین چبھتے دیکھا کھٹکتے آنکھون مین خار دیکھا
خبر نہین یہ کہ کیا ہے کیسا ہے کون ہے اور تو کہان ہے
پہ اپنے مین اور تجھ مین ہم نے علاقہ اک استوار دیکھا
سلوک ہین تیرے سب سے یکسان وہ گبر و ترسا ہون یا مسلمان
نہ ان سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا
سپر بھی دی تو نے تیغ بھی دی مگر دیے ہاتھ باندھ سب کے
جنھین تھا یان اختیار سب کچھ انھین بھی بے اختیار دیکھا
بشر سے کچھ ہو سکے نہ حالی تو ایسے جینے سے فائدہ کیا
ہمیشہ بیکار تجھکو پایا کبھی نہ سرگرم کار دیکھا

ق

پردہ ہو لاکھ کینۂ شمر و یزید کا — چھپتا نہین جلال تمھارے شہید کا
مضمون ہر نقش دل مین لدینا مزید کا — کونین سے بھریگا نہ دامن امید کا
قفل درِ مراد سب اکبار کھل گئے — چھوڑا جب آرزو نے بھروسا کلید کا
دیکھا ہے ہمنے عالم رحمت کو غور سے — ہر شش جہت مین محط دل ناامید کا
شرم کرم کی ہین یہی گر پردہ داریان — انجام ایک ہوگا شقی و سعید کا
ہے نعرہ بانِ جذبۂ توفیق درمیان — یان امتیاز کیا ہے قریب و بعید کا

۱؎ قرآن شریف مین ہر کہین لدینا مزید ... [illegible]

ہو آسمان پہ تیرے جگر خوار کا دماغ — خونِ جگر مین نشہ ہو جامِ نبید کا

تسکین نہین مشاہدۂ گاہ گاہ سے — یارب یہ روزہ دار ہو مشتاق عید کا

دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر — لا تقنطوا جواب ہو ہل من مزید کا

حالی کی ہین اگر یہی شیوا بیانیان -
لیگا نہ کوئی نام ظہیر و رشید کا

نعت

یا ملکی الصفات یا بشری القوے — فیک دلیل علی انک خیر الوریٰ

تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ آب سے خاک — خلقک خصب الزمان بعثک محیا الوریٰ

دعوے روشن ترا ثابت ہے بینہ — صورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گوا

قال ترا اور حال نشۂ وحدت مین چور — اوڑھنا تیرا خدا اور بچھونا خدا

غیب سے بھیجا تجھے ٹاپتا پھرتا تھا جب — دشت مین بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما

اُٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت — جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اُٹھے گھٹا

شان رسالت کی تھی تیری جبین سے عیان — گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جدا

گلہ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو — گلہ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا

دوڑ پڑے سوئے حق کاٹ کے سب بیڑیان — اُمتون کے جب پڑی کان مین تیری صدا

راہب و قسیس و حبر رہ گئے دل تھام کر — دیکھ کے تیرا قدم ہم قدم انبیا

خاک تھی جس ملک کی مزرع شر و فساد — تو نے اُسی کو دیا ارض مقدس بنا

تو نے تحمل کیا قوم کا غلبہ تھا جب — جب ہوئی مغلوب قوم تو نے ترحم کیا

چھوڑ گئے تھے سلف کام ادھورے بہت — تو نے کیا دام دام قرض سب ان کا ادا

تو نے کیا سر حق عارف و عامی پہ فاش — ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

چوٹ سے حق کی رہا دل نہ اچھوتا کوئی — ایک کے جی کا لگا ایک کو گھائل کیا

حجت حق کرچکا دین ترا جب تمام — پھر نہ کسی دین کا رنگ جہان مین جما

دیر[1] ہوے بےچراغ اور صلوات یہود — شرک ہوا مضمحل اور کہانت ہبا

بجھ گئے آتشکدے بیٹھ گئے بتکدے — ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت[2] فنا

اُٹھے بہت مدعی جیسے کہ ساون مین گھانس — مزبلہ پر چند روز باقی ہے نشوونما

غیرتِ حق نے مگر جلد لیا انتقام — رل گئے اُٹھ اُٹھ کے سب خاک مین اہل ہوا

رہ گیا نامِ سجاح[3] کذب مین ضرب المثل — اسود و ابن کثیر خوار ہوے برملا

سلسلۂ انبیاء ختم نہ ہوتا۔ اگر — حق کی حقیقت سے تو پردہ نہ دیتا اُٹھا

آتے ہی چشمہ دیا تونے کنوئین سے نکال — جسکو چلے آتے تھے کھودتے سب انبیا

بس نہ رہا اشتباہ اب حق و باطل مین کچھ — بھیج چکا تیرے ہاتھ ملتِ بیضا خدا

تجھ پہ صلوۃ و سلام ربِ سمٰوات سے

روز و شب و صبح و شام قدر ہلال و حصے

اے عشق تونے اکثر قومون کو کھا کے چھوڑا — جس گھر سے سر اُٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا

ابرار تجھسے ترسان احرار تجھ سے لرزان — جو زد پہ تیری آیا اسکو گرا کے چھوڑا

رایون کے راج چھینے شاہون کے تاج چھینے — گردن کشون کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا

کیا منعمون کی دولت کیا زاہدون کا تقوے — جو گنج تونے تاکا اُسکو لٹا کے چھوڑا

جس رہگذر مین بیٹھا تو غول راہ بن کر — صنعان سے راست رو کو رستہ بھلا کے چھوڑا

فرہاد کوہکن کی لی تونے جان شیرین — اور قیس عامری کو مجنون بنا کے چھوڑا

---

[1] دیر راہبون کا کلیسا۔ صلوات۔ یہودیون کا کلیسا۔ ہبا غبار یا چیز ۱۲ [2] مجوسی جو دو خدا ایک خالق خیر اور ایک خالق شر یعنی یزدان اور اہرمن کو مانتے ہین اس عقیدہ کو ثنویت کہتے ہین۔ ۱۲ [3] سجاح ایک عورت مدعیہ نبوت کا نام ہے جس کا کذب عرب مین ضرب المثل ہے چنانچہ کہتے ہین ھو اکذب من سجاح اور اسود عنسی اور مسیلمہ جسکی کنیت ابن کثیر ہے۔ یہ دونون مدعی نبوت تھے جو آخر کار قتل کیے گئے۔ ۱۲

یعقوب سے بشر کو دی تونے ناصبوری
یوسف سے پارسا پر بہتان لگا کے چھوڑا

لاگ اور لگاؤ دونو ہین دلگداز تیرے
پتھر کے دل تھے جن کے انکو رُلا کے چھوڑا

عقل و خرد نے تجھسے کچھ چپلقش جہان کی
عقل و خرد کا تونے خاکا اُڑا کے چھوڑا

علم و ادب رہے ہین دبے ترے ہمیشہ
ہر معرکہ مین تونے اُن کو دلا[1] کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگین روداد تیری دلکش
شعر و سخن کا تونے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اُسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

دیکھ اے امید کیجو ہم سے نہ تو کنارا
تیرا ہی رہ گیا ہے لے دیکے اک سہارا

یون بے سبب زمانہ پھرتا نہین کسی سے
اے آسمان کچھ اسمین تیرا بھی ہے اشارا

میخانہ کی خرابی جی دیکھکر بھر آیا
مُدت کے بعد کل وان جا نکلے تھے قضارا

اک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہے
اے زاہدو تمھارا ہے اسمین کیا اجارا

دُنیا کے خرخشون سے چیخ اُٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہوگئے گوارا

توفیق نے ہمیشہ لی تنت پر خبر یان
جب ناؤ ڈگمگائی پاس آگیا کنارا

انصاف سے جو دیکھا نکلے وہ عیب سارے
جتنے ہنر تھے اپنے عالم مین آشکارا

افسوس اہل دین بھی مانند اہل دنیا
خود کام و خود نما ہین خود بین ہین اور خود آرا

امت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر
اسلام ہے فقیہو ممنون بہت تمھارا

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چین ہوئے چُپ
سب کچھ کہا اُنھون نے پر ہمنے دم نہ مارا

حالی سے کام ہر یان فعلون سے اسکے کیا کام
اچھا ہے یا بُرا ہے پھر یار ہے ہمارا

رونا نہو گا حالی شاید یہ کم تمھارا
جب دیکھو آنسوؤن سے دامن ہے نم تمھارا

[1] دلانا۔ کشتی دلانا۔ یعنی پچھاڑنا۔ اکثر کشتی کا لفظ حذف کرکے صرف دلانا بولتے ہین ۱۲

الفت مین دم بدم کچھ لذت ہی بڑھتی جاتی چھوڑے گا کھا کے شاید عاشق کو غم تمھارا

عاقل ہین شہر مین کم نادان بہت ہین واعظ ہے مصلحت کہ اکثر بھرتے ہین دم تمھارا

دلجو نہین کوئی یان حیف اے صنم پرستو دلکش بہت تھا ورنہ بیت الصنم تمھارا

گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم اپنی نظر مین ہوتا گر وزن کم تمھارا

دشت طلب کے رستو طے ہو گے کس طرح تم آتا نہین سمجھ مین کچھ پیچ و خم تمھارا

دو بینواؤن کو بھی کچھ جم کے جانشینو بس جام جم ہمارا اور ملک جم تمھارا

روسی ہون یا تتاری ہم کو ستائین گے کیا دیکھا ہے ہم نے برسون لطف و کرم تمھارا

کھولی ہین تمنے آنکھین ای حادثو ہماری احسان یہ نہ ہرگز بھولین گے ہم تمھارا

ہوتے ہی تم تو بیدل کچھ رو دیے سوارو ہے لاکھ لاکھ من کا ایک اک قدم تمھارا

رستے مین گر نہ ٹھہرے تو تم بھی جا ملو گے گذرا ابھی ہے یان سے خیل و حشم تمھارا

پھرتے ادھر ادھر ہو کس کی تلاش مین تم گم ہے تمھین مین یارو باغ ارم تمھارا

جادو رقم تو مانین ہم دل سے تم کو حالی
کچھ کر کے بھی دکھاے زور قلم تمھارا

وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہین توانا پہونچا ہی بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانا

خود مہر وطن سے ہو وداع اب کے سفر مین جانا ہے وہان پھر کے جہان سے نہین آنا

دلّی سے نکلتے ہی ہوا جینے سے دل سیر گویا نہ رہا اب کہین دنیا مین ٹھکانا

یارب طلب وصل ہو یا ہو طرب وصل جس دن کہ یہ دو نو نہون وہ دن نہ دکھانا

دنیا کی حقیقت نہین جز حسرت و حرمان چھل بل پہ تم اس زال فسونگر کی نہ آنا

افسوس کہ غفلت مین کٹا عہد جوانی تھا آب بقا گھر مین مگر ہم نے نہ جانا

یارون کو ہمین دیکھ کے عبرت نہین ہوتی اب وہ قصہ سا بنا پڑا ہم کو سنانا

دنیا مین اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن وہ دن ہے کہ جب دن ہو اسے چھوڑ کے جانا

لی ہوش مین آنے کی جو ساقی سے اجازت   فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا

ڈھارس سی کچھ اے ہمقدمو تم سے بندھی ہے
حالی کو کہین راہ مین تم چھوڑ نہ جانا

جہان مین حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجیے گا
یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اس کا چرچا نہ کیجیے گا

ہو لاکھ غیرون کا غیر کوئی۔ نہ جاننا اُس کو غیر ہرگز
جو اپنا سایہ بھی ہو تو اُس کو تصور اپنا نہ کیجیے گا

سُنا ہے صوفی کا قول ہے یہ کہ ہے طریقت مین کفر دعوی
یہ کہدو دعوی بہت بڑا ہے پھر ایسا دعوی نہ کیجیے گا

اسی مین ہے خیر حضرتِ دل کہ یار بھولا ہوا ہے ہمکو
کرے وہ یاد اُس کی بھول کر بھی کبھی تمنّا نہ کیجیے گا

کہے اگر کوئی تمکو واعظ کہ کہتے کچھ اور کرتے ہو کچھ
زمانہ کی خو ہے نکتہ چینی کچھ اس کی پروا نہ کیجیے گا

کمال ہے ضد بے کمالی۔ نہین ملاپ اُن مین حرف گیرا
جو ہم پہ کچھ چوٹ کیجیے گا تو آپ بیجا نہ کیجیے گا

لگاؤ تم مین نہ لاگ زاہد نہ دردِ اُلفت کی آگ زاہد
پھر اور کیا کیجیے گا آخر جو ترکِ دنیا نہ کیجیے گا

تمھارا تھا دوستدار حالی اور اپنے بیگانہ کا رضاجو
سلوک اُس سے کیے یہ تم نے تو ہمسے کیا کیا نہ کیجیے گا

ہو عزم دیر شاید کعبہ سے پھر کر اپنا   آتا ہے دور ہی سے ہمکو نظر گھر اپنا
[illegible] آتے نہین نظر ہم   وحشت [illegible] دل کی لگا جو ہمراہ اپنا

پیرِ مغان سے ہوکر تب سرخرو ملینگے فضل و ہنر کا ہوگا جب چاک محضر اپنا
بیگانہ وش ہر گروہ تو ہیں ہمارے ڈھب کا ایسون ہی سے نبھا ہے یارانہ اکثر اپنا
عصمت پہ اپنی تھی خود فطرت گواہ اپنی کر بیٹھے اپنے ہاتھون ہم چاک محضر اپنا
کچھ کذب و افترا ہے کچھ کذب حق نما ہے یہ ہے بضاعت اپنی اور یہ ہے دفتر اپنا

غیرت کو لینگے آخر اپنا بنا کے کیا ہم
اپنون ہی سے ہے حالی کچھ دل مکدر اپنا

معنے کا تم نے حالی دریا اگر بہایا یہ تو بتائین حضرت کچھ کر کے بھی دکھایا
اے بانگ طبل شاہی دن ہوگیا جب آخر خوابِ گران سے تو نے ناحق ہمین جگایا
تھا ہوش یاد گل کا دورِ خزان مین کس کو اے عندلیب نالان یہ تو نے گل کھلایا
ویران ہے باغ تس پر پھولی نہین سماتی مژدہ صبا نے یارب بلبل کو کیا سنایا
اے عشق دل کو رکھا دنیا کا اور نہ دین کا گھر ہی بگاڑ ڈالا تو نے بنا بنایا
ڈرتے رہین گے اب ہم بیجرم بھی سزا سے احسان اس کا جس نے ناحق ہمین ستایا
واعظ کی حجتون سے قائل تو ہوگئے ہم کوئی جواب شافی پر اس سے بن نہ آیا
آیا نہ تھا کبھی یان گویا قدم خزان کا دو دن مین یون پلٹ دی کس نے چمن کی کایا
تقلیدِ قوم ہی پر گر ہے مدار تحسین تو ہمنے دوستون کی تحسین سے ہاتھ اُٹھایا

دیکھا تو کچھ نظر مین حالی جچا نہ اپنی
جو جو گمان تھے ہمکو اُنکا نشان نہ پایا

نفس دعوی بیگناہی کا سدا کرتا رہا گرچہ اُترے جی سے دل اقرار کرتا رہا
حق نے احسان مین نہ کی اور مینے کفران مین کمی وہ عطا کرتا رہا اور مین خطا کرتا رہا
چوریون سے دیدہ و دل کی نہ شرمایا کبھی چپکے چپکے نفس خائن کا کہا کرتا رہا
طاعتون کی تہ سے بچ بچ کر چلا راہِ خطا وار اُن کا اس لیے اکثر خطا کرتا رہا

نفس مین جو نا روا خواہش ہوئی پیدا کبھی — اُس کو حیلے دل سے گھڑ گھڑ کر روا کرتا رہا

مُنھ نہ دکھیین دوست پھر میرا اگر جانین کہ مین — اُن سے کیا کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا

تھا نہ استحقاق تحسین پر سنی تحسین سدا — حق ہے جو دون ہمتی کا وہ ادا کرتا رہا

شہرت اپنی جسقدر بڑھتی گئی آفاق مین — کبر نفس اتنا ہی یان نشو و نما کرتا رہا

ایک عالم سے وفا کی تونے اے حالی مگر
نفس پر اپنے سدا ظالم جفا کرتا رہا

کہین الہام منوانا پڑے گا ۱ کہین کشف اپنا جتلانا پڑے گا

نہو صوفی صفا گو تجھ مین لیکن ۲ کرشمہ کوئی دکھلانا پڑے گا

نصیحت بے اثر ہے گر نہو درد — یہ گُر ناصح کو بتلانا پڑے گا

جنھین ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا — اُنھین سچون کو جھٹلانا پڑے گا

عوام الناس کا ہوگا جنھین منھ — اُنھین خاصون پہ منھ آنا پڑے گا

رہے وصف جنان کی مشق واعظ — تجھین بچون کو بہلانا پڑے گا

سخن مین پیروی کی گر سلف کی — انھین باتون کو دھرانا پڑے گا

قطعہ

تعلق کا ہے پھندا پیچ در پیچ ۱ یہ عقدہ ہم کو سلجھانا پڑے گا

بہت یان ٹھوکرین کھائی ہین ہمنے ۲ بس اب دنیا کو ٹھکرانا پڑے گا

نہین بُو انس کی اس غمکدے مین ۳ کہین دل جا کے بہلانا پڑے گا

دل اب صحبت سے کوسون بھاگتا ہے ۴ ہمین یارون سے شرمانا پڑے گا

زمانہ کر رہا ہے قطع پیوند ۵ وفا سے ہم کو پچھتانا پڑے گا

جو منصوبے ہین یہ حالی تو شاید ۶ ارادہ فسخ فرمانا پڑے گا

بشر پہلو مین دل رکھتا ہے جب تک ۷
اُسے دنیا کا غم کھانا پڑے گا

سخن پر ہمین اپنے رونا پڑے گا　　یہ دفتر کسی دن ڈبونا پڑے گا

عزیزو کہان تک یہ آتش مزاجی　　تمھین جلد تر خاک ہونا پڑے گا

رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کی　　بس اب دل سے شکوون کو دھونا پڑے گا

بن آئے گی ہرگز نہ یان کچھ کیے بن　　جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا

ہوے تم نہ سیدھے جوانی مین حالی
مگر اب مری جان ہونا پڑے گا

کب تک اے ابر کرم ترسائے گا　　مینھ بھی رحمت کا کبھی برسائے گا

پھل کچھ اے نخل وفا تجھ مین نہین　　جو لگائے گا تجھے پچھتائے گا

دوست کا آیا ہے سمجھو اب پیام　　آج اگر آیا نہین کل آئے گا

ذوق سب جاتے رہے جز ذوق درد　　اک یہ لپکا دیکھیے کب جائے گا

قطعہ

واعظ آتا ہے تو آنے دو اُسے　　۱　　پر مزا آنے کا یان کیا پائے گا

آئے گا اور ہم کو شرمائے گا مُفت　　۲　　اور خود شرمندہ ہو کر جائے گا

عیب سے خالی نہ واعظ ہے نہ ہم　　۳　　ہم پہ مُنھ آئے گا مُنھ کی کھائے گا

دل کے تیور ہی کہے دیتے تھے صاف　　رنگ یہ دیوانہ اک دن لائے گا

باغ و صحرا مین رہے جو تنگ دل　　جی قفس مین اُس کا کیا گھبرائے گا

قطعہ

رنگ گردون کا ہے کچھ بدلا ہوا　　۱　　شعبدہ تازہ کوئی دکھلائے گا

ابر و برق آئے ہین نمودن ساتھ ساتھ　　۲　　دیکھیے برسے گا یا برسائے گا[1]

مشکلون کی جسکو ہے حالی خبر
مشکلین آسان وہی فرمائے گا

وان اگر جائین تو لیکر جائین کیا　　مُنھ اُسے ہم جا کے یہ دکھلائین کیا

[1] برسنا۔ غصہ ظاہر کرنا۔ ۱۲

دل مین باقی ہی وہی حرص گناہ　　پھر کیے سے اپنے ہم پچھتائین کیا
آؤ اُسکو لین ہمین جاکر منا　　اُسکی بے پروائیون پر جائین کیا
دل کو مسجد سے نہ مندر سے ہی اُنس　　ایسے وحشی کو کہین بہلائین کیا
جانتا دنیا کو ہے اک کھیل تو　　کھیل قدرت کے تجھے دکھلائین کیا
عمر کی منزل تو جون تون کٹ گئی　　مرحلے اَب دیکھیئے پیش آئین کیا
دل کو سب باتون کی ہی ناصح خبر　　سمجھے سمجھائے کو بس سمجھائین کیا
مان لیجے شیخ جو دعویٰ کرے　　اک بزرگ دین کو ہم جھٹلائین کیا

ہو چکے **حالی** غزلخوانی کے دن
راگنی بے وقت کی اب گائین کیا

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا　　اک چراغ اور سر راہ جلایا جاتا
کر دیا اُس نے تو امید سے غافل ناصح!　　اس کو کیون بھولتے گر اس کو بھلایا جاتا
چپ چپاتے اُسے دے آئے دل اک بات پہ ہم　　مال مہنگا نظر آتا تو چکایا جاتا
شب کو زاہد سے نہ مٹ بھیڑ ہوئی خوب ہوا　　نشہ زورون پہ تھا شاید نہ چھپایا جاتا
دل کو یہ تونے دکھایا ہی کہ دکھ جاتا ہی　　چیونٹی کا بھی اگر دل ہی دکھایا جاتا
نامہ بر آج بھی خط لیکے نہ آیا یا رو　　تم تو کہتے ہو کہ وہ ہے ابھی آیا جاتا
عشق اُس وقت سے سر پر تری منڈلاتا تھا　　گودیون مین تجھے تھا جب کہ کھلایا جاتا
لوگ کیون شیخ کو کہتے ہین کہ عیار ہی وہ　　اُس کی صورت سے تو ایسا نہین پایا جاتا
بارہا دیکھ چکے تیرے فریب اے دنیا　　ہمسے اب جان کے دھوکا نہین کھایا جاتا
کرتے کیا پیتے اگر مے نہ عشا سے تا صبح　　وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا
دل نہ طاعت مین لگا جب تو لگایا غم عشق　　کسی دھندے مین تو آخر یہ لگایا جاتا
اُس نے اچھا ہی کیا حال نہ پوچھا دل کا　　بھڑک اُٹھتا تو یہ شعلہ نہ دبایا جاتا

عشق سنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید — خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا

اب تو تکفیر سے واعظ نہیں ہٹتا حالی
کہتے پہلے سے تو دے لیکے ہٹایا جاتا

راحت کا جہان میں تو نہیں اک نام ہے گویا — راحت کی تلاش اک طمع خام ہے گویا
کچھ کرتے ہیں جو یان وہی انگشت نما ہیں — بدنام ہی دنیا میں نکو نام ہے گویا
ناچیز ہیں وہ کام، نہیں جنپہ کچھ الزام — جو کام ہیں، اُن کا یہی انعام ہے گویا
ہے وقت رحیل اور وہی عشرت کے ہیں سامان — آخر ہوئی رات اور ابھی یان شام ہے گویا
اٹھا تھا کچھ اول ہی سے یہ درد بُری طرح — آغاز ہی الفت کا بس انجام ہے گویا
ادبار بھی دیکھو گے جہان پاؤ گے اسلام — اسلام کا ادبار بھی اک نام ہے گویا

جب دیکھئے حالی کو پڑا پایئے بیکار
کرنا اُسے باقی یہی اک کام ہے گویا

ق

خلوت میں تری صوفی گر نور صفا ہوتا — تو سب میں ملا رہتا اور سب سے جدا ہوتا
تھا آفت جان اسکا انداز کمانداری — ہم بچکے کہاں جاتے گر تیر خطا ہوتا
کچھ اپنی حقیقت کی گر تجھکو خبر ہوتی — میری ہی طرح تو بھی غیرون سے خفا ہوتا
یہ لطف بناوٹ میں دیکھا نہ سُنا قاصد — ان پڑھ تو ہے تو یہ کچھ پڑھتا تو بلا ہوتا
باتوں میں شکایت کی بو آتی ہے الفت کی — گر دل میں جگہ ہوتی تب پر بھی گلا ہوتا
ہم روز وداع اُس سے ہنس ہنس کے ہوئے رخصت — رونا تھا بہت ہم کو روتے بھی تو کیا ہوتا
گر صاحب دل ہوتے سن کر مری بیتابی — تم کو بھی تعلق ہوتا اور مجھ سے سوا ہوتا
جو دل پہ گذرتی ہے کیا تجھکو خبر ناصح — کچھ ہم سے سُنا ہوتا پھر تو نے کہا ہوتا
تھے جان سے در گذرے وہ چاہے سو کر گذرے — گر آج نہ تم آتے کیا جانیے کیا ہوتا
کل حالی دیوانہ کہتا تھا کچھ افسانہ — سُننے ہی کے قابل تھا تم نے بھی سنا ہوتا

پیش از ظہور عشق کسی کا نشان نہ تھا
تھا حسن میزبان کوئی میہمان نہ تھا

ہم کو بہار مین بھی سر گلستان نہ تھا
یعنی خزان سے پہلے ہی دل شادمان نہ تھا

ملتے ہی اُن کے بھول گئین کلفتین تمام
گویا ہمارے سر پہ کبھی آسمان نہ تھا

کیا جانتے تھے جائیگا جی اک نگاہ مین
تھی دل کی احتیاط مگر بیم جان نہ تھا

سچ ہے کہ پاس خاطر نازک عذاب ہے
تھا دل کو جب فراغ کہ وہ مہربان نہ تھا

کچھ میری بیخودی سے تمھارا زیان نہین
تم جاننا کہ بزم مین اک خستہ جان نہ تھا

رات اُن کو بات بات پہ سو سو دیے جواب
مجکو خود اپنی ذات سے ایسا گمان نہ تھا

رونا ہے یہ کہ آپ بھی ہنستے تھے ورنہ یان
طعن رقیب دل پہ کچھ ایسا گران نہ تھا

تھا کچھ نہ کچھ کہ پھانس سی اک دلمین چبھ گئی
مانا کہ اُسکے ہاتھ مین تیر و سنان نہ تھا

بزم سخن مین جی نہ لگا اپنا زینہار
شب انجمن مین حالی جادو بیان نہ تھا

رنج اور رنج بھی تنہائی کا
وقت پہونچا مری رسوائی کا

عمر شاید نہ کرے آج وفا
کاٹنا ہے شب تنہائی کا

تم نے کیون وصل مین پہلو بدلا
کس کو دعویٰ ہے شکیبائی کا

ایک دن راہ پہ جا پہونچے ہم
شوق تھا بادیہ پیمائی کا

اُس سے نادان ہی بنکر ملیے
کچھ اجارہ نہین دانائی کا

سات پردون مین نہین ٹھہرتی آنکھ
حوصلہ کیا ہے تماشائی کا

درمیان پائے نظر ہے جب تک
ہم کو دعویٰ نہین بینائی کا

کچھ تو ہے قدر تماشائی کی
ہے جو یہ شوق خود آرائی کا

اُسکو چھوڑا تو ہے لیکن اے دل
مجھکو ڈر ہے تری خودرائی کا

بزم دشمن مین نہ جی سے اترا
پوچھنا کیا تری زیبائی کا

یہ انجام تھا اے فصلِ خزان؟ گل و بلبل کی شناسائی کا

مدد اے جذبۂ توفیق کہ یان ہو چکا کام توانائی کا

محتسب عذر بہت ہین لیکن اذن ہمکو نہین گویائی کا

ہون گے حالی سے بہت آوارہ

گھر ابھی دور ہے رسوائی کا

ق اغماض چلتے وقت مروت سے دور تھا رو رو کے ہم کو اور رُلانا ضرور تھا

تھی ہر نظر نہ محرمِ دیدار ورنہ یان ہر خار نخل ایمن و ہر سنگ طور تھا

دردا کہ لب پہ رازِ دل آیا نہ تھا ہنوز چرچا ہمارے عشق کا نزدیک و دور تھا

جانی نہ قدرِ رحمتِ حق پارسا نے کچھ ٹھہرا قصوروار اگر بے قصور تھا

دُردی کشانِ بزمِ مُغان کا نہ پوچھ حال ایک ایک رندِ نشۂ وحدت مین چور تھا

اب بار یاب انجمنِ عام بھی نہین وہ دل کہ خاص محرمِ بزمِ حضور تھا

روزِ وداع بھی شبِ ہجران سے کم نہ تھا کچھ صبح ہی سے شامِ بلا کا ظہور تھا

بیمار کی تو اپنے نہ لی تم نے کچھ خبر بہرِ نماز نعش پہ آنا ضرور تھا

حالی کو ہجر مین بھی جو دیکھا تو شادمان

تھا حوصلہ اسی کا کہ اتنا صبور تھا

ق دل سے خیالِ دوست بھُلایا نہ جائیگا سینے مین داغ ہے کہ مٹایا نہ جائے گا

تم کو ہزار شرم سہی مجکو لاکھ ضبط الفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا

اے دل رضائے غیر ہے شرطِ رضائے دوست زنہار بارِ عشق اُٹھایا نہ جائے گا

دیکھی ہین ایسی اُن کی بہت مہربانیان اب ہم سے مُنھ مین موت کے جایا نہ جائے گا

مے تُند و ظرفِ حوصلۂ اہلِ بزم تنگ ساقی سے جام بھر کے پلایا نہ جائے گا

راضی ہین ہم کہ دوست سے ہو دشمنی مگر دشمن کو ہم سے دوست بنایا نہ جائے گا

کیون چھیڑتے ہو ذکر نہ ملنے کا رات کے — پوچھین گے ہم سبب تو بتا یا نہ جائے گا

بگڑین نہ بات بات پہ کیون جانتے ہین وہ — ہم وہ نہین کہ ہم کو منا یا نہ جائے گا

ملتا ہے آپ سے تو نہین حصر غیر پر — کس کس سے اختلاط بڑھا یا نہ جائے گا

مقصود اپنا کچھ نہ کھلا لیکن اسقدر — یعنی وہ ڈھونڈھتے ہین جو پایا نہ جائے گا

جھگڑون مین اہل دین کے حالی پڑین نہ آپ
قصہ حضور سے یہ چکایا نہ جائے گا

قلق اور دل مین سوا ہو گیا — دلاسا تمھارا بلا ہو گیا

دکھانا پڑے گا مجھے زخم دل — اگر تیر اس کا خطا ہو گیا

سبب ہو نہ لب پہ آتا ضرور — مرا شکر اس کا گلہ ہو گیا

وہ امید کیا جسکی ہو انتہا — وہ وعدہ نہین جو وفا ہو گیا

ہوا رُکتے رُکتے دم آخر فنا — مرض بڑھتے بڑھتے سوا ہو گیا

نہین بھولتا اُسکی رخصت کا وقت — وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا

سمان کل کا رہ رہ کے آتا ہے یاد — ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا

سمجھتے تھے جس غم کو ہم جانگزا — وہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا

نہ دے میری امید مجھکو جواب — رہے وہ خفا گر خفا ہو گیا

ٹپکتا ہے اشعار حالی سے حال
کہین سادہ دل مبتلا ہو گیا

سنگ گران ہے راہ مین تمکین یار کا — اب دیکھنا ہے زور دل بیقرار کا

اک خوشی ہو گئی ہے تحمل کی ورنہ اب — وہ حوصلہ رہا نہین صبر و قرار کا

آؤ مٹا بھی دو خلش آرزوے قتل — کیا اعتبار زندگی مستعار کا

ہم خوش کبھی ہوے ہین تو غم ناگوار ہو — ملتا نہین محل گلہ روزگار کا

سمجھو مجھے اگر تمھین ہو آدمی کی قدر — میرا اک التفات نہ مرنا ہزار کا

گر صبح تک وفا نہ ہوا وعدۂ وصال — سن لین گے وہ مآل شب انتظار کا

اب محوِ بوئے گل پہ ہوا کب دل حزین — ہم کو چمن سے یاد ہی جانا بہار کا

ہر سمت گرد ناقۂ لیلےٰ بلند ہے — پہونچے جو حوصلہ ہو کسی شہسوار کا

غربت کے مشغلون نے وطن کو بھلا دیا — خانہ خراب خاطرِ اُلفت شعار کا

حالی بس اب یقین ہو کہ دلی کے ہو رہے
ہے ذرہ ذرہ مہر فزا اس دیار کا

ب

درد دل کو دوا سے کیا مطلب — کیمیا کو طلا سے کیا مطلب

چشمۂ زندگی ہے ذکر جمیل — خضر و آب بقا سے کیا مطلب

بادشاہی ہے نفس کی تسخیر — ظل بال ہما سے کیا مطلب

جو کرینگے بھرین گے خود واعظ — تم کو میری خطا سے کیا مطلب

جنکے معبود حور و غلمان ہین — اُن کو زاہد خدا سے کیا مطلب

قطعہ

۱ کام ہے مردمی سے انسان کی — زہد یا اتقا سے کیا مطلب

۲ ہے اگر رند دامن آلودہ — ہم کو چون و چرا سے کیا مطلب

۳ صوفیِ شہر با صفا ہے اگر — ہو ہماری بلا سے کیا مطلب

۴ نکہت مے پہ غش ہین جو حالی
اُن کو دُرد و صفا سے کیا مطلب

مجھ مین وہ تاب ضبطِ شکایت کہان ہے اب — چھیڑو نہ تم کہ میرے بھی مُنھ مین زبان ہے اب

وہ دن گئے کہ حوصلۂ ضبط راز تھا — چہرے سے اپنے شورش پنہان عیان ہے اب

جس دل کو قیدِ ہستیِ دنیا سے تنگ تھا — وہ دل اسیر حلقۂ زلف بتان ہے اب

آنے لگا جب اُسکی تمنا مین کچھ مزا   کہتے ہین لوگ جان کا اسمین زیان ہے اب

لغزش نہو بلا ہے حسینون کا التفات   اے دل سنبھل وہ دشمن دین مہربان ہے اب

اک جرعۂ شراب نے سب کچھ بھلا دیا   ہم ہین اور آستانۂ پیر مغان ہے اب

ہے وقت نزع اور وہ آیا نہین ہنوز   ہان جذب دل مدد کہ دم امتحان ہے اب

ہے دل غم جہان سے سبکدوش ان دنون   سر پڑتا سوجھتا کوئی بار گران ہے اب

حالی تم اور ملازمت پیر مے فروش
وہ علم و دین کدھر ہے وہ تقوی کہان ہے اب

پ

یہ ہین واعظ سب سے منھ آتے ہین آپ   ناصح قوم اسی پہ کہلاتے ہین آپ

بس بہت طعن و ملامت کر چکے   کیون زبان رندونکی کھلواتے ہین آپ

ہے صراحی مین وہی لذت کہ جو   چڑھکے منبر پر مزا پاتے ہین آپ

واعظو ہے اُن کو شرمانا گناہ ۱   جو گنہ سے اپنے شرماتے ہین آپ

کرتے ہین اک اک کی تکفیر آپ کیون ۲   اسپہ بھی کچھ غور فرماتے ہین آپ

کرتے ہین آباد دوزخ کو حضور   خلد کو ویران کرواتے ہین آپ

چھیڑ کر واعظ کو حالی خلد سے
بسترا کیون اپنا پھکواتے ہین آپ

ت

گو جوانی مین تھی کج رائی بہت   پر جوانی ہم کو یاد آئی بہت

زیر برقع تو نے کیا دکھلا دیا   جمع ہین ہر سو تماشائی بہت

ہٹ پہ اُسکی اور پس جاتے ہین دل   راس ہے کچھ اُس کو خودرائی بہت

سرو یا گل آنکھ مین جچتے نہین   دل پہ ہے نقش اسکی رعنائی بہت

چھیڑ رہا تھا زخمون مین اور کہتا تھا خضر — راحت اس تکلیف مین پائی بہت
آرہی ہے چاہ یوسف سے صدا — دوست یان تھوڑے ہین اور بھائی بہت
وصل کے ہو ہو کے سامان رہ گئے — مینہ نہ برسا اور گھٹا چھائی بہت
جان نثاری پر وہ بول اٹھے مری — ہین فدائی کم تماشائی بہت
ہم نے ہر ادنے کو اعلی کر دیا — خاکساری اپنی کام آئی بہت
کر دیا چپ واقعات دہر نے — تھی کبھی ہم مین بھی گویائی بہت
گھٹ گئین خود تلخیان ایام کی — یا گئی کچھ بڑھ شکیبائی بہت

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو
راست گوئی مین ہے رسوائی بہت

اسکے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت — نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت
کس سے پیمان وفا باندھ رہی ہے بلبل — کل نہ پہچان سکے گی گل تر کی صورت
ہے غم روز جدائی نہ نشاط شب وصل — ہو گئی اور ہی کچھ شام و سحر کی صورت
اپنی جیبون سے رہین سب کے نمازی ہشیار — اک بزرگ آتے ہین مسجد مین خضر کی صورت
دیکھیے شیخ مصور سے کھچے یا نہ کھچے — صورت اور آپ سے بے عیب بشر کی صورت
واعظو آتش دوزخ سے جہان کو تمنے — یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت
کیا خبر زاہد قانع کو کہ کیا چیز ہے حرص — اس نے دیکھی ہی نہین کیسۂ زر کی صورت
مین بچا تیر حوادث سے نشانہ بنکر — آڑے آئی مرے تسلیم سپر کی صورت
شوق مین اسکے مزا درد مین اسکے لذت — ناصحو اس سے نہین کوئی مفر کی صورت
حملہ اپنے پہ بھی اک بعد ہزیمت ہے ضرور — رہ گئی ہے یہی اک فتح و ظفر کی صورت
رہنماؤن کے ہوے جاتے ہین اوسان خطا — راہ مین کچھ نظر آتی ہے خطر کی صورت
یون تو آیا ہے تباہی مین یہ بیڑا سو بار — پر ڈراتی ہے بہت آج بھنور کی صورت

اُنکو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہمان
دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

بتاتے ہیں وہ حیرانی کی صورت — چھپتی نہیں سرگرانی کی صورت
جسے دیکھکر دل ہو عاشق کا بیکل — وہ ہو اور ہی مہربانی کی صورت
شب وعدہ ہی بار عام انکے در پر — مرے حق میں اک پاسبانی کی صورت
غم دل نے رسوا کیا ہم کو آخر — بنائی بہت شادمانی کی صورت
ہر اس نقش پر وہم کیا خوب کھلتا — ذرا دیکھنا نقش فانی کی صورت
یقین ہے کہ ہم جسکو سمجھے ہیں مرنا — یہی ہو تو ہو زندگانی کی صورت

سمجھکر کرو قتل حالی کو دیکھو
مشابہ عشق و جوانی کی صورت

ط

تو نہیں ہوتا تو رہتا ہے اچاٹ — دل کو یہ کیسی لگا دی تو نے چاٹ
بیچ رہی ہے کا [illegible] — اور مفتی نے کئی بدلے ہیں ٹھاٹ
ناؤ ہے بوسیدہ اور موجیں ہیں سخت — اور دریا کا بہت چکلا ہے پاٹ
اک کہانی پیرزن کی رہ گئی — راج کسرے کا رہا باقی نہ پاٹ
دیر سے مسجد میں ہم آئے تو ہیں — ہے مگر یاں جی کچھ اے زاہد اچاٹ
جو کہے تجکو سنا دیں اے امیر — ہیں بہت سرکار کی محفل میں بھاٹ
ملتیں رستوں کے ہیں سب ہیر پھیر — سب جہازوں کا ہے لنگر ایک گھاٹ
برق منڈلاتی ہے اب کس چیز پر — ٹڈیاں کب کی گئیں کھیتی کو چاٹ
تیغ میں بُرّش یہ لے حالی نہیں — جسقدر تیری زبان کرتی ہے کاٹ
چٹکیاں سی دل میں لیتا ہے کون — شعر تو ظاہر میں ہیں تیرے سپاٹ

ث

باپ کا ہے جبھی پسر وارث　　ہو ہنر کا بھی اُسکے گر وارث

گھر ہنرور کا ناخلف نے لیا　　تیرا ہے کون اے ہنر وارث

فاتحہ ہو کہان سے میت کی　　لے گئے ڈھو کے سیم و زر وارث

ہون اگر ذوق کسب سے آگاہ　　کرین میراث سے حذر وارث

خاک و کرمان گور و خویش و تبار　　ایک میّت اور اسقدر وارث

واعظو دین کا خدا حافظ　　انبیا کے ہو تم اگر وارث

قوم بے پر ہے دین بیکس ہے　　گئے اسلام کے کدھر وارث

ہم پہ بیٹھے ہین ہاتھ دھوئے حریف　　جیسے مردہ کے مال پر وارث

ترکہ چھوڑا ہے کچھ اگر حالی
کیون ہین میّت پہ نوحہ گر وارث

بھید واعظ اپنا کھُلوایا عبث　　دل جلون کو تو نے گرمایا عبث

جلوہ صوفی نے نہ دکھلایا کوئی　　رات بھر یارون کو چھکوایا عبث

شیخ رندون مین بھی ہین کچھ پاکباز　　سب کو ملزم تو نے ٹھہرایا عبث

کوئی پنچھی آکے اب پھنستا نہین　　آپ نے جال اپنا پھیلایا عبث

آ نکلتے تھے کبھی مسجد مین ہم　　تو نے زاہد ہم کو شرمایا عبث

کھیتیان جلکر ہوئین یارو نکی خاک　　ابر ہے گھر کر ادھر آیا عبث

قوم کا حالی پنپنا ہے محال　　تم نے رو رو سب کو رلوایا عبث

ج

بات کچھ ہم سے بن نہ آئی آج　　بول کر ہم نے مُنھ کی کھائی آج

چپ پر اپنی بھرم تھے کیا کیا کچھ　　بات بگڑی بنی بنائی آج

شکوہ کرنے کی خو نہ تھی اپنی
پر طبیعت ہی کچھ بھر آئی آج

بزم ساقی نے دی الٹ ساری
خوب بھر بھر کے خم لنڈھائی آج

معصیت پر ہے دیر سے یارب　قطعہ ١
نفس اور شرع میں لڑائی آج

غالب آتا ہے نفس دن یا شرع　٢
دیکھنی ہے تری خدائی آج

چور ہے دل میں کچھ نہ کچھ یارو
نیند پھر رات بھر نہ آئی آج

کل یہاں کاروبار ہیں سب بند
کرلو کرنی ہے جو کمائی آج

زد سے الفت کی بچ کے چلنا تھا
مفت حالی نے چوٹ کھائی آج

تلخی دوران کے ہیں سب شکوہ سنج
یہ بھی ہے یارو کوئی رنجوں میں رنج

رنج و شادی یاں کے ہیں سب بے ثبات
اور اگر سوچو تو شادی ہے نہ رنج

تھا قناعت میں نہاں گنج فراغ
پر ہمیں بیوقت ہاتھ آیا یہ گنج

فکر دین بڑھتے تھے شاید ساٹھ سات
ہیں وہ اب پنجاہ جو پہلے تھے پنج

ہم کو بھی آتا تھا ہنسنا بولنا
جب کبھی جیتے تھے ہم اے بذلہ سنج

آگئی مرگ طبیعی ہم کو یاد
شاخ سے دیکھا جو خود گرتا ترنج

راہ اب سیدھی ہے حالی سود و بست
ہو چکے طے سب خم و پیچ و شکنج

چ

بزم مے اچھی ہے - گو دنیا ہے اے میخوار ہیچ
یاں سمجھ لیتے تو ہیں دنیا کو دم بھر یار ہیچ

نفس سے سر بر ہوئی دانش نہ صبر و عقل و ہوش
ایک دشمن بر سر کیں ہو تو ہیں سب یار ہیچ

شیخ! جو مخلص ہیں وہ رکھتے نہیں کچھ امتیاز

ہے یہ سب اونچی دوکان اور رونقِ بازار ہیچ

شاہدِ معنی کو آرایش کی کچھ حاجت نہین
سبحہ و سجادہ ہیچ اور جبہ و دستار ہیچ

ہوگئے جبقدر اتنے برستے تم نہین
اے فصیحو ہے یہ سب گفتار بے کردار ہیچ

روئی تو آٹھ آٹھ آنسو اور پسیجا دل نہ ایک
نکلے موتی تیرے سب اے چشم گوہر بار ہیچ

خوان نعمت نے ترے اے عامل مردار خوار
کر دیے آفاق کے سب خوان و خوان سالار ہیچ

ہے ادب مسند پہ - جو کچھ ہے رئیس شہر کا
ہٹ کے مسند سے جو خود دیکھین تو ہین سرکار ہیچ

گو کہ حالی اگلے اُستادون کے آگے ہیچ ہے
کاش ہوتے ملک مین ایسے ہی اب دو چار ہیچ

ح

کاٹیے دن زندگی کے اُن یگانون کی طرح
جو سدا رہتے ہین چوکس پاسبانون کی طرح

منزل دنیا مین ہین پا در رکاب آٹھون پہر
رہتے ہین مہمان سرا مین میہمانون کی طرح

سعی سے اُکتاتے اور محنت سے کنیاتے نہین
جھیلتے ہین سختیان کو سخت جانون کی طرح

رسم و عادت پر ہین کرتے عقل کو فرمان روا

نفس پر رکھتے ہین کوڑا حکمرانون کی طرح
شادمانی مین گذرتے اپنے آپے سے نہین
غم مین رہتے ہین شگفتہ شادمانون کی طرح
رکھتے ہین تمکین جوانی مین بڑھاپے سے سوا
رہتے ہین چونچال پیری مین جوانون کی طرح
پاتے ہین اپنون مین غیرون سے سوا بیگانگی
پر کھلاتے ہین ایک اک کا یگانون کی طرح
اس کھیتی کے پنپنے کی اُمّید ہو یا نہ ہو
ہین اُسے پانی دیے جاتے کسانون کی طرح
اُن کے غصّے مین ہے دلسوزی۔ ملامت مین ہو پیار
مہربانی کرتے ہین نامہربانون کی طرح
کام سے کام اپنے ان کو۔ گو ہو عالم نکتہ چین
رہتے ہین بتیس دانتون مین زبانون کی طرح
طعن سُن سُن احمقون کے ہنستے ہین دیوانہ وار
دن بسر کرتے ہین دیوانون مین سیانون کی طرح
کیجیے کیا حالی۔ نہ کیجیے سادگی گر اختیار
بولنا آئے نہ جب رنگین بیانون کی طرح

خ

مے مغان کا ہے چسکا اگر برا اے شیخ
تو ایسی ہی کوئی چاٹ اور دے لگا ای شیخ
دیا کو صدق سے ہر جام مے بدل دیتا
تھین بھی ہر کوئی یاد ایسی کیمیا اے شیخ
وہ نکلے بھان متی جو بناتے تھے اکسیر
تماشے دیکھے ہین آپ نے بارہا اے شیخ

غرورِ فقر و غرورِ غنا میں فرق ہے کیا — تجھی پہ رکھتے ہیں ہم منحصر بتا اے شیخ

زبان پہ ہوتی ہے جاری انکی جو ہیں محرمِ راز — پھر ایسا کیجیو ہرگز نہ ادعا اے شیخ

قطعہ

خبر بھی ہے تمہیں کچھ کیا بنی ہے بیڑے پر — ہیں آپ جن سے بیڑے کے ناخدا اے شیخ

بڑے بڑوں سے الگ رہتے ہیں جو ہیں تیراک — شناوری کا ہی گر ہے مرحبا اے شیخ

گوزن و گور ہیں بچپن سے تارکِ دنیا — نہایت آپکی ہے اُن کی ابتدا اے شیخ

کمالِ حسنِ عقیدت سے آیا تھا حالی — پہ خانقاہ سے افسردہ دل گیا اے شیخ

د

شادی کے بعد غم ہے تغیر ہی غنا کے بعد — اب خیریت کے سوا ہے دھرا کیا جفا کے بعد

ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور — ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد

غصہ پہ جرمِ عشق کے بے صرفہ محتسب — بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد

گر درد دل سے پائی نجات لے چارہ گر شفا — آتی ہے دل کی موت نظر اس شفا کے بعد

یادِ خدا میں جب نہ گئی دل سے اسکی یاد — آگے خدا کا نام ہے ناصح خدا کے بعد

کرتے رہے خطائیں ندامت کے بعد ہم — ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد

آخر کو ماننا پڑا اے نفسِ خیرہ سر — تیرا بھی حکم کم نہیں حکمِ خدا کے بعد

مدت سے تھی دعا کہ ہوں بدنام شہر شہر — بارے ہوئی قبول بہت التجا کے بعد

حالی کی سن لو اور صدائیں جگرخراش
دلکش صدا سنو گے نہ پھر اس صدا کے بعد

کہیں خوف اور کہیں غالب ہے رجا اے زاہد — تیرا قبلہ ہے جدا میرا جدا اے زاہد

درگذر گر نہیں کرتا وہ گنہگاروں سے — تو ترا اور کوئی ہوگا خدا اے زاہد

ہم دکھا دیں گے کہ زہد اور ہے نیکی کچھ اور — کچھ بہت دور نہیں روزِ جزا اے زاہد

قربِ حق کے لیے کچھ سوزِ نہاں بھی ہے ضرور — خشک نفلوں میں مزا کیا ہے بھلا اے زاہد

مین تو سو بار ملون دل نہین ملتا تم سے
تو ہی کہہ ایسے مین ہے کیا میری خطا اے زاہد

جال جب تک ہے بچھا ہوا دینداری کا
فکر دنیا کا کرے تیری بلا اے زاہد

عیب حالی کے بہت آج کیے تو نے بیان
ذکر کچھ اور کر اب اس کے سوا اے زاہد

ذ

پیاس تیری ہو سے ساغر سے لذیذ
بلکہ جام آب کوثر سے لذیذ

چپکا تو قاتل ہو پھر اس کے لیے
کونسی نعمت ہے خنجر سے لذیذ

لطف ہو تیری طرف سے یا عتاب
ہمکو ہے سب شہد و شکر سے لذیذ

قند ہے شیرین تری پہلی نگاہ
دوسری قند مکرر سے لذیذ

چھا گیا مجھ مین جس بھوک کی بھولے نہ تو
جو کہ ہے وہ شیر مادر سے لذیذ

ہے یہ مجھ مین کس کی بو باس اے صبا
بوی بید مشک و عنبر سے لذیذ

جو قناعت کے ہین حالی میہمان
ان کو فاقے ہین مزعفر سے لذیذ

ر

ہے یہ تکیہ تری عطاؤن پر
وہی اصرار ہے خطاؤن پر

رہین نا آشنا زمانہ سے
حق ہے تیرا یہ آشناؤن پر

رہرو و باخبر رہو کہ گمان
رہزنی کا ہے رہنماؤن پر

ہے وہ دیر آشنا تو عیب ہے کیا
مرتے ہین ہم انھین اداؤن پر

اسکے کوچہ مین ہین وہ بے پر و بال
اڑتے پھرتے ہین جو ہواؤن پر

شہسوارون پہ بند ہے جو راہ
وقف ہے وہ برہنہ پاؤن پر

نہین منعم کو اسکی بوند نصیب
مینہ برستا ہے جو گداؤن پر

نہین محدود بخششین تیری
زاہدون پر نہ پارساؤن پر

حق سے درخواست عفو کی حالی
کیجے کس منہ سے ان خطاؤن پر

کرتے ہین سو سو طرح سے جلوہ گر
ایک ہوتا ہے اگر ہم مین ہنر

جانتے ہین آپ کو پرہیزگار
عیب کوئی کر نہین سکتے اگر

دوست اُسکے ہین نہ اُسکے آشنا
گو بظاہر سب سے ہین شیر و شکر

خصلتین روباہ کی رکھتے ہین ہم
گو دکھاتے آپ کو ہین شیر نر

اپنی نیکی کا دلاتے ہین یقین
کرتے ہین نفرت بدی سے جسقدر

کرنی پڑتی ہے کسی کی مدح جب
کرتے ہین تقریر اکثر مختصر

گر کسی کا عیب سُن پاتے ہین ہم
کرتے ہین رسوا اسے دل کھول کر

کی نہین جس سے کبھی کوئی بدی
شکر کے ہین اس سے خواہان عمر بھر

ایک رنجش ہین بھُلا دیتے ہین سب
ہون کسی کے ہمپہ لاکھ احسان اگر

عیب کچھ گنتے نہین اُس عیب کو
جس سے ہون اپنے سوا سب بے خبر

خیر کا ہوتا ہے ظن غالب جہان
کھینچ کر لاتے ہین اسکو سوئے شر

بنتے ہین یارون کے ناصح تاکہ ہو
عیب اُن کا ظاہر اور اپنا ہنر

دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست
ایسے یارون سے حذر یارو حذر

عیب حالی اپنے یون کہتا ہے کون
خواہش تحسین ہے حضرت کو مگر

ہوگی نہ قدر جان کی قربان کیے بغیر
دام اُٹھین گے نہ جنس کے ارزان کیے بغیر

گو ہو شفا سے یاس پہ جبتک ہے دم مین دم
بن آئیگی نہ درد کا درمان کیے بغیر

بگڑی ہوئی بہت ہے کچھ اس باغ کی ہوا
یہ باغ کو رہے گی نہ ویران کیے بغیر

آمادہ دہر پردہ دری پہ ہے قوم کی
مبرد مس کو رہے گا نہ عریان کیے بغیر

غیرت سے اپنی یارون کو کچھ آپڑی ہے ضد
چھوڑینگے نیم جان کو نہ بیجان کیے بغیر

مشکل بہت ہے گو کہ مٹانا سلف کا نام
مشکل کہ ہم ٹلین گے نہ آسان کیے بغیر

گو مے ہے تند و تلخ پہ ساقی ہے دلربا — اے شیخ بن پڑے گی نہ کچھ ہاں کیے بغیر

تکفیر جو کہ کرتے ہیں ابنائے وقت کی — چھوڑے گا وقت انھیں نہ مسلمان کیے بغیر

حالی کٹے گا کاٹنے ہی سے یہ بیستون

حل ہونگی مشکلیں نہ یہ آسان کیے بغیر

ڑ

گھر ہے وحشت خیز اور بستی اُجاڑ — ہو گئی اک اک گھڑی تجھ بن پہاڑ

آج تک قصرِ اَمل ہے ناتمام — بندھ چکی ہو بارہا کھل کھل کے پاڑ

ہے پہونچنا اپنا چوٹی تک محال — اے طلب نکلا بہت اونچا پہاڑ

کھیلنا آتا ہے ہم کو بھی شکار — پر نہیں زاہد کوئی ٹٹی کی آڑ

دل نہیں روشن تو ہیں کس کام کے — سو شبستان میں اگر روشن ہیں جھاڑ

عید اور نوروز ہے سب دل کے ساتھ — دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اُجاڑ

کھیت رستے پر ہے اور رہرو سوار — کشت ہے سرسبز اور نیچی ہے باڑ

بات واعظ کی کوئی پکڑی گئی — ان دنوں کمتر ہے کچھ ہم پر لتاڑ

تم نے حالی کھول کر ناحق زبان — کر لیا ساری خدائی سے بگاڑ

ز

عہدِ وصال دل نے بھلایا نہیں ہنوز — عالم مری نظر میں سمایا نہیں ہنوز

پیغام دوست کا کوئی لایا نہیں ہنوز — جھونکا نسیم مصر کا آیا نہیں ہنوز

لگ جائے دل نہ منزلِ مقصود میں کہیں — ہم جس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پایا نہیں ہنوز

آیا نہ ہوگا اُس کو تغافل میں کچھ مزا — ذوقِ نگاہ ہم نے چکھایا نہیں ہنوز

ایمن میں آگ لگ چکی اور طور جل چکا — اُس نے نقاب رخ سے اُٹھایا نہیں ہنوز

یاں دیکھ چکے جواب امیدِ جواب خط — واں نامہ بر نے بار بھی پایا نہیں ہنوز

پایا ہے ذوق و شوق مین ہم کو بھرا ہوا — کافر نے اختلاط بڑھایا نہین ہنوز

کیا دل سے بعد مرگ بھی جاتی نہ تیری یاد — بھولے ہمین کہ تجھکو بھلایا نہین ہنوز

سرمایۂ خلاف دو عالم ہے راز دل — باتون مین ہم نے زہر ملایا نہین ہنوز

کس شے مین ہے چور خدا جانے اسقدر
حالی نے جام منھ سے لگایا نہین ہنوز

جیتے جی موت کے تم منھ مین نہ جانا ہرگز — دوستو دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز

عشق بھی تاک مین بیٹھا ہے نظربازون کی — دیکھنا شیر سے آنکھین نہ لڑانا ہرگز

زال کی پہلی ہی رستم کو نصیحت یہ تھی — زد مین تیر صف مژگان کی نہ جانا ہرگز

چاہت اک طلعت مکروہ ہے برقع مین نہان — کسی لالہ کے دھوکے مین نہ آنا ہرگز

ہاتھ ملتے ہون پیری مین اگر حسرت سے — تو جوانی مین نہ یہ روگ بسانا ہرگز

جتنے رستے تھے ترے ہو گئے ویران اے عشق — آ کے ویرانون مین اب گھر نہ بسانا ہرگز

کوچ سب کر گئے دلی سے ترے قدر شناس — قدر یان رہ کے اب اپنی نہ گنوانا ہرگز

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ — نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانا ہرگز

داستان گل کی خزان مین نہ سنا اے بلبل — ہنستے ہنستے ہمین ظالم نہ رلانا ہرگز

ڈھونڈھتا ہے دل شوریدہ بہانے مطرب — درد انگیز غزل کوئی نہ گانا ہرگز

صحبتین اگلی مصور ہمین یاد آئین گی — کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز

موجزن دل مین ہین یان خون کے دریا اے چشم — دیکھنا ابر سے آنکھین نہ چرانا ہرگز

لیکے داغ آئے گا سینے پہ بہت اے سیاح — دیکھ اس شہر کے کھنڈرون مین نہ جانا ہرگز

چپے چپے پہ ہین یان گوہر یکتا تہ خاک — دفن ہوگا کہین اتنا نہ خزانہ ہرگز

مٹ گئے تیرے مٹانے کے نشان بھی اب تو — اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز

وہ تو بھولے تھے ہمین ہم بھی انہین بھول گئے — ایسا بدلا ہے نہ بدلے گا زمانہ ہرگز

جسکو زخمون سے حوادث کے اچھوتا سمجھین — نظر آتا نہین ایک ایسا گھرانا ہرگز

ہمکو گر تونے رلایا تو رلایا اے چرخ — ہم پہ غیرون کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز

یار خود روئین گے کیا اُن پہ جہان روتا ہے — اُن کی ہنستی ہوئی شکلون پہ نہ جانا ہرگز

آخری دور مین بھی تجھکو قسم ہے ساقی — بھر کے اک جام نہ پیاسون کو پلانا ہرگز

بخت سوئے ہین بہت جاگ کے اے دور زمان — نہ ابھی نیند کے ماتون کو جگانا ہرگز

یان سے رخصت ہو سویرے کہین اے عیش و نشاط — نہین اس دور مین یان تیرا ٹھکانا ہرگز

کبھی اے علم و ہنر گھر تھا تمھارا دلی — ہم کو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز

شاعری مر چکی اب زندہ نہ ہوگی یارو — یاد کر کر کے اُسے جی نہ کڑھانا ہرگز

غالب و شیفتہ و نیر و آزردہ و ذوق — اب دکھلائے گا یہ شکلین نہ زمانا ہرگز

مومن و علوی و صہبائی و ممنون کے بعد — شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز

کر دیا مر کے یگانون نے یگانہ ہم کو — ورنہ یان کوئی نہ تھا ہم مین یگانہ ہرگز

داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن مین — نہ سُنے گا کوئی بُلبُل کا ترانہ ہرگز

رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی زیر و زبر — اب نہ دیکھو گے کبھی لطف شبانہ ہرگز

بزم ماتم تو نہین بزم سخن ہے حالی
یان مناسب نہین رو رو کے رُلانا ہرگز

رنجش و التفات و ناز و نیاز — ہمنے دیکھے بہت نشیب و فراز

عشق کی آنچ اسمین پاتا ہون — دل ذرا دیکھتا ہون جس کا گداز

شیخ اللہ رے تیری عیاری — کس توجہ سے پڑھ رہا ہے نماز

اک تپے کی جو ہمنے کہدی آج — رنگ واعظ کا کر گیا پرواز

ہم کو نسبت پہ فخر ہے تیری — تو گئی بھول ہم کو خاک حجاز

آج منکر بھی ناچ اُٹھین گے — گر مغنی کی ہے یہی آواز

قطعہ

خیر ہے اے فلک کہ چار طرف	۱	چل رہی ہین ہوائین کچھ ناساز
رنگ بدلا ہوا ہے عالم کا	۲	ہین دگرگون زمانہ کے انداز
ہوتے جاتے ہین زورمند ضعیف	۳	بنتے جاتے ہین مبتذل ممتاز
چھپتے پھرتے ہین کبک تیہو سے	۴	گھونسلون مین عقاب اور شہباز
ہے نہتون کو رہگذر مین خطر	۵	رہزنون نے کیے ہین ہاتھ دراز
ٹڈیون کا ہے کھیتیون پہ ہجوم	۶	بھیڑیون کے ہین خون مین لب آز
ناتوانون پہ گدھ ہین منڈلاتے	۷	گھائلون پر ہین ہیز تیر انداز
تشنۂ خون ہین بھوکے شیرون کے	۸	حیلہ گر روبہون کے عشوۂ ناز
دشمنون کے ہین دوست خود جاسوس	۹	اور یارون کے یار ہین غماز
ہوگا انجام دیکھیے کیا کچھ	۱۰	ہے پرآشوب جبکہ یہ آغاز
نے ابھی تک کھلی نہین لیکن	۱۱	غیب سے آرہی ہے کچھ آواز
وقت نازک ہے اپنے بیڑے پر	۱۲	موج حائل ہے اور ہوا ناساز
یا تھپیڑے ہوا کے سے ابھرے	۱۳	یا گیا کشمکش مین ڈوب جہاز
کام اُسے اپنے سونپ دو حالی	۱۴	نہین جس کا شریک اور انباز
ہے وہ مالک ڈبوئے خواہ ترائے	۱۵	چارہ یان کیا ہے غیر عجز و نیاز

س

جاذبِ رحمت ہے مقناطیس عصیان اپنے پاس
رکھتے ہین عاصی کمندِ صیدِ غفران اپنے پاس
عاجزون سے معذرت کرتے ہین اکثر درگذر
عجز اپنا ہے کلیدِ بابِ رضوان اپنے پاس

[1] یہ نظم اسوقت لکھا گیا تھا جبکہ ترکی کو سلطان عبدالعزیز خان کے قتل کے بعد سرویہ، مانٹینگرو اور ہرزیگووینا کے مقابلہ مین آخر شکست ہو چکی تھی

ہو گئی گر کچھ سمجھنے مین خطا فرمان کے
عذر خواہ اپنا ہے خود فرمانِ سلطان اپنے پاس

بام بتلایا بلند اور نارسا بخشی کمند
رکھتے مین ہم اپنی معذوری پہ برہان اپنے پاس

خاک مین ہمنے ملا رکھی ہے اکسیر اپنی آپ
ورنہ ہے ہر درد کا موجود درمان اپنے پاس

دست بُرد اہرمن کا جس کو کچھ کھٹکا نہین
ہے بحمد اللہ وہ مہرِ سلیمان اپنے پاس

دیکھنا حالی نہ دینا ضعفِ فطرت کو دل
ہے یہ دستاویز استحلالِ حرمان اپنے پاس

چھیڑ اب نہ اے تصورِ مژگانِ یار بس
کافی ہے خار خارِ غمِ روزگار بس

یہ غم نہین ہے وہ جسے کوئی بٹا سکے
غمخواری اپنی رہنے دے اے غمگسار بس

ہر داغ فصلِ گل کی نشانی ہے اے صبا
گلگشت کو بہت ہے دلِ داغدار بس

ڈھہ دلون کے ساتھ امیدین بھی پس چکین
اے آسیائے گردشِ لیل و نہار بس

دین غیر دشمنی کا ہماری خیال چھوڑ
یان دشمنی کے واسطے کافی ہین یار بس

آتا نہین نظر کہ ہو رات اب بسر
کی نیند کیون حرام بس اے انتظار بس

تھوڑی ہے رات اور کہانی بہت بڑی
حالی نکل سکین گے نہ دل کے بخار بس

ش

اک ہم کو مہم بر سرِ ایام ہے درپیش
بنتا نظر آتا نہین جو کام ہے درپیش

غفلت ہے کہ گھیرے ہوئے ہے چار طرف سے
اور معرکۂ گردشِ ایام ہے درپیش

وہ دن گئے جب تھا مرض صعب کا آغاز | اب اُس مرض صعب کا انجام ہے درپیش
گو صبح بھی تھی روز مصیبت کی قیامت | پر صبح تو جون تون کٹی اب شام ہے درپیش
وہ وقت گیا۔ نشہ تھا زورون پہ جب اپنا | اب وقت خمار مے گلفام ہے درپیش
امید شفا کا تو جواب آ ہی چکا ہے | اب موت کا سُننا ہمین پیغام ہے درپیش

جی اُس کا کسی کام مین لگتا نہین زنہار
ظاہر ہے کہ حالی کو کوئی کام ہے درپیش

ص

ہر بشر سے اُسکی مختص ہین عطائین خاص خاص | ہر مرض کو راس ہین جیسے دوائین خاص خاص
دل تو اپنا بھر چکا ہے زال دنیا سے مگر | ہین دل مین ابھی اسکی ادائین خاص خاص
گو زمانہ نے بھلا دی دل سے اپنے فصل گل | یاد ہین لیکن وہ بلبل کی صدائین خاص خاص
زہد و تقوی اسے نہین ہوتین دعائین مستجاب | وقت ہین کچھ خاص خاص اور ہین ادائین خاص خاص

یون تو ہر امید سب کچھ بر ہون شاید مگر
وہ جو کی ہین ہمنے اے حالی خطائین خاص خاص

درد اور درد کی ہے سب کے دوا ایک ہی شخص | یان ہے جلاد و مسیحا بخدا ایک ہی شخص
حور و غلمان کے لیے لائین دل آخر کس کا | ہونے دیتا نہین یان عہدہ برآ ایک ہی شخص
قافلے گذرین وہان کیونکہ سلامت واعظ | ہو جہان راہزن اور راہنما ایک ہی شخص
قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر مین | فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص
جمگھٹے دیکھے ہین جن لوگون کے ان آنکھون نے | آج ویسا کوئی دے ہمکو دکھا ایک ہی شخص
گھر مین برکت ہے مگر فیض ہے جاری شب و روز | کچھ سہی شیخ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

اعتراضون کا زمانہ کے ہے حالی پہ نچوڑ
شاعر اب سارے خدائی مین ہے کیا ایک ہی شخص؟

ض

عشق کو ترکِ جنون سے کیا غرض چرخِ گردان کو سکون سے کیا غرض

دل مین ہو اسے خضر گر صدقِ طلب راہرو کو رہنمون سے کیا غرض

حاجیو ہے ہمکو گھر والے سے کام گھر کے محراب و ستون سے کیا غرض

گنگنا کر آپ رو پڑتے ہین جو اُنکو چنگ و ارغنون سے کیا غرض

نیک کہنا نیک جس کو دیکھنا ہمکو تفتیشِ درون سے کیا غرض

دوست ہین جب زخمِ دل سے بیخبر اُنکو اپنے اشکِ خون سے کیا غرض

عشق سے ہے مجتنب زاہد عبث شیر کو صیدِ زبون سے کیا غرض

کر چکا جب شیخ تسخیرِ قلوب اب اُسے دنیائے دون سے کیا غرض

آ چکے ہو حالی پئے تسلیم یان
آپ کو چون و چگون سے کیا غرض

دوست کا نارو انہین اعراض دوستون ہی کا کام ہے اغماض

چاہیے ایک سب کا ہو مقصود گو ہون سب کے جدا جدا اغراض

یاد مین تیری سب کو بھول گئے کھو دیے ایک دُکھ نے سب امراض

دیکھیے تو بھی خوش ہے یا ناخوش اور تو ہم سے سب ہین کچھ ناراض

لا اُبالی بان تُعاتِبنی کُلُّ نَاسٍ وَاَنْتَ عَنّی رَاضٍ

منعمو بذل خیر مین یہ دریغ اپنا مطلب اور اسپہ سو اغماض

حق مین اپنو کے سخت ممسک ہین جو کہ اورون کے حق مین ہین فیاض

راے ہے کچھ علیل سی تیری نبض اپنی بھی دیکھ اے نباض

وعظ مین گل کترتے ہین واعظ منھ مین اُن کے زبان ہے یا مقراض

ہے فقیہون مین اور ہم مین نزاع ھَلْ لَنَا فِی نِزَاعِنَا مِنْ قَاضٍ

ہے ریاضت پہ ناز کیا زاہد — خارکش تجھ سے ہے سوا مرتاض
شیخ کی تھی یہ آخری تلقین — چاہیے زر تو اس سے کر اعراض

ایسی غزلیں سنی نہ تھیں حالی
یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض

ط

رات گذری ہو چکا دور نشاط — طے ہوئی بس اب کوئی دم میں بساط
دل سے خوشیاں ہو گئیں اب گوشہ گیر — نام تھا شاید جوانی کا نشاط
دن اب اے دل منقبض رہنے کے ہیں — ہو چکا ہونا تھا جو کچھ انبساط
غنچہ چٹکا اور آ پہونچی خزاں — فصل گل کی تھی فقط اتنی بساط
زینۂ منبر ہے لغزش کی جگہ — جانیو واعظ اسے راہ صراط
تو بھی کھانے میں نہیں محتاط شیخ — ہم کریں پینے میں کیوں پھر احتیاط

کوچ کی حالی کرو تیاریاں
ہے قویٰ میں دمبدم اب انحطاط

ظ

چھپے ہیں حریفوں میں احرار واعظ — برا کہہ نہ رندوں کو زنہار واعظ
سدا قہر ہی قہر ہے عاصیوں پر — نہ ستار ہے تو نہ غفار واعظ
نکل آئے گی میکشی کی بھی حلت — کوئی مل گیا گر ہمیں یار واعظ
کوئی بات دیکھی نہیں تجھ میں لیکن — سنا ہے کہ ہوتے ہیں عیار واعظ
ہمیں اور بھی تجھ سے کرتے ہیں بدظن — یہ جبہ یہ ریش اور یہ دستار واعظ
نہ چھوڑیگا زیور گھروں میں نہ زر تو — یہی ہے اگر حسن گفتار واعظ
مسلماں نہ ہم کاش حالی کو کہتے — ہوے بات کہہ کر گنہگار واعظ

ع

اے بہارِ زندگانی الوداع — اے شبابِ اے شادمانی الوداع
اے بیاضِ صبحِ پیری السّلام — اے شبِ قدرِ جوانی الوداع
السّلام اے قاصدِ ملکِ بقا — الوداع اے عمرِ فانی الوداع
روزگارِ ضعف و سستی الصلا — وقتِ سعی و جانفشانی الوداع
قطعہ
فرصتِ عشق و جوانی الفراق ۱ — دورِ عیش و کامرانی الوداع
تجھکو سمجھے تھے نعیمِ جاودان ۲ — اے نعیمِ جاودانی الوداع
تیرے جاتے ہی گئین سب خوبیان ۳ — اے خدا کی مہربانی الوداع

آلگا حالی کنارے پر جہاز
الوداع اے زندگانی الوداع

غ

کل کبک سے چمن مین یہ کہتا تھا ایک زاغ — دیکھ اس خرام ناز پہ اتنا نہ کر دماغ
ہر تاک مین عقاب تو شہباز گھات مین — حملے سے یان اجل کے نہین ایکدم فراغ
یارب نگاہِ بد سے چمن کو بچائیو — بلبل بہت ہے دیکھ کے پھولون کو باغ باغ
دو چار گام نقشِ قدم مل کے رہ گئے — آگے چلا نہ آہوے مشکین کا کچھ سراغ
آئین پئین وہ شوق سے جو اہلِ ظرف ہین — ساقی بھری کھڑا ہے مے لعل سے ایاغ
جبکل مین تختۂ گلِ خودرو کو دیکھکر — تازہ ہوا زمانہ کی نا قدریون کا داغ

حالی بھی پڑھنے آے تھے کچھ بزمِ شعر مین
باری جب اُن کی آئی کہ گل ہوگئے چراغ

ف

حق نہ مُلّا نے کچھ بتایا صاف — اور نہ صوفی نے کچھ دکھایا صاف

آنکھ اپنی ہی جب تلک نہ کھلی — مہر روشن نظر نہ آیا صاف
کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم — صاف تھے آپ سب کو پایا صاف
زاہدو ہم تو تھے ہی آلودہ — تمکو بھی ہمنے کچھ نہ پایا صاف
کیون فقیہون سے رُک گئی حالی — بھید تم نے نہ کچھ بتایا صاف

ق

نہ ہم ہین یار کی محفل مین بار کے لائق — نہ اپنا کلبۂ احزان ہی یار کے لایق
کرے گا کیا ترا کحل الجواہر اے کحال — نہین یہ آنکھ ہی دیدار یار کے لایق
مکان عاریتی اور لباس بوسیدہ — بہت ہی زندگی مستعار کے لایق
غرور و حرص ہین زیور عروس دنیا کے — بناؤ تھے یہی اس نابکار کے لایق
کرے گی باد بہار آکے اب کسے سرسبز — رہا نہ باغ قدوم بہار کے لایق
بس اب ہی فضلۂ روباہ و گرگ پر گذران — رہا نہ شیر ژیان خود شکار کے لایق
گنہ کا عذر کرین محتسب ہم آنکھون سے — ہمارے جرم ہون گر اعتذار کے لایق
گرہ مین دام نہ دفتر مین نام ہی حالی — تھین تو شہر مین ہوا اعتبار کے لایق
یہ ہمنے مانا کہ تم مین ہنر بھی ہین کچھ کچھ — مگر نہین کوئی خوبی شمار کے لایق

ک

دلون کا کھوٹ اگر کیجیے برملا ایک ایک — تو آشنا سے ہو بیگانہ آشنا ایک ایک
سلامتی کو وہان قافلون کی رو بیٹھین — جہان ہی راہزن خلق رہنما ایک ایک
زمانہ پھر نظر آتا ہے کچھ ترقی پر — بنا ہی غوث زمان آجکل گدا ایک ایک
رہا ہون رند بھی اے شیخ پارسا بھی مین — مری نگاہ مین ہی رند پارسا ایک ایک
وفا کی ایک تجھی سے امید ہی اس وقت — کہ یار یار سے ہو جائیگا جدا ایک ایک
چھپا کے اُس سے قصور اپنے ہم بہت شرمائے — جب آپ منہ سے لگی بولنے خطا ایک ایک

ہوا نہ ایک بھی حق اس کی بندگی کا ادا — کیا ہے جس نے حق خواجگی ادا ایک ایک

امیر حاج کی ہمت مین گر نہ آئے قصور — تو موج بحر ہو کشتی کی نا خدا ایک ایک

ہم آج بیٹھے ہین ترتیب کرنے دفتر کو — ورق جب اُسکا اڑا لے گئی ہوا ایک ایک

بہار نے بھی نہ بلبل تری بجھائی آگ — جگر کے پار ہے اب بھی تری نوا ایک ایک

وہ عشق ہے نہ جوانی وہ تو ہے اب نہ وہ ہم — پہ دل پہ نقش ہے ابتک تری صدا ایک ایک

نہ ہم رہین گے نہ حالی یہ دلخراش جہان
رہیگی حالی دلگیر کی صدا ایک ایک

گ

عالم آزادگان ہے اک جہان سب سے الگ — ہے زمین اُن کی اور اُن کا آسمان سب سے الگ

پاک ہین آلایشون سے بند غم نے لگاؤ — رہتے ہین دنیا مین سب کے درمیان سب سے الگ

دوست کے ہین جان نثار اپنا ہو یا بیگانہ ہو — ہے عشیرہ اور اُن کا دودمان سب سے الگ

سب کی سُن لیتے ہین لیکن اپنی کچھ کہتے نہین — ہے کوئی بھیدی اور اُن کا رازدان سب سے الگ

جانچتے اورون کو ہین خود لے کے اپنا امتحان — رکھتے ہین اپنا طریق امتحان سب سے الگ

اک چمن زیر تفرّج رکھتے ہین زیر بغل — روضۂ وبستان و فردوس و جنان سب سے الگ

کلبۂ احزان ہے روشن اُن کا جس مہتاب سے — ہے وہ نور مہر و ماہ و کہکشان سب سے الگ

سیکڑون پھندون مین یان جکڑا ہوا ہے بند بند — پر ٹوٹے کوئی دل اُن کا تو وان سب سے الگ

شاعرون کے ہین سب انداز سخن دیکھے ہوے — درد مندون کا ہے دُکھڑا اور بیان سب سے الگ

مال ہے نایاب پر گاہک ہین اکثر بیخبر
شہر مین کھولی ہے حالی نے دکان سب سے الگ

صلح ہے اک مُہلت سامان جنگ — کرتے ہین بھرنے کو یان خالی تفنگ

عہد گیتی پر نہ بھولین کامران — آخر اس کی آشتی لائے گی رنگ

علم کیا؟ اخلاق کیا؟ ہتھیار کیا — سب بشر کے مار رکھنے کے ہین ڈھنگ

رو کیے بدخو کو بدخوئی سے کیون — آپ اپنی خو سے آجائے گا تنگ

زہد و طاعت پر جوانون کی نہ جاؤ — یہ بھی ہے اک نوجوانی کی ترنگ

پاکبازون کو نہین کچھ قیدِ وضع — جو ہین اچھے اُن پہ سب کھلتے ہین رنگ

کام کا شاید زمانہ ہو چکا — دلین اب اُٹھتی نہین کوئی اُمنگ

وہ عجائب اب نظر آتے ہین کھیل — دیکھ پہلے جن کو رہ جاتے تھے دنگ

کاہشون سے پرورش پاتی ہے روح — اب لگا کھایا پیا سب آکے انگ

عقل شاید مُلک مین باقی ہے کچھ — ہے ابھی کچھ حاصل افیون و بھنگ

بڑھ گیا ہے رحم انسانی بہت — ہو گی ایجاد اب نئی توپ اور تفنگ

قوم کو حالی نہین راس اتفاق
پھوٹ ہی کا بس کھلے گا ہم پہ رنگ

ل

ہو گئے ہین ہم ہی کچھ اور آج کل — یا زمانہ ہی گیا یارب بدل

رہ گئے ہین کچھ کچھ آثارِ سلف — اور ابھی ہونا ہے شاید مبتذل

اِک سنبھلتے ہم نظر آتے نہین — ورنہ گر گر کر گئے لاکھون سنبھل

کب تک آخر ٹھہر سکتا ہے وہ گھر — آ گیا بنیاد مین جس کی خلل

ناؤ ڈوبے یا کہین کھیوا ہو پار — تیری حد بھی کچھ ہے اے طولِ امل

اب لگاؤ بو دہ کچھ اپنی نئی — لا چکے پودے بہت اگلون کے پھل

دیکھیے نبھتا ہے کب تک پاسِ وضع — ہم نہ بدلے اور گیا عالم بدل

کوششون مین کچھ مزا آتا نہین — وقت کوشش کا گیا شاید نکل

اب سنو حالی کے نوحے عمر بھر — ہو چکا ہنگامۂ مدح و غزل

مدرسہ میں دہر کے رو بر قفا بیٹھے تھے ہم
اُٹھے بس ویسے ہی کورے جیسے جا بیٹھے تھے ہم

پھر وہی ہم ہیں کہ ہر عشوہ پہ ہیں کافر کے لوٹ
زال دنیا سے ابھی ہو کر خفا بیٹھے تھے ہم

صحبتیں اہل ورع کی سب گئیں نظروں سے گر
بزم رندان میں یونہیں اک روز جا بیٹھے تھے ہم

شیخ دنیا کی حقیقت رہ کے دنیا میں کھلی
ورنہ دھوکا۔ دور سے دیکھ اسکو کھا بیٹھے تھے ہم

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی سے تری
آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

سعی کا انجام پہلے ہی سے آتا تھا نظر
ہاتھ ساحل ہی پہ بیڑے سے اُٹھا بیٹھے تھے ہم

ہمسے خود دنیا ہی پیاری حالی اور یہان
دین تک دنیا کی قیمت مین لگا بیٹھے تھے ہم

خوبیان اپنے مین گو بے انتہا پاتے ہین ہم
پر ہر اک خوبی مین داغ اک عیب کا پاتے ہین ہم

خوف کا کوئی نشان ظاہر نہین افعال مین
گو کہ دل مین متصل خوف خدا پاتے ہین ہم

کرتے ہین طاعت تو کچھ خواہان نمائش کے نہین
پر گنہ چھپ چھپ کے کرنے مین مزا پاتے ہین ہم

دیدہ و دل کو خیانت سے نہین رکھ سکتے باز
گرچہ دست و پا کو اکثر بے خطا پاتے ہین ہم

دل مین درد عشق نے مدت سے کر رکھا ہے گھر
پر اُسے آلودہ حرص و ہوا پاتے ہین ہم

ہو کے نادم جرم سے پھر جرم کرتے ہین وہی
جرم سے گو آپ کو نادم سدا پاتے ہین ہم

ہین فدا اُن دوستون پر جنمین ہو صدق و صفا
پر بہت کم آپ مین صدق و صفا پاتے ہین ہم

گو کسی کو آپ سے ہونے نہین دیتے خفا
اک جہان سے آپکو لیکن خفا پاتے ہین ہم

جانتے اپنے سوا سب کو ہین بے مہر و وفا
اپنے مین گر شمہ مہر و وفا پاتے ہین ہم

بخل سے منسوب کرتے ہین زمانہ کو سدا
گر کبھی توفیق ایثار و عطا پاتے ہین ہم

ہو اگر مقصد مین ناکامی تو کر سکتے ہین صبر
درد خود کامی کو لیکن بے دوا پاتے ہین ہم

ٹھہرتے جاتے ہین جتنے چشم عالم مین بھلے
حال نفس دون کا اتنا ہی برا پاتے ہین ہم

حسقدر جھک جھک کے ملتے ہین بزرگ و خرد سے — کبر و ناز اتنا ہی اپنے مین سوا پاتے ہین ہم
گو بھلائی کرکے ہمجنسون سے خوش ہوتا ہے جی — تہ نشین اس مین مگر دُرد ریا پاتے ہین ہم
ہے ردائے نیکنامی دوش پر اپنے مگر — داغ رسوائی کے کچھ زیر ردا پاتے ہین ہم
راہ کے طالب ہین پر بے راہ پڑتے ہین قدم — دیکھیے کیا ڈھونڈھتے ہین اور کیا پاتے ہین ہم

نور کے ہم نے گلے دیکھے ہین ای حالی مگر
رنگ کچھ تیری الاپون مین نیا پاتے ہین ہم

آگے بڑھے نہ قصۂ عشق بتان سے ہم — سب کچھ کہا مگر نہ کھلے رازدان سے ہم
اب بھاگتے ہین سایۂ عشق بتان سے ہم — کچھ دل سے ہین ڈرے ہوے کچھ آسمان سے ہم
خود رفتگی شب کا مزا بھولتا نہین — آئے ہین آج آپ مین یارب کہان سے ہم
درد فراق و رشک عدو تک گران نہین — تنگ آگئے ہین اپنے دل شادمان سے ہم
جنت مین تو نہین اگر اے زخم تیغ عشق — بدلین گے تجھ کو زندگی جاودان سے ہم
لینے دو چین کوئی دم اے منکر و نکیر — آئے ہین آج چھوٹ کے قید گران سے ہم
ہنستے ہین اُسکے گریۂ بے اختیار پر — بھولے ہین بات کہہ کے کوئی رازدان سے ہم
اب شوق سے بگاڑ کی باتین کیا کرو — کچھ پاگئے ہین آپ کی طرز ادا سے ہم
دلکش ہر ایک قطعۂ صحرا ہے راہ مین — ملتے ہین جاکے دیکھیے کب کاروان سے ہم

لذت تری کلام مین آئی کہان سے یہ
پوچھین گے جاکے حالی جادو بیان سے ہم

ن

یارون کو تجھ سے حالی اب سرگرانیان ہین — نیندین اچاٹ دیتی تیری کہانیان ہین
یاد اسکی دل سے دھو دے ای چشم تر تو مانون — اب دیکھنی مجھے بھی تیری روانیان ہین
بنتے ہین غیر اپنے ہوتے ہین رام وحشی — الفت کی بھی جہان مین کیا حکمرانیان ہین

غیبت ہو یا حضوری دونو بری ہین تیری
جب بدگمانیان تھین اب بدزبانیان ہین

کہتے ہین جسکو جنت وہ اک جھلک ہی تیری
سب واعظون کی باقی رنگین بیانیان ہین

رحمت تری غذا ہی غصہ ترا دوا ہے
شانین ہین تیری جتنی جان جہانیان ہین

ہوگا تو پہلے ہوگا اے چرخ مہربان تو
کچھ ان دنون تو ہمپر نامہربانیان ہین

اپنی نظر مین بھی یان اب تو حقیر ہین ہم
بے غیرتی کی یارو اب زندگانیان ہین

روتے ہین چار ہمپر ہنستے ہین چار ہمپر
یان تک ہماری پہونچی اب ناتوانیان ہین

ہر حکم پر ہون راضی ہر حال مین ہین خوش
حصہ مین اب ہمارے یہ شادمانیان ہین

خاور سے باختر تک جن کے نشان تھے برپا
کچھ مقبرون مین باقی ان کی نشانیان ہین

دیکھا نہین ابھی تک قحط الرجال تم نے
اِس سے بھی سخت آتی آگے گرانیان ہین

کھیتون کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیان ہین

فضل و ہنر بڑون کے گر تم مین ہون تو جانین
گر یہ نہین تو بابا وہ سب کہانیان ہین

رونے مین تیرے حالی لذت ہے کچھ نرالی
یہ خون فشانیان ہین یا گلفشانیان ہین

جب سے سُنی ہے تیری حقیقت چین نہین اک آن ہمین
اب نہ سنین گے ذکر کسی کا آگے کو ہوئے کان ہمین

کچھ روز غفلت مین پھرے یان ڈھونڈھتے ہم آسایش کو
کھُل گئی جب دُنیا کی حقیقت کچھ نہ رہا ارمان ہمین

چل کے نئی اک چال فلک نے کھو دیے ہوش حریفون کے
دے کے ہمین یا مات قبولین اتنے نہین [illegible] ہمین

پاس انھین گر اپنا ذرا ہو جان اپنی بھی اُن پہ فدا ہو
کرتے ہین خود ناشنوایان [illegible] ہین [illegible] ہمین

داد طلب سب غیر ہون جب تو ان مین کسی کا پاس نہ
بتلائی ہے زمانہ نے انصاف کی یہ پہچان ہمین

صحرا مین کچھ بکریون کو قصاب چراتا پھرتا تھا
دیکھ کے اُس کو سارے تمھارے آگئے یاد احسان ہمین

یان تو بدولت زہد و ورع کے بچ گئی خاصی عزت سے
بن نہ پڑا پر کل کے لیے جو کرنا تھا سامان ہمین

سُر تھے وہی اور تال وہی پر راگنی کچھ بیوقت سی تھی
غُل تو بہت یارون نے مچایا پر گئے اکثر مان ہمین

غیر سے اب وہ بیر نہین اور یار سے اب وہ پیار نہین
بس کوئی دن کا اب حالی یان سمجھو تم مہمان ہمین

کی تو ہین ہمنے بھی حالی کوچ کی تیاریان — سوجھتی ہین راہ مین لیکن بہت دشواریان
خواب راحت مین وہ لذت تیری اے پیری نہین — جو جوانی مین مزا دیتی تھین شب بیداریان
ہین اگر بیدردیان اپنون کی دل کو ناگوار — ناگوار اُن سے سوا غیرون کی ہین غمخواریان
ہو کہین اقبال کی نوبت کہین ادبار کی — سب کو کرنی ہونگی پوری اپنی اپنی باریان
زیست بے عقلون کو ہو جائے بسر کرنی محال — اتنی بھی لے عاقلو اچھی نہین ہشیاریان
بے مزہ ہو اہل دین کی ترشروئی بھی مگر — اس سے پھیکی اہل دنیا کی ہین ظاہرداریان

گو طبیعت سے گئے سب مادہ ہی فاسد نکل
کم ہوئین حالی نہ لیکن نفس کی بیماریان

راز دل کی سر بازار خبر کرتے ہین — آج ہم شہر مین خون اپنا ہدر کرتے ہین
عقل کی بات کوئی ہمنے کہی ہے شاید — جتنے جھلے ہین سب ہمسے حذر کرتے ہین
جرم خالق سے سوا پاتے ہین جرم قضا — جب کبھی ہم اپنے گناہون پہ نظر کرتے ہین

کم سے کم وعظ مین اتنا تو اثر ہو واعظ! | بول قوال کے جو دل مین اثر کرتے ہین
زہد و طاعت کا سہارا انہین ہے زاہد | یاد اللہ کو ہم آٹھ پہر کرتے ہین
عیب یہ ہے کہ کرو عیب ہنر دکھلاؤ | ورنہ یان عیب تو سب فرد بشر کرتے ہین
غمزدہ رنج و مصیبت پہ کرو ناز کہ وہ | دل دکھاتے ہین وہی جی مین کہ گھر کرتے ہین
جی رکاوٹ سے جو انکی کبھی رک جاتا ہے | اک لگاوٹ مین ادھر سے وہ ادھر کرتے ہین
اک بیان جینے سے بیزار رہین ہین یارب | یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہین
تلخیان زیست کی تھوڑی سی ہی ہین باقی | یہ مہم بھی جو خدا چاہے تو سر کرتے ہین
قیصر و زار کا یان بیٹھ تو بھرنا معلوم | بس ہماری ہی طرح وہ بھی گذر کرتے ہین

کہین افطار کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی
آپ اکثر رمضان ہی مین سفر کرتے ہین

دیکھنا ہر طرف نہ مجلس مین | رخنے نکلین گے سیکڑون اس مین
کی نصیحت بری طرح ناصح | اور اک بس ملا دیا رس مین
ہو نہ بینا تو فرق پھر کیا ہے | چشم انسان و چشم نرگس مین
بے قدم دم ہین خانقاہون مین | بے عمل علم ہین مدارس مین
دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز | اب دھرا کیا ہے اس مین اور اس مین
نہو قبضے مین جب عنان فرس | ہیچ ہین جو ہنر ہین فارس مین
جس سے نفرت ہو اہل نعمت کو | وہی نعمت ہے چشم مفلس مین
ہو فرشتہ بھی تو نہین انسان | درد تھوڑا بہت نہ ہو جس مین
جانور آدمی فرشتہ خدا | آدمی کی ہین سیکڑون قسمین
آج کل چرخ صلح جو ہے بہت ۷ | دیکھئے ہو بگاڑ کس کس مین
کی ہے خلوت پسند حالی نے | اب نہ دیکھو گے اس کو مجلس مین

بوالہوس عشق کی لذت سے خبردار نہین ہین مے ناب کے دلال قدح خوار نہین
شہر مین اُن کے نہین جنس وفا کی بکری بھاؤ ہین پوچھتے پھرتے پہ خریدار نہین
کون سے وہ گل رعنا پہ نواسنج نہین کون سی نرگس شہلا کے وہ بیمار نہین
کبھی لیلیٰ پہ ہین مفتون کبھی شیرین پہ فدا اور جو پھر کبھو تو دونو سے سروکار نہین
اُٹھ نہین سکتی سزا جرم وفا کی اُن سے دل پھنسا کر کہین بنتے وہ گنہگار نہین
عیش مین جان فدا کرنے کو تیار ہین وہ اور جو ہو کیل کا کھٹکا بھی تو پھر یار نہین
نت نیا ذائقہ چکھنے کا ہے لپکا اُن کو دربدر جھانکنے پھرنے سے اُنھین عار نہین
بوالہوس کام طلب بندۂ نفس اہل ہوا ایک عالم ہے اسی رنگ مین دو چار نہین
دعویٰ عشق و محبت پہ نہ جانا اُن کے اِن مین گفتار ہی گفتار ہے کردار نہین

کہے حالی بھی اگر عاشق صادق ہو نہین
کہدو واللہ کہ صادق نہین زنہار نہین

پھونکا ہی فصل گل نے صور آکے پھر چمن مین اِک حشر سا ہے برپا مرغان نغمہ زن مین
بلبل کے آگ سی کچھ تن من مین لگ رہی ہے بجلی گری فلک سے یا گل کھلا چمن مین
باد صبا گئی پھونک کیا جانے کان مین کیا پھولے نہین سماتے غنچے جو پیرہن مین
چپ ہے زبان سوسن حیران ہے چشم نرگس قدرت کا دیکھ جلوہ نسرین و نسترن مین
ہین اور تو ادائین ساری سہی قدون کی پڑتی ہے جان باقی بس سرو نارون مین
ہے عید اہل اسلام یا موسم بہاران جنگل بسا ہوا ہے سب عطر یاسمن مین
منھ سے دھوان سا اُٹھا لیتے ہی نام اسلام بارود بچھ رہی تھی گویا لب و دہن مین
پھر زخم پھوٹ نکلا حالی نہ چھیڑنا تھا فصل خزان کا قصہ ذکر گل و سمن مین
گو رو چکے ہین دُکھڑا سو بار قوم کا ہم پر تازگی وہی ہے اس قصۂ کہن مین
وہ قوم جو جہان مین کل صدر انجمن تھی تم نے سُنا بھی؟ اسپر کیا گذری انجمن مین

پائین بزم بھی اب ملتی نہین اُسے جا
روندن مین ہے وہ گلبن پھولا تھا جو چمن مین

رُوبہ کی جون مین ہے مرغوب اب وہ ملّت
تھی سہمناک کل تک جو شیر کے بدن مین

وہ دن گئے کہ حکمت[1] تھی مستند یمن کی
ہے اب بجائے حکمت خاک اُڑ رہی یمن مین

وہ دن گئے کہ موتی مشہور تھے عدن کے
ہے کال موتیون کا اب سربسر عدن مین

قبر اویس پر ہے بس فخر اب قرن کو
زندہ اویس کوئی باقی نہین قرن مین

اس باغ کی خزان نے کچھ خاک سی اُڑا دی
فصل بہار گویا آئی نہ تھی چمن مین

ڈالی نہ ہو گی آگے اے دور چرخ شاید
جو ابکی تو نے ہلچل ڈالی ہے انجمن مین

فوج اور بھیڑ دونون پھرتی ہین بے سری سر
گویا امیر لشکر مارا گیا ہے رن مین

خرد و بزرگ سارے ہین بدحواس گویا
لٹنے کی قافلے کے پہونچی خبر وطن مین

بھولی ہوئی ہین ڈارین ہرنون کی چوکڑی سب
جائین کدھر کہ ہر سو دَو لگ رہی ہے بن مین

حالی بس اب نہین یان سننے کی تاب باقی
مانا کہ ہے بہت کچھ وسعت ترے سخن مین

نوکِ زبان نے تیری سینون کو چھید ڈالا
ترکش مین ہے یہ پیکان یا ہے زبان دہن مین

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہان
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہان

ہین دور جام اول شب مین خودی سے دور
ہوتی ہے آج دیکھیے ہم کو سحر کہان

یا رب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر
تھا اسکو ہم سے ربط مگر اس قدر کہان

اِک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہان

بس ہو چکا بیان کسل و رنج راہ کا
خط کا مرے جواب ہے اے نامہ بر کہان

کون و مکان سے ہے دل وحشی کنارہ گیر
اس خانمان خراب نے ڈھونڈھا ہے گھر کہان

[1] یمن کی نسبت حدیث مین آیا ہے کہ "الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ" یعنی ایمان ہے تو یمن کا ہے اور حکمت ہے تو یمن کی ہے۔ اسی بنا پر میر باقر داماد نے اپنے فلسفہ کا نام حکمت یمانیہ رکھا ہے"

ہم جس پہ مر رہے ہین وہ ہی بات ہی کچھ اور — عالم مین تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہان

ہوتی نہین قبول دعا ترکِ عشق کی — دل چاہتا نہو تو زبان مین اثر کہان

حالی نشاطِ نغمہ و مے ڈھونڈھتے ہو اب

آئے ہو وقتِ صبح رہے رات بھر کہان

پیا ہمنے نہ جام بے کدورت بزم دوران مین — خزان کو لے گئے ہمراہ اگر ہو پہنچے گلستان مین

نہین کچھ منحصر وابستگی زلف پریشان مین — جو دل چاہے تو اُلجھے اک غبارِ رہِ بیابان مین

اگر چھوڑا کمند جذبۂ عشق زلیخا نے — نہ رہنے دے گا حسن خودنما یوسف کو کنعان مین

تصور نے بھلایا تیرے ذوقِ شادی و غم کو — نہ کچھ کلفت ہے زندان مین نہ کچھ راحت شبستان مین

خوشی مین بھی نہین رہنا خوش آتا ایک حالت پر — کہان تک جی نہ گھبرائے الٰہی دردِ ہجران مین

زبان تقریر سے قاصر قلم تحریر سے عاجز — نہ پوچھو ہمسے کیا دیکھا ہی ہمنے بزم اخوان مین

فلک سے جیتے جی معلوم بننا کام دل کا خضر — سوائے طولِ حسرت کیا دھرا ہو آب حیوان مین

نہ چھوڑے گی محبت یار سے ناکام عاشق کو — نسیم مصر کو آنا ہی اکدن بیت احزان مین

گل و نسرین تو کیا فرقت مین جی تک چھوٹ جاتا ہے — ہمارا بھی کبھی لگتا تھا دل سیرِ گلستان مین

بہت دن چاہئین یوسف کو تا پہنچے زلیخا تک — نکل کر چاہِ کنعان سے ابھی رہنا ہی زندان مین

نہ دی حیرت نے حالی فرصتِ سیرِ جہان اکدم

رہے ہم شہر مین ایسے کہ تھے گویا بیابان مین

اب وہ اگلا سا التفات نہین — جسپہ بھولے تھے ہم وہ بات نہین

مجھکو تم سے ہے اعتماد وفا — تمکو مجھسے پر التفات نہین

رنج کیا کیا ہین ایک جان کے ساتھ — زندگی موت ہی حیات نہین

یونہین گذرے تو سہل ہی لیکن — فرصتِ غم کو بھی ثبات نہین

کوئی دلسوز ہو تو کیجے بیان — سرسری دل کی واردات نہین

ذرہ ذرہ ہے مظہر خورشید
جاگ اے آنکھ دن ہے رات نہیں

قیس ہو کوہکن ہو یا حالی
عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

کچھ ہنسی کھیل سنبھلنا غم ہجران مین نہیں
چاک دل مین ہے مرے جو کہ گریبان مین نہیں

کھو دیا یاس نے ذوق خلش فکر وصال
اک مزا تھا سو وہ اب کاوش پنہان مین نہیں

ہمنے کی سیر چمن غور سے اے بلبل زار
بات چبھتی ہوئی کوئی گل و ریحان مین نہیں

عشق نے مصر مین سو بار زلیخا سے کہا
فتنہ دہر ہے جو حسن وہ کنعان مین نہیں

محتسب اصدق و صفا یان ہے انھین کے دم تک
مصلحت برہمی صحبت رندان مین نہیں

یان بھی ہے کون و مکان سے دل وحشی آزاد
جسکو ہم قید سمجھتے ہین وہ زندان مین نہیں

ٹھیرتے ٹھیرتے دل یون ہی ٹھہر جائے گا
بات جو آج ہے وہ کل غم ہجران مین نہیں

کس طرح اسکی لگاوٹ کو بناوٹ سمجھون
خط مین لکھا ہے وہ القاب جو عنوان مین نہیں

دی ہے واعظ نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھ
ایسے الجھاؤ ترے کاکل پیچان مین نہیں

آدمی ہو تو کبھی پاس محبت کے نہ جائے
اب بھی کہتے ہین کہ ہم غیر کے نقصان مین نہیں

بیقراری تھی سب امید ملاقات کے ساتھ
اب وہ اگلی سی درازی شب ہجران مین نہیں

حالی زار کو کہتے ہین کہ ہے شاہد باز
یہ تو آثار کچھ اس مرد مسلمان مین نہیں

غم فرقت ہی مین مرنا ہو تو دشوار نہیں
شادی وصل بھی عاشق کو سزاوار نہیں

خود بروئی کے لیے زشتی خو بھی ہے ضرور
سچ تو یہ ہے کہ کوئی تجھ سا طرحدار نہیں

قول دینے مین تامل نہ قسم سے انکار
ہم کو سچا نظر آتا کوئی اقرار نہیں

کل خرابات مین اک گوشہ سے آتی تھی صدا
دل مین سب کچھ ہے مگر رخصت گفتار نہیں

حق ہوا کس سے ادا اُس کی وفاداری کا
جسکے نزدیک جفا باعث آزار نہیں

دیکھتے ہین کہ پہونچتی ہی وہان کون سی راہ
کعبہ و دیر سے کچھ ہم کو سروکار نہین

ہونگے قائل وہ ابھی مطلعِ ثانی سُنکر
جو تجلی مین یہ کہتے ہین کہ تکرار نہین

ق

مین تو مین غیر کو مرنے سے اب انکار نہین
اک قیامت ہے ترے ہاتھ مین تلوار نہین

کچھ پتا منزلِ مقصود کا پایا ہم نے
جب یہ جانا کہ ہمین طاقتِ رفتار نہین

چشمِ بد دور بہت پھرتے ہین اغیار کے ساتھ
غیرتِ عشق سے اب تک وہ خبردار نہین

ہو چکا ناز اُٹھانے مین ہے گو کام تمام
للہ الحمد کہ باہم کوئی تکرار نہین

مدتون رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا
دل نے آخر یہ دیا حکم کہ کچھ عار نہین

اصلِ مقصود کا ہر چیز مین ملتا ہے پتا
ورنہ ہم اور کسی شے کے طلبگار نہین

بات جو دل مین چھپائے نہین بنتی حالی
سخت مشکل ہے کہ وہ قابلِ اظہار نہین

وحشت مین تھا خیال گل و یاسمن کہان
لائی ہے بوے اُنس نسیمِ چمن کہان

ہے بندگی کے ساتھ یہان ذوقِ دید بھی
جائیگا دیر چھوڑ کے اب برہمن کہان

اہلِ طریق جس کو سمجھتے ہین زادِ راہ
وان دخل دست برد کو لے راہزن کہان

فصلِ خزان کمین مین ہے صیاد گھات مین
مرغِ چمن کو فرصتِ سیرِ چمن کہان

لاتا ہے دلکو وجد مین اک حرفِ آشنا
لیجائیے ہم کو دیکھیے ذوقِ سخن کہان

جی ڈھونڈھتا ہے بزمِ طرب مین انھین مگر
وہ آئے انجمن مین تو پھر انجمن کہان

دل ہو گیا ہے لذتِ غربت سے آشنا
اب ہم کہان ہواے نشاطِ وطن کہان

کہتا ہے خیر ہم بھی سہی دشمن آپ کے
شکوے کو لے گیا ہے وہ بیداد فن کہان

روکا بہت کل آپ کو حالی نے وان مگر
جاتا ہے محوِ شوق کا دیوانہ پن کہان

کوئی محرم نہین ملتا جہان مین — مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان مین
قفس مین جی نہین لگتا کسی طرح — لگا دو آگ کوئی آشیان مین
کوئی دن بوالہوس بھی شاد ہو لین — دھرا کیا ہے اشاراتِ نہان مین
کہین انجام آ پہونچا وفا کا — گھلا جاتا ہون اب کے امتحان مین
نیا ہے لیجیے جب نام اُس کا — بہت وسعت ہے میری داستان مین
دلِ پُر درد سے کچھ کام لون گا — اگر فرصت ملی مجھکو جہان مین
بہت جی خوش ہوا حالی سے ملکر — ابھی کچھ لوگ باقی ہین جہان مین

و

مرے دل مین ہو۔ گو مجھسے نہان ہو — مجھے بھی ڈھونڈھ لینا تم جہان ہو
نہ چھیڑون تذکرہ وصلِ عدو کا — اگر سمعِ مبارک پر گران ہو
تقاضائے محبت ہے۔ وگرنہ — مجھے اور جھوٹ کا تم پر گمان ہو
بہت بیقدر ہون محفل مین تیری — کہین ناخواندہ تو بھی میہمان ہو
مجھے ڈالا ہے سو وہم و گمان مین — بہت کیون آج مجھ پر مہربان ہو
کمر خون پر ہمارے باندھ رکھے — جیسے سُنی ہماری داستان ہو

مؤثر ہے بہت حالی ترا وعظ
کل اُسکے سامنے بھی کچھ بیان ہو

حکم ہے پیرِ مغان کا کہ جوانی نہ گنواؤ — خیر کفارۂ عصیان ہے یہ اور پلاؤ
دل کو کس طرح سمجھیے کہ وہی ہے یہ دل — وہ امیدین ہین نہ ارمان وہ اُمنگین ہین نہ چاؤ
یار کو یار سمجھتا ہے نہ تو غیر کو غیر — تو تو اچھا ہے مگر تیرے بُرے ہین برتاؤ
دوست ہون جسکے ہزارون وہ کسی کا نہین دوست — سچ بتا تجھکو کسی سے بھی ہے دنیا مین لگاؤ
تو وہی برقِ جہان سوز ہے بن خواہ نہ بن — ہے برابر ترا بے ساختہ پن اور بناؤ

ایک ہی دوست اور اُس سے ہمین چھٹواتے ہو — ناصحو اب تمھین دشمن کہین یا دوست بتاؤ

ہو گیا ذکر قیامت تو اجیرن واعظ — باتین کچھ اور کرو قصہ کوئی اور سناؤ

تجھکو اے ابر بلا دیکھ کے جی چھوٹ گیا — ایک ہی بار تم اے بادلو اس طرح نہ چھاؤ

باہو پنچ اے خضر کہ ہے وقت مددگاری کا — ڈگمگاتی ہی بہت دیر سے منجدھار مین ناؤ

دیکھین کسطرح نہ سرسبز ہو پھر کشت امید — آؤ اور ندیان آج آنسوؤن کی مل کے بہاؤ

اے شرافت تجھے بکنا ہو اگر مفت تو بک — آج کل کیجیے کیا ہے یہی بازار کا بھاؤ

قافلے ساتھ کے جا پہونچے حرم تک کبکے — وقت اب ہاتھ سے جاتا ہے جو آتے ہو تو آؤ

اُس کے نالون نے کیا بزم کو آخر بے لطف

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی کو نہ محفل مین بلاؤ

ھ

درِ فیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ — فقیرون کی جھولی مین ہے اب بھی سب کچھ

ہر اک کو نہین ملتی یان بھیک زاہد — بہت جانچ لیتے ہین دیتے ہین تب کچھ

کچھ اور آؤ بن کر تم اے میر و مرزا — نہین پوچھتے یان حسب اور نسب کچھ

یہ طبلِ تہی ہین جو بجتے ہین — جنھین کچھ خبر ہے وہ کہتے ہین کب کچھ

دیا تو نے یان جس بہانے سے چاہا — ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

ہے افسردہ مجلس کی خست سے واعظ — وہ گرمائے گا یہ سمجھین گے جب کچھ

تم اپنی سی کہنی بھی جو کہہ چکے سب — نہین ناصحو تم پہ الزام اب کچھ

یہ ہے بزم مجلس کہ چینی کی مورت — ٹٹولو تو ہیچ اور دیکھو تو سب کچھ

کوئی لقمہ چرب تاکا ہے شاید

یہ حالی کی غزلت نہین بے سبب کچھ

بڑھاؤ نہ آپس مین ملت زیادہ — مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ

تکلف علامت ہے بیگانگی کی — نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ
کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت — جو چاہو کرین لوگ عزت زیادہ
نکالو نہ رخنے نسب مین کسی کے — نہین اس سے کوئی رذالت زیادہ
کرو علم سے اکتسابِ شرافت — نجابت سے ہی یہ شرافت زیادہ
فراغت سے دنیا مین دم بھر نہ بیٹھو — اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ
جہان رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے — نہین لگتی کچھ اسمین دولت زیادہ
مصیبت کا اک اک سے احوال کہنا — مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ
کرو ذکر کم اپنی داد و دہش کا — مبادا کہ ثابت ہو خست زیادہ
پھر اورون کی تکتے پھروگے سخاوت — بڑھاؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ
کہین دوست تم سے نہو جائین بدظن — جتاؤ نہ اپنی محبت زیادہ
جو چاہو فقیری مین عزت سے رہنا — نہ رکھو امیرون سے ملت زیادہ
وہ افلاس اپنا چھپاتے ہین گویا — جو دولت سے کرتے ہین نفرت زیادہ
نہین چھپتے عیب اتنی ثروت سے تیرے — خدا دے تجھے خواجہ ثروت زیادہ
ہے الفت بھی وحشت بھی دنیا سے لازم — پہ الفت زیادہ نہ وحشت زیادہ
فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا — مگر اسمین پڑتی ہے محنت زیادہ
بکے مفت یان ہم زمانہ کے ہاتھون — یہ دیکھا تو تھی یہ بھی قیمت زیادہ
ہوئی عمر دنیا کے دھندون مین آخر — نہین بس اب اے عقل مہلت زیادہ

غزل مین وہ رنگت نہین تیری حالی
الاپین نہ بس آپ دھرپت زیادہ

حقیقت محرم اسرار سے پوچھ — مزا انگور کا مے خوار سے پوچھ
وفا اغیار کی اغیار سے سن — مری الفت در و دیوار سے پوچھ

ہماری آہ بے تاثیر کا حال — کچھ اپنے دل سے کچھ اغیار سے پوچھ
دلون مین ڈالنا ذوق اسیری — کمند گیسوے خمدار سے پوچھ
دل مہجور سے سُن لذتِ وصل — نشاط عافیت بیمار سے پوچھ
نہین جز گریۂ غم حاصلِ عشق — ہماری چشم دریا بار سے پوچھ
نہین آب بقا جز جلوۂ دوست — کسی لب تشنۂ دیدار سے پوچھ
فریب وعدۂ دیدار کی قدر — شہید خنجر انکار سے پوچھ
فغانِ شوق کو مانع نہین وصل — یہ نکتہ عندلیب زار سے پوچھ
تصور مین کیا کرتے ہین جو ہم — وہ تصویر خیال یار سے پوچھ

متاعِ بے بہا ہے شعر حالی
مری قیمت مری گفتار سے پوچھ

ی

ہے اُنکی دوستی پر ہم کو تو بدگمانی — وہ ہم کو دوست سمجھین یہ انکی مہربانی
بیجرم کوئی آخر کب تک سُنے ملامت — ناصح سے ہمکو اپنی کہنی پڑی کہانی
عاشق کے دلکو ٹھنڈک جو تیری آگ مین ہے — دیتا نہین وہ لذت پیاسے کو سرد پانی
امید وصل سے ہی کچھ جی چھڑاے دیتا — جو کچھ سُنا ہے ہمنے مشاطہ کی زبانی
ہر حکم پر ہون راضی ہر حال مین ہون خوش — کچھ ہے اگر تو یہ ہے دنیا مین شادمانی
صبر و سکون سے ہمکو یہ بھی نبیڑنے دے — تھوڑی سی رہ گئی ہے اے کاہش نہانی
پھر یہ بناے ہستی ہے تیرے بعد ویران — پر تو بھی اب غنیمت اے ضعف ناتوانی
دیکھا جمال جانان آنکھون نے اور نہ دل نے — کیا جانے کس ادا سے کی اُسنے دلستانی

اک نکتہ کے بیان سے سربرہوگی حالی
چلتا نہین کسی کا یان لاف نکتہ دانی

کہدو کوئی ساقی سے کہ ہم مرتے ہین پیاسے
گر مے نہین دے زہر ہی کا جام پلا سے

جو کچھ ہے سو ہے اُسکے تغافل کی شکایت
قاصد سے ہے تکرار نہ جھگڑا ہے صبا سے

دلالہ نے امید دلائی تو ہے لیکن
دیتے نہین کچھ دل کو تسلی یہ دلاسے

ہے وصل تو تقدیر کے ہاتھ اے شہ خوبان
یان ہین۔ تو فقط تیری محبت کے ہین پیاسے

پیاسے ترے سرگشتہ ہین جو راہ طلب مین
ہونٹون کو وہ کرتے نہین تر آب بقا سے

درگذرے دوا سے تو بھروسے پہ دعا کے
درگذرین دعا سے بھی دعا ہے یہ خدا سے

اک درد ہوس آٹھ پہر دل مین کہ جسکو
تخفیف دوا سے ہو نہ تسکین دعا سے

حالی دلِ انسان مین ہے گم دولت کونین
شرمندہ ہون کیون غیر کے احسان و عطا سے

جب وقت پڑے دیجئے دستک در دل پر
جھکیے فقرا سے نہ جھکیے امرا سے

کبک و قمری مین ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتاوے گی خزان یہ کہ وطن کس کا ہے

فیصلہ گردش دوران نے کیا ہے سو بار
مرو کس کا ہے بدخشان و ختن کس کا ہے

دم سے یوسف کے جب آباد تھا یعقوب کا گھر
چرخ کہتا تھا کہ یہ بیت حزن کس کا ہے

مطمئن اس سے مسلمان نہ مسیحی نہ یہود
دوست کیا جانئے یہ چرخ کہن کس کا ہے

واعظ اک عیب سے تو پاک ہے یا ذات خدا
ورنہ بے عیب زمانہ مین چلن کس کا ہے

آج کچھ اور دنون سے ہے سوا استغراق
عزم تسخیر پھر اے شیخ زمن کس کا ہے

آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہل نظر کی تم پر
تم مین روپ اے گل و نسرین و سمن کس کا ہے

عشق اُدھر عقل اِدھر دھن مین چلے ہین تیری
رستہ اب دیکھئے دونون مین کٹھن کس کا ہے

شان دیکھی نہین گر تو نے چمن مین اسکی
ولولہ تجھ مین یہ اے مرغ چمن کس کا ہے

ہین فصاحت مین مثل واعظ و حالی دونو
دیکھنا یہ ہے کہ بے لاگ سخن کس کا ہے

ہوا کچھ اور ہی عالم مین چلتی جاتی ہے
ہنر کی عیب کی صورت بدلتی جاتی ہے

عجب نہین کہ رہے نیک و بد مین کچھ نہ تمیز
کہ جو بدی ہے وہ سانچے مین ڈھلتی جاتی ہے

سپاہ و میر سپہ باغ باغ ہین لیکن
بہیر روتی ہے اور ہاتھ ملتی جاتی ہے

کہا جو مین نے وفا کرتے آئے ہین احباب
کہا زمانہ کی عادت بدلتی جاتی ہے

قلق اُنھین نہین گردشون سے چھٹنے کا
طبیعت اپنی بھی کچھ کچھ سنبھلتی جاتی ہے

بہت سے کھو دیے خلجان بینوائی نے
ضرورت ایک کے بعد ایک ٹلتی جاتی ہے

ہوے ہین بار امانت سے تیرے سب عاجز
زمین بھی اپنے خزانے اگلتی جاتی ہے

اُڑے گی خاک تقدس کی اب سر بازار
فقیہ و شیخ مین جوتی اچھلتی جاتی ہے

نہ خوف مرنے سے جب تھا نہ اب ہے کچھ حالی
کچھ اک جھجک تھی سو وہ بھی نکلتی جاتی ہے

بُری اور بھلی سب گذر جائے گی
یہ کشتی یونہین پار اُتر جائے گی

ملے گا نہ گلچین کو گل کا پتا
ہر اک پنکھڑی یون بکھر جائے گی

رہین گے نہ ملاح یہ دن سدا
کوئی دن مین گنگا اتر جائے گی

اِدھر ایک ہم اور زمانہ اُدھر
یہ بازی تو سو بسوے ہر جائے گی

بناوٹ کی شیخی نہین رہتی شیخ!
یہ عزت تو جائے گی پر جائے گی

نہ پوری ہوئی ہین امیدین نہ ہون
یونہین عمر ساری گذر جائے گی

سنین گے نہ حالی کی کب تک صدا
یہی ایک دن کام کر جائے گی

سلف کی دیکھ رکھو راستی اور راستی اخلاق
کہ اُن کے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہین باقی

نہین خالی ضرر سے وحشیون کی لوٹ بھی لیکن
حذر اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی

نہ گل چھوڑے نہ برگ و بار چھوڑے تو نے گلشن مین
یہ گلچینی ہے یا للّٰہ ہے گلچین یا ہے قزاقی

کمال کفش دوزی علم افلاطون سے بہتر ہے
یہ وہ نکتہ ہے سمجھے جسکو مشائی نہ اشراقی

رہی دانائی آخر غالب آ کر پہلوانی پر
گئے چین مان سب چینی و فرغانی و قبچاقی

ہمارے ظرف ہی انعام کے قابل نہین ورنہ
لنڈھاے خم پہ خم غیرون پہ کیون ممسک ہو گر ساقی

مدارج کوشش و تدبیر کے سب ہو چکے حالی
لطیفہ رہ گیا ہے دیکھنا اک غیب[1] کا باقی کا

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم مین اہل نظر بھی ہین تماشائی بھی

اپنے اور غیر کے حق کی نہین کچھ رکھتے تمیز
اسمین شہری بھی ہین کوہی بھی ہین صحرائی بھی

آنکھ سب ایک کھلی رکھتے ہین اور ایک بندی
اسمین مسلم بھی ہین ہندو بھی ہین عیسائی بھی

جو چھپاتے ہین حق اندیشۂ رسوائی سے
گھات مین انکے لگی بیٹھی ہے رسوائی بھی

دوست گر بھائی ہو دوست ہے تو بھی لیکن
بھائی گر دوست نہین تو نہین کچھ بھائی بھی

اے غم دوست تجھی پر نہین اپنی گذران
کچھ فتوح اسکے سوا اور ہے بالائی بھی

دل غنی رکھتے ہین لے دولت دنیا جو لوگ
تیور اُن کے کبھی تو دیکھ کے شرائی بھی

عقل ہے اپنی حماقت کے چھپانیکی نہین
جنمین کچھ ساتھ حماقت کے ہے خودرائی بھی

عقل اور حسن پہ جن کے بھری مجلس ہو فدا
اُن کو خودرائی بھی پھبتی ہے خود آرائی بھی

ملنے دیگی نہ اجل تم سے ہمین جی بھر کر
فرصت اے دوستو دنیا سے اگر پائی بھی

جی گئے ہم پہ ہے ہر دوش[2] سے بدتر حالی
دیکھ لی ہم نے طبیبون کی مسیحائی بھی

رہا کھل کے زاہد کا زہد ریائی
بنائی بہت بات پر بن نہ آئی

بُرائی ہے رندون مین بھی شیخ لیکن
کہان یہ بُرائی کہان وہ بُرائی

گناہون سے بچنے کی صورت نہین جب
عبادت مین کیون جان ناحق کھپائی

---

[1] یعنی غم دنیا و غم زن و فرزند وغیرہ ۱۲ [2] اپنے دائم المرض ہونے کی طرف اشارہ ہے ۱۲

رُکا ہاتھ جب بن گئے پارسا تم نہین پارسائی یہ ہے نارسائی

بُرا آپ کو وہ سمجھتا ہے ہم سے سوا اُسکے منعم مین ہے کیا بڑائی

جو کہیے تو جھوٹی جو سُنیے تو سچّی خوشامد بھی ہم نے عجب چیز پائی

ہوئی آکے پیری مین قدرِ جوانی سمجھ ہم کو آئی پہ ناوقت آئی

وہی جو کہ کرتا ہے رائی کو پربت وہ پربت کو بھی کر دکھاتا ہے رائی

جوانی مین عاشق تھے اب ہم ہین ناصح جو وان دل پہ لی تھی تو یان منہ کی کھائی

قیاس آپ پر سب کو کرتے ہو حالی
نہین اب بھی اچھون سے خالی خدائی

وصل کا اب بھی دلِ زار تمنائی ہے نہ ملاقات ہے جس سے نہ شناسائی ہے

قطعِ امید نے دل کر دیے یکسو سو شکر شکل مدت مین یہ امید نے دکھلائی ہے

قوتِ دستِ خدائی ہے شکیبائی مین وقت جب آکے پڑا ہے یہی کام آئی ہے

ڈر نہین غیر کا۔ جو کچھ ہے سو اپنا ڈر ہے ہم نے جب کھائی ہے اپنے ہی سے زک کھائی ہے

نشے مین چور نہون جھانجھ مین خم و خمخان پند یہ پیرِ خرابات نے فرمائی ہے

نظر آتی نہین اب دل مین تمنا کوئی بعد مُدت کے تمنا مری بر آئی ہے

بات سچی کہی۔ اور انگلیان اُٹھین سب کی
سچ مین حالی کوئی رسوائی سی رسوائی ہے

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے

سامنا ہے موت کا ہونا محبت سے دوچار آئے اس میدان مین تنہا اگر کچھ جان ہے

دیکھ لے بُلبل ذرا گلبن کو آنکھین کھول کر پھول مین گر آن ہے کانٹے مین بھی اک شان ہے

عقل بھیلی پر نہ سمٹی حرص و آز انسان کی لے نہ اب نام آدمیت کا اگر انسان ہے

چیونٹیون مین اتحاد اور بھیڑیون مین اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

تجھ مین جوت اے شمع ہے کس بت عالم سوز کی — جان و دل سے تجھ پہ پروانہ جو یون قربان ہے

دل مین حالی کے رہے باقی نہ ارمان کچھ

جی مین ہے کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہے

تم مین وہ سوز نہ ہم مین ہے وہ ایمان باقی — رہ گیا کیا ہے اب اے گبر و مسلمان باقی

بزم دعوت مین رسائی ہوئی اپنی اُسوقت — میزبان جب نہ رہا کوئی نہ مہمان باقی

حق ادا اک نگہِ لطف کا ہوگا کیونکر — دل و دین لے چکے اور ہے ابھی احسان باقی

ظاہرا درد ہی اُلفت کا نہین چارہ پذیر — ورنہ چھوڑا نہین ہم نے کوئی درمان باقی

توشہ موجود ہے حالی نہ سواری نہ رفیق

ابھی کرنے ہین بہت کوچ کے سامان باقی

جب یہ کہتا ہون کہ بس دنیا پہ اب تُف کیجیے — نفس کہتا ہے ابھی چندے توقف کیجیے

وان رسائی ہے صبا کی اور نہ قاصد کو ہے بار — اُس سے آخر کس طرح پیدا تعارف کیجیے

ضبط کیجے درد دل تو ضبط کی طاقت نہین — اور کھلا جاتا ہے رازِ دل اگر اُف کیجیے

دوست کے تیور ہین ہم ہر رنگ مین پہچانتے — بے تکلف ملیے ہم سے یا تکلف کیجیے

جبکہ عقبیٰ مل گئی دنیا ہے پھر سہل الوصول — شیخ لگتے ہاتھ اس پر بھی تصرف کیجیے

وقت تھا جو کام کا حالی گنوا بیٹھے اُسے — جائیے اب عمر بھر بیٹھے تاسف کیجیے

توبہ حضرت کی ہو نہیں اک دو گھڑی کا سا ابال

ہم دکھا دینگے ذرا دم بھر توقف کیجیے

فکرِ فردا کی گلے پڑ گئی عادت کیسی — جان کو ہم نے لگا لی ہے یہ علت کیسی

جب خزان ہو گئی آخر تو رہا بیمِ خزان — جن کی قسمت مین ہو کلفت اُنھین راحت کیسی

جس کو اُلفت کو سمجھتے تھے ہم اک بہلاوا — وہ تو آفت تھی ہمارے لیے الفت کیسی

جیتے جی رکھ نہ فراغت کی توقع نادان — قید ہستی مین مری جان فراغت کیسی

عیب جوئی سے نہین خلق کی دم بھر فارغ
جنکو کچھ کام نہین یان انھین فرصت کیسی

جو حقیقت سے ہین آگاہ تری اے دُنیا
وہ نہین جانتے ہوتی ہے مصیبت کیسی

جانتا ہے وہی۔ دل پر ہے گذرتی جسکے
ہم کہین کس سے کہ در پیش ہے حالت کیسی

ہم نے دل سے پڑھی ہے یہ کتاب آخر تک
ہم سے پوچھے کوئی ہوتی ہے محبت کیسی

جبکہ رہتا نہین قابو مین دل اپنے ناصح
وحی بھی کام نہین کرتی۔ نصیحت کیسی

نظر آتا تھا یہ پہلے ہی سے حالی انجام
یار کی مین بھی کہون ہے یہ عنایت کیسی

سعی سے بہتر تن آسانی مری
کفر سے بدتر مسلمانی مری

تھا نہ محتاج سبب عفو کریم
کچھ نہ کام آئی پشیمانی مری

خلد مین بھی گر رہی یاد اسکی زلف
کم ہو شاید پریشانی مری

ہے لباس جسم تک مجھ پر گران
دور جا پہونچی ہے عریانی مری

مانع گلگشت ہے بیم خزان
موت کرتی ہے نگہبانی مری

قدر نعمت ہے بقدر انتظار
حشر پر ٹھہری ہے مہمانی مری

خندہ زن ہے اُس مسلمانی پہ کفر
جیسی ہے حالی مسلمانی مری

پردے بہت سے وصل مین بھی درمیان رہے
شکوے وہ سب سُنا کیے اور مہربان رہے

کیا کیا ہین دل مین دیکھیے ارمان بھرے ہوے
ہم میزبان نہین جو کوئی میہمان رہے

حرمان مین ہاتھ سے نہ دیا رشتۂ امید
اب تک تو ہم جہان مین بہت شادمان رہے

پوچھی گئی نہ بات کہین پاس وضع کی
اتنے ہی ہم سبک ہوے جتنے گران رہے

دیر و حرم کو تیرے فسانون سے بھر دیا
اپنے رقیب آپ رہے ہم جہان رہے

دارا و جم کو تیرے گداؤن پہ رشک ہے
نرخ متاع عشق الٰہی گران رہے

حالی سے مل کے ہو گئے تم افسردہ دل بہت
اگلے سے لوگ وہ اب اسمین کہان رہے

کل مدعی کو آپ پہ کیا کیا گمان رہے — بات اُس کی کاٹتے رہے اور ہمزبان رہے
یاران تیزگام نے محمل کو جا لیا — ہم محو نالۂ جرس کاروان رہے
یا کھینچ لائے دیر سے رندون کو اہل وعظ — یا آپ بھی ملازم پیر مغان رہے
وصل مدام سے بھی ہماری بجھی نہ پیاس — ڈوبے ہم آب خضر مین اور نیمجان رہے
کل کی خبر غلط ہو تو جھوٹے کا روسیاہ — تم مدعی کے گھر گئے اور میہمان رہے
دریا کو اپنی موج کی طغیانیون سے کام — کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے

حالی کے بعد کوئی نہ ہمدرد پھر ملا
کچھ راز تھے کہ دل مین ہمارے نہان رہے

حق وفا کے جو ہم جتانے لگے — آپ کہکے مسکرانے لگے (ق)
تھا یہان دل مین طعن وصل عدو — عذر اُن کی زبان پہ آنے لگے
ہمکو جینا پڑے گا فرقت مین — وہ اگر ہمت آزمانے لگے
ڈر ہے میری زبان نہ کھل جائے — اب وہ باتین بہت بنانے لگے
جان بچتی نظر نہین آتی — غیر اُلفت بہت جتانے لگے
تم کو کرنا پڑے گا عذر جفا — ہم اگر درد دل سنانے لگے
سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم — ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے
جی مین ہے لون رضائے پیر مغان — قافلے پھر حرم کو جانے لگے
سر باطن کو فاش کر یارب — اہل ظاہر بہت ستانے لگے

وقت رخصت تھا سخت حالی پر
ہم بھی بیٹھے تھے جب وہ جانے لگے

ق

حشر تک یاں دلِ شکیبا چاہیے　　کب ملیں دلبر سے دیکھا چاہیے

ہے تجلی بھی نقابِ روئے یار　　اُس کو کن آنکھوں سے دیکھا چاہیے

غیر ممکن ہے نہ ہو تاثیرِ غم　　حالِ دل پھر اُس کو لکھا چاہیے

ہے دل افگاروں کی دلداری ضرور　　گر نہیں اُلفت مدارا چاہیے

ہے کچھ اک باقی خلش امید کی　　یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہیے

دوستوں کی بھی نہ ہو پروا جسے　　بے نیازی اس کی دیکھا چاہیے

بھا گئے ہیں آپ کے انداز و ناز　　کیجیے اغماض جتنا چاہیے

شیخ ! ہے ان کی نگہ جادو بھری　　صحبتِ رنداں سے بچنا چاہیے

لگ گئی چُپ حالیِ رنجور کو
حال اُس کا کس سے پوچھا چاہیے

جنوں کار فرما ہوا چاہتا ہے　　قدم دشت پیما ہوا چاہتا ہے

دمِ گریہ کس کا تصور ہے دل میں　　کہ اشک اشک دریا ہوا چاہتا ہے

خط آنے لگے شکوہ آمیز اُن کے　　ملاپ اُن سے گویا ہوا چاہتا ہے

بہت کام لینے تھے جس دل سے ہم کو　　وہ صرفِ تمنا ہوا چاہتا ہے

ابھی لینے پائے نہیں دم جہاں میں　　اجل کا تقاضا ہوا چاہتا ہے

مجھے کل کے وعدے پہ کرتے ہیں رخصت　　کوئی وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے

فزوں تر ہے کچھ ان دنوں ذوقِ عصیاں　　درِ رحمت اب وا ہوا چاہتا ہے

قلق گر یہی ہے تو رازِ نہانی　　کوئی دن میں رسوا ہوا چاہتا ہے

وفا شرطِ الفت ہے لیکن کہاں تک　　دل اپنا بھی تجھ سا ہوا چاہتا ہے

بہت حظ اُٹھاتا ہے دل تجھ سے ملکر　　قلق دیکھیے کیا ہوا چاہتا ہے

غمِ رشک کو تلخ سمجھے تھے ہمدم　　سو وہ بھی گوارا ہوا چاہتا ہے

بہت چین سے دن گذرتے ہین حالی
کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے

ق

جس کو غصے مین لگاوٹ کی ادا یاد رہے
آج دل لے گا اگر کل نہ لیا۔ یاد رہے

شوق بڑھتا گیا جون جون رُکے اُس شوخ سے ہم
یہ سبق وہ ہے کہ بھولے سے سوا یاد رہے

ہم بھی آداب شریعت سے تھے آگاہ مگر
نہو برتاؤ مین جو رسم وہ کیا یاد رہے

یاد آؤ گے بہت۔ لطف سمجھ کر کیجیے
اِس بھلائی کا ہے انجام بُرا یاد رہے

شیخ یان شرم گنہ شوق بھلا دیتا ہے
توبہ اُن کی ہے جنھین اپنی خطا یاد رہے

وادی عشق مین موسیٰ کو ہو گر رخصت دید
ہاتھ کٹوائین جو پھر کفش و عصا یاد رہے

خضر نے پاؤن اگر دشت فنا مین رکھا
بھول جائین گے رہ آب بقا یاد رہے

دل بُری طرح لگا عشق بتان مین ای شیخ
دین پڑا پائین اگر اب کے خدا یاد رہے

چارہ گر! کار باندازۂ تدبیر نہین
کیجیو ہمت اگر وقت دعا یاد رہے

ابھی جانا نہین حالی نے کہ کیا چیز ہین وہ
حضرت اس لطف کا پائینگے مزا یاد رہے

ملنے کی جو نہ کرنی تھی تدبیر کر چکے
آخر کو ہم حوالۂ تقدیر کر چکے

افسوس شب وصال کے وان کارگر نہین
نالے شب فراق کے تاثیر کر چکے

اے دل اب آزمائش تقدیر کا ہو وقت
وہ امتحان بُرّش شمشیر کر چکے

کہتے ہین طبع دوست شکایت پسند ہے
ہم شکوہ ہاے غیر بھی تحریر کر چکے

بھولے رہے تصور مژگان مین چند روز
دیکھا تو دل کو ہم ہدف تیر کر چکے

جان لب تک انتظار مین آئی ہو بار بار
مشّاطہ جلد تر کہین تقریر کر چکے

دل لے کے ایک میرا یہ فارغ ہوی ہین وہ
گویا کہ اک جہان کو تسخیر کر چکے

حالی! اب آؤ پیروی مغربی کرین
بس اقتدائے مصحفی و میر کر چکے

نہ وان پرسش نہ یان تاب سخن ہے — محبت ہے کہ دل مین موجزن ہے

بہت لگتا ہے دل صحبت مین اُسکی — وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے

بناوٹ سے نہین خالی کوئی بات — مگر ہر بات مین اک سادہ پن ہے

عدو سے بات محفل مین نہ کرنی — جو سچ پوچھو تو جائے سوءِ ظن ہے

بہت دل ہین ترے عاشق کو درکار — تری جو بات ہے وہ دلشکن ہے

دلاتی ہے صبا کس کو چمن یاد — نہین بلبل نہ گھر میرا چمن ہے

کرون تجھ سے بیان کچھ درد غربت — مگر جوشِ سخن مُہرِ دہن ہے

رہے لاہور مین آکر سو جانے — یہی دنیا ہے جو دار المحن ہے

نہین آتی کہین یان بوئے یوسف — مگر جو گھر ہے وہ بیت الحزن ہے

یہان بیگانگی ہے اس قدر عام — کہ بلبل ناشناسائے چمن ہے

نہ کچھ مجنون کو ہے پروائے لیلیٰ — نہ کچھ شیرین کو دردِ کوہکن ہے

مجھے تنہا نہ سمجھین اہل لاہور — تصور مین مرے اک انجمن ہے

مری خلوت مین ہے ہنگامۂ بزم — خموشی مین مری ذوق سخن ہے

بتاؤن تم کو ہون کس باغ کا پھول — جہان ہر گل بجائے خود چمن ہے

بتاؤن تم کو ہون کس مصر کی بو؟ — جہان غربت وطن پر خندہ زن ہے

عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی — مگر یاد عزیزان راہزن ہے

نہ لینے دے گا جنت مین بھی آرام — یہی گر جذبۂ حب وطن ہے

سلہ یہ غزل تقریباً ۱۲۸۹ھ مین اسوقت لکھی تھی جبکہ اول ہی اول بتقریب ملازمت دلی چھوڑ کر لاہور جانا پڑا تھا اس وقت اول تو دلی سے جدا ہونا ہی سخت شاق گذرا تھا۔ دوسرے لاہور مین کسی سے جان پہچان نہ تھی۔ وہان پہونچتے ہی نہایت سخت وبا آئی۔ اور وبائے ہیضہ کے بعد مدت تک چیچک اور بخار کا دور وشور رہا۔ آخر کار راقم بھی سخت بیمار ہوگیا۔ اس تنہائی اور سراسیگی و غم و اندوہ کی حالت مین یہ اشعار لکھے گئے تھے ۱۲

گرچہ نظرون سے سب باتین پُرانی — مگر الفت کہ اک رسمِ کہن ہے
بھلا حالی اور الفت سے ہو خالی! — یہ سب تم صاحبون کا حسنِ ظن ہے

کیا ہے اُس نے کہتے ہین سخن ترک
مگر ہم کو ابھی اس مین سخن ہے

وُہ ہوم[1] تھی اپنی پارسائی کی — کی بھی اور کس سے آشنائی کی
کیون بڑھاتے ہو اختلاطِ بہت — ہم کو طاقت نہین جُدائی کی
مُنھ کہانتک چھپاؤ گے ہم سے — تم کو عادت ہے خودنمائی کی
لاگ مین ہین لگاؤ کی باتین — صُلح مین چھیڑ ہے لڑائی کی
ملتے غیرون سے ہو ملو لیکن — ہم سے باتین کرو صفائی کی
دل رہا پائے بندِ الفت دام — تھی عبث آرزو رہائی کی
دل بھی پہلو مین ہو تو یان کس سے — رکھیے اُمید دلربائی کی
شہر و دریا سے باغ و صحرا سے — بو نہین آتی آشنائی کی
نہ ملا کوئی غارتِ ایمان — رہ گئی شرم پارسائی کی
بخت ہمداستانیِ شیدا[2] — تو نے آخر کو نارسائی کی
صحبتِ گاہ گاہیِ رشکی[3] — تو نے بھی ہم سے بیوفائی کی
موت کی طرح جس سے ڈرتے تھے — ساعت آپہونچی اس جدائی کی

زندہ پھرنے کی ہے ہوس حالی
انتہا ہے یہ بے حیائی کی

[1] یہ غزل بھی لاہور مین اسی وقت لکھی گئی تھی جبکہ غزل سابق لکھی گئی تھی آخر کے شعار مین اس امر کیطرف اشارہ بھی کیا گیا ہے ۱۲

[2] شیدا سے مراد منشی محمد کرم اللہ خان صاحب دہلوی ہین کہ اُس زمانہ مین کبھی کبھی فکرِ شعر کرتے تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے ۱۲

[3] رشکی آنریبل نواب محمد علی خان بہادر رئیس جہانگیرآباد کا تخلص ہے ۱۲

ق کر دیا خوگر جفا تو نے خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے
دُور پہونچی تھی اپنی آزادی پر خدا جانے کیا کیا تو نے
کیون نہ آئین گے یان وہ ای ہمدم بس سنا مین نے اور کہا تو نے
گوش و لب ساتھ لائے تھے ہم آج نہ کہا اور نہ کچھ سُنا تو نے
صبر کا ہے بہت بُرا انجام ہم کو سمجھا ہو دل مین کیا تو نے
ابتدائے وفا ہے سر دینا میری دیکھی نہ انتہا تو نے
دل سے قاصد بنا کے وعدۂ وصل اور کھویا رہا سہا تو نے
ایک عالم کو خوش کیا اے رشک ہم کو کس سے خفا کیا تو نے

جی مین کیا ہے جو بخشوایا آج
حالی اپنا کہا سُنا تو نے

ق کر کے بیمار دی دوا تو نے جان سے پہلے دل لیا تو نے
رہرو تشنہ لب نہ گھبرانا اب لیا چشمۂ بقا تو نے
شیخ جب دل ہی دیر مین نہ لگا آ کے مسجد سے کیا لیا تو نے
دور ہولے دل مآل اندیش کھو دیا عمر کا مزا تو نے
ایک بیگانہ وار کر کے نگاہ کیا کیا چشم آشنا تو نے
دل و دین کھو کے آئے تھے سوئے بر یان بھی سب کچھ دیا خدا تو نے

خوش ہے امید خلد پر حالی
کوئی پوچھے کہ کیا کیا تو نے

ق دل کو درد آشنا کیا تو نے درد دل کو دوا کیا تو نے
طبع انسان کو دی سرشت وفا خاک کو کیمیا کیا تو نے
وصل جانان محال ٹھہرایا قتل عاشق روا کیا تو نے

تھا نہ جز غم بساطِ عاشق مین — غم کو راحت فزا کیا تو نے

جان تھی اک وبال فرقت مین — شوق کو جان گزا کیا تو نے

تھی محبت مین ننگ منتِ غیر — جذبِ دل کو رسا کیا تو نے

راہ زاہد کو جب کہین نہ ملی — قطعہ — درِ میخانہ وا کیا تو نے

قطع ہونے ہی جب لگا پیوند — غیر کو آشنا کیا تو نے

تھی جہان کاروان کو دینی راہ — عشق کو رہنما کیا تو نے

ناؤ بھر کر جہان ڈبونی تھی — عقل کو ناخدا کیا تو نے

بڑھ گئی جب پدر کو مہرِ پسر [۱] — اس کو اس سے جدا کیا تو نے

جب ہوا ملک و مال رہزنِ ہوش [۲] — بادشہ کو گدا کیا تو نے

جب ملی کام جان کو لذت درد — درد کو بے دوا کیا تو نے

جب دیا راہرو کو ذوقِ طلب — سعی کو نارسا کیا تو نے

پردۂ چشم تھے حجاب بہت — حسن کو خودنما کیا تو نے

عشق کو تاب انتظار نہ تھی — غرفہ اک دل مین وا کیا تو نے

حرم آباد اور دیر خراب — جو کیا سب بجا کیا تو نے

سخت افسردہ طبع تھے احباب — ہم کو جادو نوا کیا تو نے

پھر جو دیکھا تو کچھ نہ تھا یارب — کون پوچھے کہ کیا کیا تو نے

حالی اٹھا ہلا کے محفل کو

آخر اپنا کہا کیا تو نے

---

۱ اس شعر مین پدر و پسر کا اشارہ حضرت یعقوب و یوسف علیہم السلام کی طرف اور اگلے شعر مین بادشاہ سے مراد ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ ہین ۱۲

رباعیات

توحید

کانٹا ہی ہر اک جگر مین اٹکا تیرا | حلقہ ہے ہر اک گوش مین لٹکا تیرا
مانا نہین جس نے تجکو جانا ہے ضرور | بھٹکے ہوے دل مین بھی ہے کھٹکا تیرا

ایضاً

ہندو نے صنم مین جلوہ پایا تیرا | آتش پہ مغان نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے | انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

ایضاً

طوفان مین ہے جب جہاز چکر کھاتا | جب قافلہ وادی مین ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا ہے جب اُٹھ جاتا | وان تیرے سوا کوئی نہین یاد آتا

ایضاً

جب لیتے ہین گھیر تیری قدرت کے ظہور | منکر بھی پکار اُٹھتے ہین تجکو مجبور
خفاش کو ظلمت کی نہ سوجھی کوئی راہ | خورشید کا شش جہت مین پھیلا جب نور

توحید

جب یاس دلون پہ چھا جاتی ہے — دشمن سے بھی نام تیرا جپواتی ہے
ممکن ہے کہ سکھ مین بھول جائین اطفال — لیکن انھین دکھ مین مان ہی یاد آتی ہے

ایضاً

مٹی سے، ہوا سے، آتش و آب سے یان — کیا کیا نہ ہوے بشر پہ اسرار عیان
پر تیرے خزانے ہین ازل سے اب تک — گنجینۂ غیب مین اسی طرح نہان[1]

ایضاً

ہستی سے ہے تیری رنگ و بو سب کے لیے — طاعت مین ہے تیری آبرو سب کے لیے
ہین تیرے سوا سارے سہارے کمزور — سب اپنے لیے ہین اور تو سب کے لیے

ایضاً

کیا ہوگی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیاد — دنیا مین نہین ہے ایک دل جو کہ ہو شاد
پر جو کہ ہین تجھ سے لو لگائے بیٹھے — رہتے ہین ہر ایک رنج و غم سے آزاد

نعت

زہاد کو تو نے محو تجرید کیا — عشاق کو مست لذت دید کیا
طاعت مین رہا نہ حق کی ساجھی کوئی — توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

ایضاً

بطحاے عرب کو محترم تو نے کیا — اور امیون کو خیر امم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا روم و تتار — بچھڑے ہوے گلہ کو بہم تو نے کیا

ایضاً

بطحا کو ہوا تیری ولادت سے شرف — یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف

---

[1] یعنی جو کچھ اب تک ظاہر ہوا ہے وہ بمقابلہ اسکے جو خزانۂ غیب مین مخفی ہے کالعدم ہے

اولاد ہی کو فخر نہین کچھ تجھ پر | آبا کو بھی ہے تیری ابوّت سے شرف

صلح کل

ہندو سے لڑین نہ گبر سے بیر کرین | شر سے بچین اور شر کے عوض خیر کرین
جو کہتے ہین یہ کہ ہے جہنم دنیا | وہ آئین اور اس بہشت کی سیر کرین

ترک شعر عاشقانہ

بلبل کی چمن مین ہمزبانی چھوڑی | بزم شعرا مین شعر خوانی چھوڑی
جب سے دل زندہ تو نے ہمکو چھوڑا | ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

پیران زندہ دل

خوش رہتے ہین دکھ مین کامرانون کی طرح | ہین ضعف سے لڑتے پہلوانون کی طرح
دل اُنکے ہین ظرف اُنکے جو کرتے ہین بسر | ہنس بول کے پیری کو جوانون کی طرح

نیکی اور بدی پاس پاس ہین

جو لوگ ہین نیکیون مین مشہور بہت | ہون نیکیون پر اپنی نہ مغرور بہت
نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص | نیکی سے بدی نہین ہے کچھ دور بہت

امتحان کا وقت

زاہد کہتا تھا جان ہے دین پر قربان | پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہیے اب کیا ہے صلاح | فرمایا کہ بھائی جان ہے تو جہان

عشق

ہے عشق طبیب دل کے بیمارون کا | یا گھر ہے وہ خود ہزار آزارون کا
ہم کچھ نہین جانتے پہ اتنی ہے خبر | اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکارون کا

نیکون کی جانچ

نیکون کو نہ ٹھہرائیو بد اے فرزند | اک آدھ ادا اُن کی اگر ہو نہ پسند

کچھ نقص انار کی لطافت مین نہین — ہون اسمین اگر گلے سڑے دانے چند

دوستون سے بیجا توقع

تا زیست وہ محو نقش موہوم رہے — جو طالب دوستان معصوم رہے
اصحاب سے بات بات پر جو بگڑے — صحبت کی وہ برکتون سے محروم رہے

شراب اور جوانی

ہو بادہ کشی پر نہ جوانو مفتون — گردن پہ نہ لو عقل خداداد کا خون
خود عہد شباب اک جنون ہے اب تم — کرتے ہو فزون جنون پہ اک اور جنون

غرور سب عیبون سے بدتر ہے

ممکن نہین یہ کہ ہو بشر عیب سے دور — پر عیب سے بچیے تا بمقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو — گھٹنے سے کہین انکے نہ بڑھ جائے غرور

گفتار و کردار مین اختلاف

جو کرتے ہین کچھ زبان سے کہتے ہین وہ کم — ہوتے نہین ساتھ جمع دم اور قدم
بڑھتا گیا جس قدر کہ حسن گفتار — بس اتنے ہی گھٹتے گئے کردار مین ہم

شرط قبول

ممکن ہے کہ جوہر کی نہ ہو قدر کہین — پر قدر کہین بغیر جوہر کے نہین
عنبر کو نہ لین مفت یہ امکان ہے مگر — عنبر کی جگہ نہ لے گا کوئی سرگین

طالب کو سوچ سمجھکر پیر بنانا چاہیے

ہون یا نہون پیر اہل عرفان و یقین — پر ڈر ہے کہ طالب نہون نادان کہین
گاہک کو ہے احتیاج چار آنکھون کی — اور ایک کی بھی بیچنے والے کو نہین

عالم و جاہل مین کیا فرق ہے

ہین جہل مین سب عالم و جاہل ہمسر — آتا نہین فرق اسکے سوا انمین نظر

عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا　　جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنے خبر

موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو کل انجامِ ترقی بشر　　یاروں سے کہا پیرِ مغاں نے ہنسکر
باقی نہ رہیگا کوئی انسان میں عیب　　ہوجائینگے پھل پھلاکے سب عیب ہنر

مسرف کو کیونکر فراغت حاصل ہوسکتی ہے

اک منعمِ مسرف نے یہ عابد سے کہا　　کر میرے لیے حق سے فراغت کی دعا
عابد نے کہا یہ ہاتھ اُٹھا کر سوئے چرخ　　محتاج کر اس کو جلد اے بارِ خدا

کام کی جلدی

یاں رہنے کی مہلت کوئی کیا پاہر　　آتا ہو اگر آج۔ تو کل جاتا ہے
جو کرنے ہیں کام اُن کو جلدی بھگتاؤ　　طلبی کا پیام وہ چلا آتا ہے

غرض

ہے نفس میں انسان کے جبلی یہ مرض　　ہر سعی پہ ہوتا ہے طلبگار عوض
جو خاص خدا کے لیے تھے کام کیے　　دیکھا تو نہاں اُن میں بھی تھی کوئی غرض

انقلاب روزگار

بس بس کے ہزاروں گھر اُجڑ جاتے ہیں　　گڑ گڑ کے علم لاکھوں اُکھڑ جاتے ہیں
آج اس کی ہے نوبت تو کل اسکی باری　　بن بن کے یونہیں کھیل بگڑ جاتے ہیں

تقاضائے سِن

حالی کو جو کل افسردہ خاطر پایا　　پوچھا باعث تو ہنس کے یہ فرمایا
ڈھونڈ اب اگلی صحبتوں کی امید　　وہ وقت گئے۔ اب اور موسم آیا

جسکو زندگانی کا بھروسہ نہیں وہ کوئی بڑا کام نہیں کرسکتا

دُنیاے دنی کو نقشِ فانی سمجھو　　رودادِ جہاں کو اک کہانی سمجھو

پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

آثارِ زوال

آبا کو زمین و ملک پر اطمینان اولاد کو سستی پہ قناعت کا گمان
بچے آوارہ اور بیکار جوان ہیں ایسے گھرانے کوئی دن کے مہمان

شانِ ادبار

صحرا میں جو پایا ایک چٹیل میدان برسات میں سبزہ کا نہ تھا جس پہ نشان
مایوس تھے جس کے جوتنے سے دہقان یاد آئی ہمیں قوم کے ادبار کی شان

نفاق کی علامت

ہر بزم میں آفریں کے لایق ہونا شیرینیِ سخن سے شہد فائق ہونا
ممکن نہیں جب تک کہ ہو دل میں نفاق آساں نہیں مقبولِ خلائق ہونا

مسلمانوں کی بےمہری

جب تک کہ نہ ہو دشمنِ اخوان پکا ہوتا نہیں مومن کا ایمان پکا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے سنتے ہیں کسی کو جب مسلمان پکا

مکر و ریا

حالی رہِ راست جو کہ چلتے ہیں سدا خطرہ انہیں گرگ کا نہ ڈر شیروں کا
لیکن ان بھیڑیوں سے واجب ہے حذر بھیڑوں کے لباس میں ہیں جو جلوہ نما

جوہرِ قابلیت

ہیں بے ہنروں میں قابلیت کے نشان پوشیدہ ہیں وحشیوں میں اکثر انسان
عاری ہیں لباسِ تربیت سے ورنہ ہیں طوسی و رازی انہیں میں پنہاں

علم

اے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال غائب ہوا تو جہاں سے واں آیا زوال

اُن پر ہوے غیب کے خزانے مفتوح جن قوموں نے ٹھہرایا تجھے راس المال

علم

اے علم کلید گنج شادی تو ہے سرچشمہ نعما و ایادی تو ہے
آسایش دو جہان ہے سایہ میں ترے دنیا کا وسیلہ دین کا ہادی تو ہے

ایضاً

ہے تجھسے نہال جیسے مغرب کی زمین مشرق کو وہ فیض تجھسے اے علم نہین
شاید اے علم ماہ نخشب کی طرح رہتی ہین شعاعین تری محدود وہین

خاندانی عزت

بیٹا نکلے نہ جب تلک ذلت سے عزت نہین اس کو باپ کی عزت سے
سوچو تو ہے کھات کا نسب بھی عالی پر اس کو شرف نہین کچھ اس نسبت سے

عزت کس چیز مین ہے

دولت نے کہا مجھسے ہے عزت ہے جہان فرمایا ہنر نے مین ہون عزت کا نشان
عزت بولی غلط ہے دونو کا بیان مین بھید ہون حق کا جو ہے نیکی مین نہان

توقع بیجا

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہے عبث جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

عقل اور دوستی متضاد ہین

ہے عقل مین جسقدر کمی اور بیشی اتنی ہی مغائرت ہے یہان اور خویشی
وہ دوست نہین جس نے کیا فکر مآل ضدین ہین دوستی و دور اندیشی

عیش و عشرت

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے ہر قہقہہ پیغام بکا ہوتا ہے

جب قوم کو عیش دوست پاتا ہون مین
کہتا ہون کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

عیش و عشرت

اے عیش و طرب تونے جہان راج کیا
سلطان کو گدا غنی کو محتاج کیا
ویران کیا تونے نینوا اور بابل
بغداد کو قرطبہ کو تاراج کیا

غیبت

رونق ہی ہر اک بزم کی اب غیبت مین
بدگوئی خلق ہے ہر اک صحبت مین
اورون کی برائی ہی پہ ہی فخر وہان
خوبی کوئی باقی نہین جس اُمت مین

عشق

اے عشق کیا تونے گھرانون کو تباہ
پیرون کو خرف اور جوانون کو تباہ
دیکھا سدا سلامتی مین تیری
قومون کو ذلیل خاندانون کو تباہ

سبب زوال سلطنت

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
سمجھو کہ وہان ہے کوئی برکت کا قدم
یا تو کوئی بیگم ہے مشیر دولت
یا ہے کوئی مولوی وزیر اعظم

دین و دنیا کا رشتہ

دنیا کو دیئے دین نے اسرار و حکم
دنیا نے کر دین کی بقا می جسم
گر دین کی ممنون بہت ہے دنیا
دنیا کے بھی احسان نہین دین پہ کم

آزادگان راستباز کی تکفیر

یارون مین دیا جب کوئی عیب و گناہ
کافر کہا واعظ نے انھین اور گمراہ
جھوٹے کو نہین ملتی شہادت جو تہمت[1]
لاتا ہے خدا کو اپنے دعوی پہ گواہ

---

[1] یعنی کفر و ضلالت ایسی چیزین ہین جنکا علم خدا کے سوا اور کسیکو نہین ہو سکتا مثلاً شیخ اکبر کو بعضون نے صدیق کہا ہو اور بعضون نے زندیق اور یہ بات کہ وہ فی الواقع صدیق تھے یا زندیق خدا کے سوا اور کوئی نہین جانتا پس جس شخص مین کوئی صریحی اخلاقی برائی یا عیب موجود نہو اسکی تکفیر یا تضلیل کرنی ایسی بات ہے جیسے کسی جھوٹے مدعی کو شہادت نہ ملے اور وہ اپنے دعوی پر خدا کو گواہ قرار دے ۱۲

بے پروائی و بے غیرتی

اسباب پہ گر نظم جہان کا ہی مدار
اُس قوم کا جینا ہی حالی دشوار
عزت کی نہین ہے جس کو ہرگز پروا
ذلت سے نہین ہی جس کو ہرگز کچھ عار

عفو باوجود قدرت انتقام

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بار خدا
مقبول ترا کون ہی بندون مین سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

سختی کا جواب نرمی سے

فتنہ کو جہان تلک ہو دیجے تسکین
زہر اُسگلے کوئی تو کیجے باتین شیرین
غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے
اس عارضہ کا علاج بالمثل نہین

ہمت

تیمور نے اک مورچہ زیر دیوار
دیکھا کہ چڑھا دانہ کو لیکر سو بار
آخر سر بام لیکے پہونچا تو کہا
"مشکل نہین کوئی پیش ہمت دشوار"

کم ہمتی

جبریہ و قدریہ کی بحث و تکرار
دیکھا تو نہ تھا کچھ اس کا مذہب پہ مدار
جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور
جو باہمت تھے بن گئے وہ مختار

پشیمانی

انجام ہے جو کفر کی طغیانی کا
ثمرہ ہے وہی غفلت و نادانی کا
لذت سے ندامتون کی جانا ہمنے
دوزخ بھی ہی اک نام پشیمانی کا

تاسف بر وفات نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم نیر تخلص دہلوی

قمری ہی نہ طاؤس نہ کبک طناز
آتے ہی خزان کے کر گئے سب پرواز

تھی باغ کی یادگار اک بلبل زار — سو اُسکی بھی گل سے نہین آتی آواز

ایضاً

غالبؔ ہے نہ شیفتہ نہ نیّرؔ باقی — وحشتؔ ہے نہ سالکؔ ہے نہ انورؔ باقی
حالیؔ اب اسی کو بزم یاران سمجھو — یارون کے جو کچھ داغ ہین دل پر باقی

محنت

محنت ہی کے پھل ہین یان ہر اک دامن مین — محنت ہی کی برکتین ہین ہر خرمن مین
موسیٰؑ کو ملی نہ قوم کی چوپانی — جب تک نہ چرائین بکریان مدین مین

گدائی کی ترغیب

اک مرد توانا کو جو سائل پایا — کی مین نے ملامت اور بہت شرمایا
بولا کہ یہ اُس کا اُن کی گردن پہ وبال — دے دے کے جنھون نے مانگنا سکھلایا

تکفیر اہل اسلام

کہنا فقہا کا مومنون کو بے دین — سُنتے سُنتے یہ ہو گیا ہم کو یقین
مومن سے ضرور ہوگا مرقد مین سوال — تکفیر بھی کی تھی فقہا نے کہ نہین

ترک عاشقانہ گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سوگواری سُن لو — کچھ چشم جہان مین اپنی خواری سُن لو
افسانۂ قیس و کوہکن یاد نہین — چاہو تو کتھا ہم سے ہماری سُن لو

تنزل اہل اسلام

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے — اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد — دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

؎ یہ اُن شعراے دہلی کے نام ہین جن کے ساتھ راقم کو ربط و اختصاص رہا ہے عام اس سے کہ وہ مشہور و نامور ہون یا نہون ۱۲ (حالی)

اول کوشش اور بعد دعا

کوشش مین ہی شرط ابتدا انسان سے | پھر چاہیے مانگنی مدد یزدان سے
جب تک کہ نہ کام دست و بازو سے لیا[1] | پائی نہ نجات نوح نے طوفان سے

کام کرنا جان کے ساتھ ہی

ہے جان کے ساتھ کام انسان کیلیے | بنتی نہین زندگی مین بے کام کیے
جیتے ہو تو کچھ کیجیے زندون کی طرح | مُردون کی طرح جیے تو کیا خاک جیے

جھوٹی نمایش

ہین جھوٹ کے سچ مین سب سمونے والے | بننے والون سے کم ہین ہونے والے
گھڑیان رہتی ہین جنکی جیبون مین مُدام | اکثر وہین وہی وقت کے کھونے والے

چند عیب بہت سی خوبیون کو نہین مٹا سکتے

موجود ہنر ہون ذات مین جس کی ہزار | بدظن نہو عیب اسمین اگر ہون دو چار
طاؤس کے پائے زشت پر کرکے نظر | کر حسن و جمال کا نہ اُس کے انکار

سکوت درویش جاہل

مصروف جو یون وظیفہ خوانی مین ہین آپ | خیر اپنی سمجھتے بے زبانی مین ہین آپ
بولین کچھ منھ سے یا نہ بولین حضرت | معلوم ہی ہمکو جتنے پانی مین ہین آپ

ملحدون کا طعن مسلمانون پر

کہتا تھا کل اک منکر قرآن و خبر | کیا لین گے یہ اہل قبلہ باہم لڑکر
کچھ دم ہے تو میدان مین آئین وہ نڈر | کتا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

---

[1] یعنے جب تک کشتی نہ بنائی ۱۲

دہری کا الزام گور پرست پر

اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا ہوگا نہ شقی کوئی جہان مین تجھسا
دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر اُس سے بھی گیا کہ جسکے لاکھون ہون خدا

دانا کا حال نادانون مین

کیا فرق ہو سماعت نہو جب کانون مین دانائی کی باتون مین اور افسانون مین
غربت مین ہو اجنبی مسافر جسطرح دانا کا یہی حال ہے نادانون مین

رفارم کی حد

دُھونے کی ہے اے رفارمر جا باقی کپڑے پہ ہے جب تلک کہ دھبا باقی
دُھو شوق سے دھبّے کو پہ اتنا نہ رگڑ دھبّا رہے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی

اپنی تعریف سُن کر ناک چڑھانا

تعریف سے کھل جاتے ہین نادان فی الفور دانا وُن کے لیکن نہین ہرگز یہ طور
ہوتے ہین بہت وہ مدح سن کر ناخوش مقصود یہ ہے کہ ہو ستایش کچھ اور

حسن ظن اصل حال نہین کھلنے دیتا

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہین نیکی مین شک اسکی کوئی لایا ہی نہین
ہو سکہ رائج مین بھی شاید کچھ کھوٹ پر اسکو کسی نے یان جانچا ہی نہین

دینداروں کی برائیان دین کو عیب لگاتی ہین

پاتے ہین زبون جو حال اہل اسلام اسلام پہ طعنہ زن ہین اقوام تمام
بدپرہیزی سے بگڑے اپنے بیمار اور مفت مین ہوگیا مسیحا بدنام

فرعیقبیٰ

منزل ہے بعید باندھ لو زادِ سفر موج ہے بحر دیکھو کشتی کی خبر

گاہک جو کس ہی لیجیو مال کھرا ہلکا کرو بوجھ ہے کٹھن راہگذر

انسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہوجائے فرشتہ انسان ممکن ہی بدی کا نہ رہے اسمین نشان
ممکن تو ہی سب کچھ پہ حقیقت یہ ہے انسان ہی ابتک ہی قرین الشیطان

سلاطین کا عشق

ہر چند برا ہے عشق کا سب کے آل برحق مین ہی شاہون کے خصوصاً فال
سلطان ہی اگر ظل الٰہی تو عشق ہی ظل الٰہی کے لیے وقت زوال

وقت کی مساعدت

اے وقت بگاڑ کا ہی سب کے چارہ پر تجھ سے بگڑنے کا نہین ہی یارا
ہوجائے گر ایک تو ہمارا ساتھی پھر غم نہین پھر جائے زمانہ سارا

بڑھاپے مین موت کے لیے تیار رہنا چاہیے

کی طاعت نفس مین بہت عمر بسر انجام کی رکھی نہ جوانی مین خبر
کیفیت شب اٹھا چکو اب حالی مجلس کرو برخاست ہوا وقت سحر

دولت مین ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے

ڈر ہے کہ پڑے نہ ہاتھ دل سے دھونا زردار ذرا سوچ سمجھکر ہونا
جسطرح کہ سونے کی کسوٹی ہی محک ہی جوہر انسان کی کسوٹی سونا

حد سے زیادہ غصہ قابل عفو ہی

غصہ پہ کسی کے غصہ آتا ہے وہین جبتک کہ رہے وہ عقل و دانش کے قرین
آپے سے جب اپنے ہو گیا تو باہر پھر کس سے ہون آزردہ کہ تو تو ہی نہین

سفہا کی مدح و ذم

کرتے ہین سفیہ اگر مذمت تیری کر شکر کہ ثابت ہوئی عصمت تیری

پر مدح کریں وہ گر نصیب اعدا — رکھ یاد کہ اچھی نہیں حالت تیری

مرض پیری لاعلاج ہی

اب ضعف کے پنجہ سے نکلنا معلوم — پیری کا جوانی سے بدلنا معلوم
کھوئی ہی وہ چیز جسکا پانا ہی محال — آتا ہے وہ وقت جس کا ٹلنا معلوم

اسراف

مسرف نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں — نعمت نہ خدا کی رائگان یون کھوئیں
گر بخل پہ لوگ اُن کے ہنسین بہتر ہے — اس سے کہ فضولیون پہ اُن کی روئیں

ردّ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہی نہ صواب — زیبا نہیں سائل پہ مگر قہر و عتاب
بدتر ہے ہزار بار ای دون ہمت — سائل کے سوال سے ترا تلخ جواب

کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا

کھانے تو بہت میسّر آئے ہین ہمین — جو دیکھ کے، چکھ کے، دلسے بھائے ہین ہمین
پر سب سے لذیذ تھے وہ کھانے ای بھوک — جو تونے کبھی کبھی کھلائے ہین ہمین

علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑ دو کہین جلد مال و دولت کا خیال — مہمان کوئی دن کے ہین دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو وہ جمع جس کو نہ کبھی — اندیشۂ فوت ہو نہ ہو خوف زوال

اچھون کو بُرا سُننے مین بھی مزا آتا ہی

رکھتے نہین وہ مدح و ثنا کی پروا — جو کرکے بھلا خلق سے سنتے ہین بُرا
اِن گالیون کا ہی جنکو چسکا حالی — آتا نہین اُن کو کچھ دعاؤن مین مزا

شکریۂ[1] مدح کلام راقم

جوشِ خُمِ بادہ جام خالی مین ہوا
پھر ولولہ پیدا دلِ حالی مین ہوا
تسلیم نے دی کچھ اسطرح دادِ سخن
مجکو بھی شک اپنی بے کمالی مین ہوا

احسان بے منت

احسان کیے ہے گر صلہ کی خواہش تمکو
تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نکرو
کرتے ہو اگر احسان تو کر دو اُسے عام
اتنا کہ جہان مین کوئی ممنون نہو

قانون بد اخلاقی سے مانع نہین ہوتے

قانون ہین بیشتر یقیناً بیکار
حاشا کہ ہون وہ نظم عالم کا مدار
جو نیک ہین اُنکو نہین حاجت اُنکی
اور بد نہین بنتے نیک اُن سے زنہار

مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہین

حق بول کے اہل شر سے اڑنا کیسا
بھڑکے گی مدافعت سے اور آتش کین
گر چاہتے ہو کہ چُپ رہین اہلِ خلاف
جز ترک جواب کوئی تدبیر نہین

ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جاتے ہین ٹل
اک وقت سے اپنے تو نہین ٹلتی اجل
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اُٹھکر کہ حضور
ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل

انسان اپنے عیب اپنے سے بھی چھپاتا ہے

جیسا نظر آتا ہون نہ ایسا ہون مین
اور جیسا سمجھتا ہون نہ ویسا ہون مین
اپنے سے بھی عیب ہون چھپاتا اپنے
بس مجکو ہی معلوم ہے جیسا ہون مین

---

[1] مولوی سلیم الدین مرحوم نائب تولی مقیم جے پور متخلص تسلیم نے چند قطعے اُردو و فارسی کے راقم کے کلام کی ستایش مین اسوقت بھیجے تھے جبکہ مدت سے فکر شعر کا اتفاق نہین ہوا تھا۔ اُن قطعون کے جواب مین یہ رباعی لکھی گئی تھی ۱۲

بڑھاپے مین عاشقی کا دم بھرنا

آہین پیری مین شیخ ابھرتے نہین یون
دل دیتے ہین پر جی سے گذرتے نہین یون
تھے تم تو ہر اک قید سے آزاد سدا
جو جیتے ہین اس طرح وہ مرتے نہین یون

واعظون کی سخت کلامی

اک گبر نے پوچھے جو اصول اسلام
واعظ نے درشتی سے کیا اُس سے کلام
بولا کہ حضور مقتدا ہون جس کے
ایسی ملت اور ایسے مذہب کو سلام

نواب وقارالامرا اقبال الدولہ بہادر کی شان مین

توفیق[1] نے اُس کی چھوڑ دی ہمراہی
اقبال پہ جس نے فتحیابی پائی
حالی لے جائے کون بازی ان سے
ہے جن کی رگون مین خون آصفجاہی

[1] یہ رباعی ۹۳ء مین جبکہ مصنف حیدرآباد مین مقیم تھا اور نواب وقارالملک بمبئی سے پولو مین بازی جیت کر آئے تھے لکھی تھی مگر اُنکی خدمت مین بھیجی نہین گئی خون آصف جاہی مین اس بات کا اشارہ ہی کہ حضور سے قرابت قریبہ رکھتے ہین اور اقبال کے لفظ مین اُنکے خطاب کی طرف اشارہ ہی ۱۲

رباعیات قدیم

ہو عیب کی خو یا کہ ہنر کی عادت
مشکل سے بدلتی ہے بشر کی عادت
چھٹتے ہی چھٹے گا اُس گلی میں جانا
عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت

مرنے پہ مرے وہ روز شب روئینگے
جب یاد کرینگے مجھے تب روئینگے
الفت پہ وفا پہ جان نثاری پہ مری
آگے نہیں روتے تھے تو اب روئینگے

فرقت میں بشر کی رات کیونکر گذرے
اک خستہ جگر کی رات کیونکر گذرے
گذری نہ جس بغیر یاں ایک گھڑی
یہ چار پہر کی رات کیونکر گذرے

یاد اُسکی یہاں ورد مدام اپنا ہے
خالی نہ کبھی وہ جام اپنا ہے
کسطرح نہ لیجئے کہ ہے نام اُس کا
کسطرح نہ کیجئے کہ کام اپنا ہے

کیا پاس تھا قول حق کا اللہ اللہ
تنہا تھے پہ عدو سے یہ فرماتے تھے شاہ
مین اور اطاعت یزید گمراہ!!!
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حُر کہتا تھا اے دل تشنہ دیدار سے مل
گمرہ نہ ہو رہبر حق آگاہ سے مل
سرگشتگی کوئے ضلالت کب تک؟
اللہ سے ملنا ہے تو چل شاہ سے مل

گر کفر مین فرعون کا ثانی نکلا
اک شام مین بیداد کا بانی نکلا
سمجھا تھا نہ تھاہ بحر غفلت کی یزید
وان نیل سے بھی زیادہ پانی نکلا

قصیدے ترکیب بند مسدس اور چند قطعے
مختلف مضامین پر بہ ترتیب اوقات تحریر

۱۔ قصیدۂ نعتیہ[1]

...بے ہین مدحتِ سلطانِ دو جہان کے لیے — سخن زبان کے لیے اور زبان دہان کے لیے

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم مین — عداوت اس کی عذاب الیم جان کے لیے

وہ شاہ جسکا محب امن و عافیت مین مدام — محبت اسکی حصار حصین امان کے لیے

وہ چاند جس سے ہوئی ظلمت جہان معدوم — رہا نہ تفرقہ روز و شبِ زمان کے لیے

وہ پھول جس سے ہوئی سعی باغبان مشکور — رہی نہ آمد و رفت چمن خزان کے لیے

ہلال مکہ کا ماہِ دو ہفتہ یثرب کا — فروغ قوم کے اور شمع دودمان کے لیے

...ہر اس کا مورد قرآن و مہبطِ جبریل — در اس کا کعبہ مقصود انس و جان کے لیے

...پھر گرم طواف اس کی بارگاہ کے گرد — زمین سر بسجود اسکے آستان کے لیے

...ہ لحظہ لحظہ تفقد وہ دمبدم الطاف — رضائے خاطر یاران جانفشان کے لیے

...ہ گونہ گونہ مدارا وہ بات بات مین مہر — کشایش گرہ کین دشمنان کے لیے

...افتخار مقابل مین اہل نخوت کے — گہ انکسار مدارات میہمان کے لیے

...رت ہلاک مین تاخیر قوم سرکش کے — کہین نماز مین تعجیل ناتوان کے لیے

---

[1] یہ قصیدہ ۱۲۸۱ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے پہلے نعت مین کبھی کچھ نہین لکھا گیا۔ اسکو ابھی قدیم شاعری کا نمونہ ...د کر بدستور سابق رہنے دیا ہے کہین کچھ تصرف نہین کیا گیا ۱۲

صفائے قلب حسودان کینہ خواہ کے ساتھ
دعائے خیر بداندیش و بدگمان کے لیے

کہین مقدمۃ الجیش انبیا و رسل
کہین وہ خاتمۃ الباب داستان کے لیے

مدینہ مرجع و ماوائے اہل مکہ ہوا
مکین سے رتبہ یہ حاصل ہوا مکان کے لیے

اسی شرف کے طلبگار تھے کلیم و مسیح
نوید امت پیغمبر زمان کے لیے

بس اب نہ غول کا کھٹکا نہ راہزن کا خطر
ہوا وہ قافلہ سالار کاروان کے لیے

شفیع خلق سراسر خدا کی رحمت ہے
بشارت امت عاصی و ناتوان کے لیے

شفاعت نبوی ہے وہ برق عصیان سوز
کہ حکم خس ہے جہان کفر دو جہان کے لیے

خدا کی ذات کریم اور نبی کا خلق عظیم
گنہ کرین تو کرین رخصت انس و جان کے لیے

اُسی کا دین ہے کہ ہے گلشن ہمیشہ بہار
وگرنہ ہر گل و گلزار ہے خزان کے لیے

عبور بحر عصیان سے کس طرح ہو اگر
وہ ناخدا نہو اس بحر بیکران کے لیے

مریض حرص و ہوا پائے کب شفا جبتک
وہ چارہ گر نہو اس درد جانستان کے لیے

نہ حرف و صوت مین وسعت نہ کام لب مین سکت
حقیقت شب معراج کے بیان کے لیے

ارادہ عرش تک اک آن مین پہونچنے کا
کیا تھا عزم اُولوالعزم نے کہان کے لیے

کرم کا دیکھیے دامن کہان تلک ہو فراخ
ہو میزبان خدا جب کہ میہمان کے لیے

زمین پہ ٹھہرا ہے ماوا ی شاہ عرش نشین
رہی نہ اب کوئی فوقیت آسمان کے لیے

اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیار استعداد
محک ہے حُب نبی دل کے امتحان کے لیے

اگر نصیب ہو یثرب مین جا کے شربت مرگ
پیون نہ آب بقا عمر جاودان کے لیے

اگر بقیع مین گز بھر زمین میسر آئے
کرون نہ طول امل روضۂ جنان کے لیے

سمایا اس کا جو نقش قدم تصور مین
ہجوم شوق مین بوسے کہان کہان کے لیے

حریف نعت پیمبر نہین سخن حالی
کہان سے لائیے اعجاز اس بیان کے لیے

نبی کا نام ہو ورد زبان رہے جب تک
سخن زبان کیلیے اور زبان دہان کے لیے

۲- ترکیب بند۔ مرثیہ ۱۲۸۵ھ ہجری

مرثیہ جناب مرزا اسد اللہ خان مرحوم دہلوی متخلص بہ غالب

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی — وقت کوتاہ و قصہ طولانی
عیش دنیا سے ہوگیا دل سرد — دیکھ کر رنگِ عالمِ فانی
کچھ نہیں جز طلسمِ خواب و خیال — گوشۂ فقر و بزمِ سلطانی
ہے سراسر فریبِ وہم و گماں — تاجِ فغفور و تختِ خاقانی
بے حقیقت ہے شکلِ موجِ سراب — جامِ جمشید و راحِ ریحانی
لفظ مہمل ہے نطقِ اعرابی — حرفِ باطل ہے عقلِ یونانی
ایک دھوکا ہے لحنِ داؤدی — اک تماشا ہے حسنِ کنعانی
نہ کروں تشنگی میں تر لبِ خشک — چشمۂ خضر کا ہو گر پانی
لوں نہ اک مشت خاک کے بدلے — گر ملے خاتمِ سلیمانی

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں
چشمۂ زندگی میں آب نہیں

جس سے دنیا نے آشنائی کی — اُس سے آخر کو کج ادائی کی
تجھ پہ بھولے کوئی عبث اے عمر — تو نے کی جس سے بیوفائی کی
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ — ہاں قسم مجھ کو آشنائی کی
یہ وہ بے مہر ہے کہ ہے اسکی — صلح میں چاشنی لڑائی کی
ہے یہاں حظِ وصل سے محروم — جسکو طاقت نہو جدائی کی
ہے یہاں حفظِ وضع سے مایوس — جسکو عادت نہو گدائی کی

خندۂ گل سے بے بقا تر ہے | شان ہو جس مین دلربائی کی
جنس کاسد سے ناروا تر ہے | خوبیان جسمین ہون خدائی کی
بات بگڑی رہی سہی افسوس | آج خاقانی و سنائی کی

رشک عرفی و فخر طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

بلبل ہند مر گیا ہیہات | جسکی تھی بات بات مین اک بات
نکتہ دان نکتہ سنج نکتہ شناس | پاک دل پاک ذات پاک صفات
شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج | رند اور مرجع کرام و ثقات
لاکھ مضمون اور اسکا ایک ٹھٹول | سو تکلف اور اسکی سیدھی بات
دل مین چبھتا تھا وہ اگر بشل | دنکو کہتا تھا دن اور رات کو رات
ہو گیا نقش دل پہ جو لکھا | قلم اس کا تھا اور اس کی دوات
تھین تو دتی مین اسکی باتین تھین | لیچلین اب وطن کو کیا سوغات
اسکے مرنے سے مرگئی دلی | خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات
یان اگر بزم تھی تو اس کی بزم | یان اگر ذات تھی تو اسکی ذات
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا | شہر مین اک چراغ تھا نہ رہا
دل کو باتین جب اسکی یاد آئین | کسکی باتون سے دل کو بہلائین
کسکو جا کر سنائین شعر و غزل | کس سے داد سخنوری پائین
مرثیہ اس کا لکھتے ہین احباب | کس سے اصلاح لین کدھر جائین
پست مضمون ہے نوحۂ استاد | کس طرح آسمان پہ پہونچائین
لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہین | اہل میت جنازہ ٹھہرائین
لائین گے پھر کہان سے غالب کو | سوے مدفن ابھی نہ لے جائین

اسکو اگلون پہ کیون نہ دین ترجیح | اہل انصاف غور فرمائین
قدسی و صائب و اسیر و کلیم | لوگ جو چاہین اُن کو ٹھہرائین
ہمنے سب کا کلام دیکھا ہے | ہے ادب شرط مُنھ نہ کھلوائین

غالبِ نکتہ دان سے کیا نسبت
خاک کو آسمان سے کیا نسبت

نثر حسن و جمال کی صورت | نظم غنج و دلال کی صورت
تہنیت اک نشاط کی تصویر | تعزیت اک ملال کی صورت
قال اُس کا وہ آئینہ جس مین | نظر آتی تھی حال کی صورت
اس کی توجیہ سے پکڑتی تھی | شکل امکان محال کی صورت
اس کی تاویل سے بدلتی تھی | رنگ ہجران وصال کی صورت
لطف آغاز سے دکھاتا تھا | سخن اُس کا مآل کی صورت
چشم دوران سے آج چھپتی ہے | انوری و کمال کی صورت
لوح امکان سے آج مٹتی ہے | علم و فضل و کمال کی صورت
دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے | غالب بیمثال کی صورت

اب نہ دنیا مین آئین گے یہ لوگ
کہین ڈھونڈھے نہ پائینگے یہ لوگ

شہر مین جو ہے سوگوار ہے آج | اپنا بیگانہ اشکبار ہے آج
نازش خلق کا محل نہ رہا | رحلتِ فخرِ روزگار ہے آج
تھا زمانے مین ایک رنگین طبع | رخصتِ موسمِ بہار ہے آج
بار احباب جو اُٹھاتا تھا | دوش احباب پر سوار ہے آج
تھی ہر اک بات نشتر جس کی | اُسکی چپ سے جگر فگار ہے آج

دل میں مدت سے تھی خلش جس کی — وہی برچھی جگر کے پار ہے آج
دل مضطر کو کون دے تسکین — ماتم یار غمگسار ہے آج
تلخی غم کبھی نہیں جاتی — جان شیریں بھی ناگوار ہے آج
کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر — ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

غم سے بھرتا نہیں دل ناشاد
کس سے خالی ہوا جہان آباد

نقد معنی کا گنجدان نہ رہا — خوان مضموں کا میزبان نہ رہا
ساتھ اس کے گئی بہار سخن — اب کچھ اندیشۂ خزان نہ رہا
ہوا ایک ایک کاروان سالار — کوئی سالار کاروان نہ رہا
رونق حسن تھا بیان اس کا — گرم بازار گل رخان نہ رہا
عشق کا نام اس سے روشن تھا — قیس و فرہاد کا نشان نہ رہا
ہو چکیں حسن و عشق کی باتیں — گل و بلبل کا ترجمان نہ رہا
اہل ہند اب کرینگے کس پہ ناز — رشک شیراز و اصفہان نہ رہا
زندہ کیونکر رہے گا نام ملوک — بادشاہوں کا مدح خوان نہ رہا
کوئی ویسا نظر نہیں آتا — وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا

اٹھ گیا تھا جو مایہ دار سخن
کس کو ٹھہرائیں اب مدار سخن

کیا ہے جس میں وہ مرد کار نہ تھا — اک زمانہ کہ سازگار نہ تھا
شاعری کا کیا حق اس نے ادا — پر کوئی اس کا حق گزار نہ تھا
بے صلہ مدح و شعر بے تحسین — سخن اس کا کسی پہ بار نہ تھا
نذر سائل تھی جان تک لیکن قطعہ — درخور ہمت اقتدار نہ تھا

قطعہ ۲

ملک و دولت سے بہرہ ور نہوا — جان دینے پہ اختیار نہ تھا

خاکساروں سے خاکساری تھی — سربلندوں سے انکسار نہ تھا

لب پہ احباب سے بھی تھا نہ گلا — دلمین اعدا سے بھی غبار نہ تھا

بے ریائی تھی زہد کے بدلے — زہد اُس کا اگر شعار نہ تھا

ایسے پیدا کہان ہین مست و خراب — ہمنے مانا کہ ہوشیار نہ تھا

مظہرِ شانِ حُسنِ فطرت تھا
معنی لفظ آدمیت تھا

کچھ نہین فرق باغ و زندان مین — آج بلبل نہین گلستان مین

شہر سارا بنا ہے بیت حزن — ایک یوسف نہین جو کنعان مین

ملک یکسر ہوا ہے بے آئین — اک فلاطون نہین جو یونان مین

ختم تھی اِک زبان پہ شیرینی — ڈھونڈھتے کیا ہو سیب و رمان مین

حصر تھی اک بیان مین رنگینی — کیا دھرا ہے عقیق و مرجان مین

لبِ جادو بیان ہوا خاموش — گوش گل وا ہے کیون گلستان مین

گوشِ معنی شنو ہوا بیکار — مرغ کیون نعرہ زن ہے بستان مین

وہ گیا جس سے بزم روشن تھی — شمع جلتی ہے کیون شبستان مین

نہ رہا جس سے تھا فروغ نظر — سُرمہ بنتا ہے کیون صفاہان مین

ماہ کامل مین آگئی ظلمت
آبِ حیوان پہ چھا گئی ظلمت

ہند مین نام پائیگا اب کون — سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون

ہمنے جانی ہے اس سے قدر سلف — اُن پہ ایمان لائیگا اب کون

اُس نے سب کو بھلا دیا دل سے — اسکو دل سے بھلائیگا اب کون

تھی کسی کی نہ جسمین گنجائش — وہ جگہ دل مین پائیگا اب کون
اس سے ملنے کو یان ہم آتے تھے — جا کے دلی سے آئیگا اب کون
مرگیا قدردان فہم سخن — شعر ہم کو سنائے گا اب کون
مرگیا تشنۂ مذاق کلام — ہم کو گھر سے بلائے گا اب کون
تھا بساطِ سخن مین شاطر ایک — ہم کو چالین بتائے گا اب کون
شعر مین نام تام ہے حالی — غزل اس کی بنائے گا اب کون [۱]
کَوْ لَنَا فِیْہِ مِنْ بُکَےٍ وَ عَوِیْل — وَعِتَابٍ مَعَ الزَّمَانِ طَوِیْل

۳۔ قصیدۂ نعتیہ

مین بھی ہون حسن طبع پر مغرور — مجھ سے اُٹھین گے اُنکے ناز ضرور
خاک ہون اور عرش پر ہے دماغ — مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور
خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے — میرے دل مین بھرا ہوا ہے غرور

[۱] اس قصیدہ کی تمہید ۱۲۸۷ھ یا ۱۲۸۸ھ کے بدیانات مین سے ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ دلی مین نامور شعرا کا خاتمہ ہو چکا ہے مومن۔ ذوق۔ آزردہ۔ غالب۔ اور شیفتہ ایک کے بعد ایک رخصت ہو چکے ہین اور میدان بالکل خالی ہے۔ انھین دنون مین سیتارام کے بازار مین ایک مشاعرہ قرار پایا مصرع طرح پر تین غزلین بڑے دعوے سے لکھین جن دوستون کی جا و بیجا تحسین و آفرین سے دماغ مین خلل آگیا تھا اور جن کی داد کی توقع پر وہ غزلین لکھی تھین وہ کسی وجہ سے باوجود اصرار کے مشاعرہ مین نہ آئے۔ بیوالنے خریدار کی بے اتفاقی سے شاید ایسی کھسیانی نہین ہوتی جیسا کہ شاعران لوگون کی بے التفاتی سے جنکو وہ سچ مچ اپنے شعر کا قدردان سمجھتا ہے اسی خام خیالی کے جوش مین اس قصیدہ کی فخریہ تمہید لکھی گئی تھی مطلب یہ تھا کہ اگر لوگ ہماری قدر نہین کرتے تو ہم آپ ہی اپنے منھ میان مٹھو بنتے ہین کیونکہ اس زمانہ کے خیالات کے موافق اس بات کا یقین تھا کہ جسطرح آج کل تجارت کی گرم بازاری اشتہارات کے ذریعہ سے ہوتی ہے اسی طرح شاعری بھی منوانے سے مانی جاتی ہے۔ لیکن جب تفاخر حد سے زیادہ بڑھ گیا تو دفعتاً اپنی غلطی پر تنبیہ ہوا۔ لہذا قصیدہ کا خاتمہ نعتیہ اشعار پر کیا گیا۔ تاکہ فخر کے لیے ایک وجہ پیدا ہو جائے ۲

نہ گنو اہلِ عصر مین مجھکو — مین بہت کھینچتا ہون آپ کو دور
چشمۂ آبِ خضر کی مانند — چشمِ اہلِ جہان سے ہون مستور
دل سے داد اپنی لیچکا ہون بہت — مجھکو پروا نہین کہ ہون مشہور
مثلِ یوسف دکھائے جوہرِ ذات — جسکو بکنا ہو مفت یان منظور
جیسے شہباز ہو قفس مین اسیر — ہون زمانہ کے ہاتھ سے مجبور
کبک و قمری کو رخصتِ پرواز — بال و پر مفتِ صعوہ و عصفور
جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہون مین — اس سے شکوہ نہین کہ ہے معذور
لذتِ مے سے جو نہ ہو آگاہ — اُس کو کیا قدر خوشۂ انگور
جسکے آنکھین نہ ہون وہ کیا جانے — روزِ روشن ہے یا شبِ دیجور
پہلے ہو گی کسی کو قدرِ ہنر — اُٹھ گیا اب جہان سے یہ دستور
دردِ دل کا بیان کرون کس سے — بات کھوتی نہین سنے مجھے منظور
سخنِ حق کی داد لون کس سے — سُن چکا ہون فسانۂ منصور
دل آباد مُفتِ بے ہنران — ہو چکا خانۂ ہنر معمور
مژدہ خُسرو کو وصلِ شیرین کا — ہو چکی سعی کوہکن مشکور
ہمنے دیکھی تمیز اہلِ نظر — ہمنے دیکھا مذاق اہلِ شعور
ہے غرض اِن کو صوت موزون سے — نالۂ دل ہو یا نوائے طیور
ہو کسی شے سے ان کی گرمی بزم — داستان ہو وہ یا کہ درسِ زبور
ہے فقط روشنی سے ان کو کام — موم ہو اصلِ شمع یا کافور
ہے یہان قائل انا مردود — ہو وہ فرعون وقت یا منصور
آپ اپنے سخن سے ہون محظوظ — دلِ احباب گو نہ ہو مسرور
ہان اگر کام ہے تو شیرین سے — قصرِ خسرو کے اور ہین مزدور

دل احباب پر نہین چلتا ۔ سحر میرا کہ رہیو غیر سے دور
ہون تماشائے شہر نابینا ۔ ہے برابر مرا خفا و ظہور
در یکتا ہون اور ہون بے آب ۔ ماہ کامل ہون اور ہون بے نور
چشمہ پیدا و کاروان تشنہ ۔ بادہ پُر زور و انجمن مخمور
اس زمانے مین وہ غریب ہون مین ۔ جو وطن سے ہو لاکھ منزل دور
صاحب قدر و جاہ ہے جبتک ۔ کارفرما ہے چین مین فغفور
کاش اُس عہد مین مجھے پاتے ۔ تھا سخن جب کہ قبلۂ جمہور
کاش وان دیکھتے مجھے کہ جہان ۔ متنبی تھا مادح کافور
کون سمجھے مجھے کہ ہون کیا چیز ۔ انوری ہے نہ عرفی و شاپور
کون دیکھے مرے چمن کی بہار ۔ مرگیا عندلیب[1] نیشاپور
جس سے ہوتا ہے خستہ سینۂ ہوش ۔ ہے زبان میری وہ دم ساطور
جس سے ہوتا ہے کور پروانہ ۔ ہے مری شمع مین وہ لمعۂ نور
شرح نقطہ کی گر کرون تحریر ۔ تنگ ہو عرصۂ نقوش و سطور
ترک عشق بتان کرین عشاق ۔ مجھ سے سُن پائین گر ستایش حور
گر کرون ذکر لذت طاعات ۔ تلخ کر دون مذاق فسق و فجور
چھیڑ دون گر فسانۂ فرہاد ۔ دل خسرو مین ڈالدون ناسور
کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ ۔ لے کے آؤن نوید عفو قصور
لون ملائک سے داد حسن کلام ۔ گر لکھون نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ اُمتی جس کا ۔ یان گنہگار اور وان مغفور

[1] عندلیب نیشاپور سے مراد نظیری ہے۔ لیکن اگر وہ ہوتا تو اس سے زیادہ اور کیا قدر کرتا جیسا کہ شیخ علی حزین نے سودا کی نسبت کہا تھا کہ در پوچ گویان ہند غنیمت است ۱۲

وہ خداوند نعمتی جس کا — یان سب یکسان راو روان ماجور

مژدہ اے امتِ ضعیف کہ یان — سعی ہوتی ہے پے بہ پے مشکور

لبِ شیرینِ کلام سے اسکے — دوست بھی شاد غیر بھی مسرور

اثرِ فیضِ عام سے اس کے — کعبہ آباد و بتکدہ معمور

چرخ کو دے اگر وہ حکمِ سکون — ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

صرصرِ قہر گر چلے اس کی — بند ہو سالکِ صبا و دبور

جس طرف ہو وہ گرم نظارہ — جلوہ گر ہو اُدھر سے لمعۂ طور

ہو جہان لطف سے وہ سایہ فگن — موجزن ہو وہان سے چشمۂ نور

بات پوچھو تو سوے چرخ نگاہ — سینہ دیکھو تو علم کا گنجور

ہو سکے اس کی خوبیون کا شمار — نعمتین حق کی ہون اگر محصور

اے ترا پایہ فہم سے برتر — اے ترا نام عرش پر مسطور

مین ترے در پہ سُن کے آیا ہون — نام تیرا شفیعِ روزِ نشور

کچھ نہین زادِ راہ پاس اپنے — مگر امیدِ عفوِ ربِ غفور

طبع غالب ہے اور مین مغلوب — نفس قاہر ہے اور مین مقہور

بحرِ غفلت مین ہون سراسر غرق — نشۂ کبر مین ہون بالکل چور

چھوٹتی ہی نہین خودی دامن — ہون بہت اپنے ہاتھ سے مجبور

مہرِ فرزند و خواہشِ زر و سیم — طمعِ جاہ و فکرِ عیش و سرور

ایک بیمار اور سو آزار — ایک رنجور اور سو ناسور

نفسِ امارہ اور دیو مرید — یہ ہے افعی تو وہ ہے کلبِ عقور

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے — جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور

حسد و بغض و غیبت و بہتان — بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

ایک جو مجھ سے بن نہین آتی — ہے وہ خدمت کہ جسپہ ہون مامور
دل لگے بندگی مین کیا امکان — لب پہ ہے ذکرِ حق مین کیا مذکور
مایۂ عقل ہے نہ شورِ جنون — دل بیتاب ہے نہ جانِ صبور
نہ معاصی مین تلخیِ خجلت — نہ عبادت مین چاشنیِ حضور
فی المثل ہے مری مسلمانی — جیسے زنگی کا نام ہو کافور
ہان مگر کچھ امید بندھتی ہے — تیرے زمرے مین گر ہوا محشور
جب ترے کاروان مین جا پہنچا — پھر رہا اب جہان کتنی دور؟
دوری آستان والا سے — ہے بہت تنگ حالیِ مہجور
اب دعا یہ ہے اے شفیعِ اُمم — بسکہ بیتاب ہے دل رنجور
جا لگے تیرے در پہ کشتیِ عمر — جب کرون بحرِ زندگی سے عبور

جیتے جی دل مین یاد ہو تیری
مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور

۴۔ قصیدۂ مدحیہ ناتمام[1]

نواب کلب علی خان مرحوم رئیس رامپور کی شان مین

ظلِ حق کلب علیخان جسکے بذل و جود کے — ہند سے لے تا عرب ہین خاص و عامی گواہ
صاحبِ علم و عمل اور تابعِ احکامِ دین — زائرِ قبرِ نبی اور حاجیِ بیت الٰہ

[1] یہ قصیدہ ۱۲۹۱ھ مین اس وقت لکھا گیا تھا جبکہ نواب ممدوح علی گڈھ کے مدرسۃ العلوم کا پیٹرن ہونا منظور کر چکے تھے اور بارہ سو روپیہ سال کی جاگیر ہمیشہ کے لیے مدرسہ کے اخراجات کے واسطے اور کئی ہزار روپیہ نقد بطور چندہ کے دے چکے تھے مگر مصلحتاً ان کی خدمت مین بھیجا نہین گیا اور اسی لیے ناتمام رہا۔ اسکے اول و آخر کے کچھ اشعار ضائع بھی ہو گئے ہین ۱۲

شاعری مین فردِ موسیقی مین فارابی عصر　　صوتِ روح افزا و صورت آیۂ صنعِ خدا
دولتِ برطانیہ پاُس کی فرزندی کا حق　　دولتِ عثمانیہ کو اس سے پیوندِ ولا
اسکی ہیبت سے لرزتے ہین مقرب اور جلیس　　اور مروت پر ہین نازان مجرم و اہلِ خطا
قطعہ ۱　مرجع اربابِ علم و فن ہو اس کا بابِ فیض　　یہ وہ دعویٰ ہو کہ خود دربار ہو اس کا گوا
۲　گل نہ مین ہند مین تھے جو درخت باردار　　اُن کو چُن چُن کر یہان لایا چمن بندِ سخا
۳　گر مناظر ہین تو ہین سردفترِ اہلِ کلام　　اور محدث ہین تو ہین سرچشمۂ علم و ہدے
۴　زمرۂ اہلِ یقین یا مجمع اہلِ سلوک　　نکتہ چینانِ مجسطی خردہ گیرانِ شفا
۵　شاعرِ شیرین نفس یا شاطرِ سنجیدہ رای　　فیلسوفِ مستدل یا عارفِ علت زُبا
۶　بے بدل ہو الغرض جو رہے اس تا غمین　　بلبلِ جادو نوا ہو یا گلِ رنگین ادا
بہرہ ور ہین فیض سے تیرے بلاد دور دست　　اے خوشا وہ سرزمین جسپر ہو تو فرمان روا
بارِ محصولات سے یان تک ہوئی ہلکی کہ اب　　بارِ منت سے ترے پشت رعیت ہے دوتا
خیر تیری ہے حصارِ عافیت تیرے لیے　　سیر ہو کر تجھ کو دیتے ہین بہت بھوکے دعا
نعمتین حق کی سمٹین گی سمیٹی زینہار　　ہر بھلائی کی ملی وہ چند گر تجھکو جزا
خوانِ نعمت پر ہو تیرے میہمانون کا ہجوم　　نام پھر زندہ ہوا خوانِ خلیل اللہ کا
ہے یقین تجھ پر پڑے اصحابِ محشر کی نگاہ　　جب کہین کس نے کیا حقِ میزبانی کا ادا
دولت و اقبال روزافزون سے تیری ہو عیان　　جو کہ حامی قوم کے ہین اُن کا حامی ہے خدا
پرورش پاتی تھی جنکے سایۂ دولت مین قوم　　لے گئی اُن کو بہا کر موجِ سیلابِ فنا
کچھ گھرانے رہ گئے ہین جو کہ آتے ہین نظر　　ہند مین اب تکیہ گاہِ امتِ خیر الورے
یہ اگر بنتے نہ کشتیبان اس طوفان مین　　کشتیِ اسلام تھی منجدھار مین بے ناخدا
رہ گئی تیری خریداری سے شرمِ اہلِ فضل　　ورنہ اُنکی جنس کا گاہک یہان کوئی نہ تھا
مل گئے تھے گوہرِ درجِ شرافت خاک مین　　خاک سے تونے اُٹھایا اُن کو اور بخشی جلا

ہو رہے تھے دودمانِ علم و دولت جان بلب — تو نے ایک اک کے چوایا حلق مین آبِ بقا
کول مین پودا لگا ہے جو پئے تہذیبِ قوم — آبیاری سے ہی تیری ہی اُسے نشو و نما
ہے یہ وہ احسان جسکے بارِ منت سے کبھی — قوم کی گردن نہ ہلکی ہوگی بے ردِّ و ریا
تیرے ظلِ تربیت مین گر رہا یہ نونہال — ہے یقین پھیلین گی شاخین اسکی طوبیٰ سے سوا
فرض اگر کیجیے اُسے دیوار کاخِ آرزو — تو وہ پشتیبان ہے جس سے اسکی قائم ہی بنا
اور اگر کہیے کہ ہے یہ قوم کی کشتِ مراد — تو ہے اُس پر ابرِ رحمت کی طرح چھایا ہوا

۵- قصیدۂ ناتمام مرقومہ ۱۲۹۴ھ

سر سیّد احمد خان دام بقاؤہم کی شان مین

پنہان نہین ہی یار و سب پر کھلا ہوا ہی — جو حال آج اپنا اور اپنی قوم کا ہی
ہے اک لکیر باقی جس پر فقیر ہین ہم — خود سانپ رہنمایان سے کب کا نکل گیا ہی
اِس پر بھی اے عزیزو ہے جائے فخر تم کو — دینون مین دین بیضا حق نے تمھین دیا ہی
قبلہ ہے وہ تمھارا جو گھر ہے سب سے پہلا — ہادی ہی وہ تمھارا جو ختم انبیا ہی
دی ہے وہ مصلحِ کل حق نے کتاب تمکو — جس نے شریعتون کو شیر و شکر کیا ہی
بخشی تمھین حکومت حکمت تمھین عطا کی — دوران سدا موافق تم سے یونہین رہا ہی
اِس دورِ آخری مین جب یون بگڑ چلے تم — اک ہاشمی تمھارا مصلح کھڑا کیا ہی
سر سبز چاہتا ہی جو قوم کو جہان مین — فتوون سے قوم کے گو کافر ٹھہر چکا ہی
وقت اپنا کام اپنا جان اپنی مال اپنا — یارون پہ جس نے سب کچھ قربان کر دیا ہی
وار اس پہ قوم کے ہین وہ قوم کی سپر ہے — قوم اُس سے بدگمان ہی وہ قوم پر فدا ہی

---

[1] یہ قصیدہ اسوقت لکھنا شروع کیا گیا تھا جبکہ مدرستہ العلوم کا بنیادی پتھر لارڈ لٹن اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے اور سر سید کے کام تعجب کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے۔ مگر بسبب مکروہات دنیوی کے پورا نہو سکا ۱۲

ہمدرد قوم ایسا ہمنے سُنا نہ دیکھا — یہ درد اُس کو جد کی میراث مین ملا ہی
تعلیم کی بھاری بنیاد اُسنے ڈالی — مُلکون مین جس کا چرچا ہرسمت ہو رہا ہی
بعد از قرونِ اولی کس نے کیا بتاؤ — سیّد نے کام آکر جو قوم مین کیا ہی

۶۔ قطعہ مرتبہ سنہ ۱۳۰۳ھ

مرثیہ بھین برادر راقم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم

کل سوگ مین بھائی کے اُسے دیکھ کے چپ چپ — حالی سے کہا ہمنے کہ اے بحرِ معانی
خاموش کبھی ہمنے تجھے یون نہین دیکھا — کیا ہوگئی وہ تیری طبیعت کی روانی
شادی مین تری تہنیتین ہمنے سنی ہین — ماتم مین بھی دیکھی ہی تری مرثیہ خوانی
ہنستا ہے نہ روتا ہی نہ بذلہ ہے نہ نوحہ — کچھ کہہ تو سہی دلمین یہ کیا تونے ہی ٹھانی
دُنیا ہی یہ اک دارِ فنا جس کا اثاثہ — سب خاک سے تا انجمِ افلاک ہی فانی
ہو جاے گر انسان یونہین ہر رنج مین خاموش — کس طرح دلون کے ہون عیان رازِ نہانی
اک آہ بھری سُن کے یہ حالی نے کہ جس سے — دل ہل گئے اور سب کے لہو ہوگئے پانی
فرمایا کہ موجون سے بھنور کے نہین آگاہ — ساحل پہ ہین جو راہ سپر قاصی و دانی
حالی ہی کو معلوم ہی حالی کی حقیقت — مشکل ہے کسک دلکی عزیزون کو دکھانی
آئے ہین سدا بھائیون سے بھائی بچھڑتے — موت ایک کے آگے ہے ضرور ایک کو آنی
پر بھائی ہو جس شخص کا حالی کا سا بھائی — غم بھائی کا مرجانے کی ہی اسکے نشانی
جس بھائی نے بیٹون کی طرح بھائی کو پالا — سوکھی ہوئی کھیتی مین دیا باپ کے پانی
جس بھائی کے آغوش مین ہوش اُسنے سنبھالا — جس بھائی کے سایہ مین کٹی اسکی جوانی
شفقت نے دیا جسکی بھلا مہرِ پدر کو — دی آنے کبھی دل پہ نہ بھائی کے گرانی
جیتا بھی رہا بھائی گر اُس بھائی کے پیچھے — لذت نہین جینے سے نصیب اسکو اُٹھانی

دل مردہ ہو حالی کی طرح جس کا عزیزو — کیا ڈھونڈھتے ہو اُسکی طبیعت مین روانی
یہ چپ نہ لگائے کسی دشمن کو بھی اللہ — یہ چپ نہین مرجانیکی ہے دل کے نشانی
بولین گے بھی سوبار ہنسین گے بھی جہانین — یہ ناؤ ہے ہر طرح ہمین پار لنگھانی
پر آہ۔ کلی وہ جو ہے مرجھا گئی دل کی — مشکل ہے وہ ہنس بول کے آپ ہمین کھلانی
باقی رہیگا داغ سدا بھائی کا دل پر — ہر چند کہ فانی تھا وہ اور ہم بھی ہین فانی

۷ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۵ ہجری

بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

آسمان جاہ کی خدمت مین یہ حالی کی ہے عرض — کہ اگر میرا ہر اک رونگٹا ہو جائے زبان
شکر ممکن نہین اس کا کہ مجھے گھر بیٹھے — اُس نے ممتاز کیا بھیجکے شاہی فرمان
نہ ہوئی مجھسے کوئی خدمت سرکار نظام — نہ کیا مین نے کبھی طوف در صدر زمان
نہ کوئی مجھ مین ہنر ایسا کہ ہو لایق قدر — اور نہ ایسا کوئی جوہر جو ہو قیمت مین گران
حق نہ تھا دولت عالی پہ کوئی حالی کا — جسکے جلدو مین وہ اس لطف کا ہوتا شایان
ہان مگر ذات مین ہے فیض رسانی جن کی — ڈھونڈھ لیتے ہین کوئی حیلہ براے احسان
ہین مربی ہنر و بے ہنری کے جس طرح — خار و گل دونون کو کرتا ہے نہال آب روان
آسمان جاہ کا اک مین ہی نہین شکر گزار — ملک مین اُس کا ثنا خوان ہے ہر اک پیر و جوان
ہان وہ اُن کھیتون کو دیکھے گیا ہے پانی — آنکھ اسلام کی خود جن کی طرف ہے نگران
قوم اس وقت ہے تعلیم کی جتنی محتاج — ہے وہ عالم پہ ہویدا انہین محتاج بیان
عزت۔ آسودگی اور ملت و مذہب اُن کا — ہو نہ تعلیم تو ہین سب کوئی دن کے مہمان
پھر نہ قدر اُن کی کچھ آنکھون مین خلایق کی بلند — اور نہ وزن ان کا ترازو مین حکومت کی گران

آسمان جاہ پہ برکت ہو خدا کی جنکی
درد کا جان لیا اُن کے کہ یہ ہے درمان

مدرسے قوم کے اس ملک مین جو ہین ممتاز
جن مین کچھ کچھ نظر آتے ہین ترقی کے نشان

اُن کی امداد سے نواب کی ہے قائم
چشم عالم مین مسیحائی پہ اپنی برہان

کرتے ہین زندۂ جاوید بنی نوع کو۔ جو
بذل کرتے ہین پئے تربیت اہلِ زمان

ہے مدارس کی اعانت وہ نکوئی جسکا
ملک پر قوم پہ تا دیر رہے گا احسان

یہی بخشش ہے یہی جود ہے راس الحسنات
جس پہ موقوف ہے بہبودی نسل انسان

یہی امداد ہے جس سے ہوئین قومین سر سبز
یہی تدبیر ہے جس سے ہوئے ملک آبادان

یہی قوت ہے کہ ہوتے ہین قوی جس سے ضعیف
یہی حکمت ہے کہ ہوتے ہین سبک جس سے گران

دی لگا ایک نے پانی کی سرِ راہ سبیل
کی ہمیشہ کے لیے ایک نے وان نہر روان

اسکی خواہش تھی کہ ہوتے رہین پیاسے سیراب
اُس نے چاہا کہ رہے پیاس کا باقی نہ نشان

برکتین علم کی جو ملک مین پھیلاتے ہین
نہر جاری سے ہے ذات انکی سوا فیض رسان

بخت اس ملک کے جس ملک مین ایسا ہو وزیر
حامی علم و ہنر مدار کمال انسان

اب خدا سے یہ دعا ہے کہ جہا نتین جبتک
شکر احسان کا کرتے رہین بعد از احسان

آسمان جاہ سے ہو تقویت ملک دکن
اور ہو ملک دکن ملجا و ماوائے جہان

دولت قیصری و دولت آصفجاہی
ایک کی ایک زمانہ مین رہے پشتیبان

۸ قصیدہ مرتبہ ۱۳۰۶ ہجری

تہنیت عید الفطر۔ بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

مہ صیام گیا اور روز عید آیا
خوشی کا عید کی حق ہر کوئی بجا لایا

کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے
کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا

رہین منت ساقی ہین بادہ خوار تمام
کہ تیس روز کے پیاسون کا روزہ کھلوایا

گئے ہین ایسے مساجد سے معتکف خوش خوش
کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا

شگفتہ آتے ہین اس طرح عیدگاہ سے لوگ
کہ گنج اُنھون نے ہے گویا خرابہ مین پایا

حسین چاؤ مین پھولے نہین سماتے آج
کہ دن خدا نے نمایش کا اُن کو دکھلایا

عزیز و دوست گلے ملتے پھرتے ہین باہم
خدا نے سیکڑون روٹھون کو آج منوایا

حکیم ہین متفکر نہ زاہد افسردہ
خوشی نے دی ہے زمانہ کی کچھ پلٹ کایا

غنی ہین شال مین مست اور گدا ہین کھال مین مست
ہے ایک خوان سے منعم نے سب کو چھکوایا

اُدھر ہے فصل بہار اور ادھر ہے عید الفطر
سمان نشاط کا ہے شہر و دشت پر چھایا

کھلے ہین اُسکے عوض دشت مین کروڑون پھول
جو غم سے شہر مین آج ایک دل ہے کملایا

ہزارون سرو خرامان ہین شہر مین ہر سو
جو دشت مین کوئی پودا ہے آج مرجھایا

اگر خوشی کا زمانہ کی ہے یہی عالم
تو سمجھو غم کا عوض غمزدون نے بھر پایا

مگر یہ عاریتی انبساط ہے سب ہیچ
اس انبساط پہ غافل ہے جو کہ اترایا

فریفتہ ہوے جو ایسی ایسی خوشیون پر
اُنھون نے آب کا دھوکا سراب پر کھایا

خوشی ہے جس سے عبارت وہ ہے خوشی اُنکی
جنھون نے خلق مین ذکر جمیل پھیلایا

جنھون نے دین کے گرتے ستون کو تھاما
جنھون نے علم کا بجھتا چراغ اُکسایا

جنھون نے مُلک کے امراض کو کیا تشخیص
جنھون نے قوم کے افسردہ دل کو گرمایا

جنھون نے خلق سے اپنا بنایا غیرون کو
جنھون نے لطف سے وحشی دلون کو پرچایا

خبر مریضون کی لی جاہلون کو دی تعلیم
کھلایا بھوکون کو بے پوششون کو پہنایا

ہوا زمین پہ جس سال آسمان مُمسک
مینہ اپنی داد و دہش کا اُنھون نے برسایا

ہواے دہر اگر ہو گئی کبھی فاسد
فضاے دہر کو خلق حسن سے مہکایا

سدا غریبون کی امداد پر ہین جو تیار
لیا سنبھال اُسے جس نے ہاتھ پکڑایا

ہمیشہ مانگنے والون کو بے دریغ دیا — نہ مانگ سکتے تھے جو اُن کے گھر یہ پہونچایا
نہ سمجھا آپ کو اک پاسبان سے بڑھکر — اُنھون نے لطف حکومت اسی مین کچھ پایا
نہ پائی کھانے مین لذت نہ چین سے سوئے — ستم رسیدہ کا جب تک کہ حق نہ دلوایا
دعا مین شیر مگر وقت رحم مور ضعیف — کسی کی آہ سُنی اور دل اُن کا بھر آیا
وہ سمجھے یہ کہ کوئی قافلہ ہوا تاراج — جو شاہ راہ مین پتا کسی نے کھڑکایا
وہ چونک اُٹھے کہ گویا قیامت آپہونچی — جو در پہ آکے کوئی دادخواہ چلّایا
نشاط و عشرت جاوید کی ہو اُن کو نوید — دل ایسا جن کو عنایت خدا نے فرمایا
سنا تھا کان سے جو ذکر خیر عہد سلف — سو آنکھ سے وہ وزیر دکن نے دکھلایا
بشیر دولت و دین صدر اعظم امرا — نہین ہے جسکا کوئی قرب شہ مین ہمسایا
جو ظل حق ہو رعیت کے سر پہ شاہ دکن — تو اعظم الامرا ظل حق کا ہے سایا
ہمیشہ جسکو ہے بہبود ملک تہ نظر — رفاہ و امن ممالک مین جسنے پھیلایا
اُٹھایا فتنہ نے جب سر فرو کیا اُس کو — پڑا عمل مین جہان عقدہ اسکو سُلجھایا
بنائے نظم و نسق جس نے رکھی شورا پہ — مشیر کار خرد پروروں کو ٹھہرایا
دکن کو جس نے کیا مرجع خواص و عوام — دکن کا جس نے کہ ڈنکا جہان مین بجوایا
نہ کوئی ملک مین سرکش رہا نہ نافرمان — جفا و ظلم کو توڑا غرور کو ڈھایا
بل انتظام کے رشتہ مین پڑ رہے تھے بہت — سو تکلے کی طرح ایک ایک بل نکلوایا
لگا گئے تھے وزیران رفتہ جو پودا — وہ صاحبی مین وزیر زمان کی پھل لایا
ترقی اب یہ تمدن مین کی ہے بلدہ نے — کہ اپنی حالت پیشین سے خود ہے شرمایا
زمان حال سے ماضی کو دیجیے کیا نسبت — اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ دن نکل آیا
خدا دراز کرے عمر اعظم الامرا — دکن کو جسکی حکومت نے دن یہ دکھلایا
زمین پہ سایہ فگن جب تک آسمان ہے — رہے دکن پہ حضور نظام کا سایا

تھی کوئی چیز نہ حالی کے پاس لائقِ نذر　　سو یہ چگاسہ ناچیز پیشکش لایا
یہی بس اسکے لیے ہوگا مایۂ نازش　　جو اعظم الامرا نے قبول فرمایا

۹ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۶ھ

تہنیت ولادت فرزند ارجمند شبستان اقبال جناب نواب سرآسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

فیض ربِ ذو المنن سے مژدہ اے اہلِ دکن　　نائب دولت کا نخلِ آرزو لایا ثمر
دی بشیر دولت و دین کو وہ چیز اللہ نے　　جس سے پایا دیدۂ یعقوبؑ نے نورِ بصر
جسکو پیری کا عصا سمجھا خلیل اللہ نے　　حق نے دی جسکے عطا ہونیکی سارا کو خبر
جسکے ملنے سے ہوا داؤد ممنونِ قضا　　جسکے پانے سے ہوا ایوبؑ مرہونِ قدر
جسکے بدلے مین علی الرغمِ شماتت پیشگان　　حق سے ختم الانبیاؐ نے پائے شبیرؑ و شبرؑ
جو بضاعت ہو گدا کی اور دولت شاہ کی　　جو ہے حاصل عمر کا اور زندگانی کا ثمر
جس سے مستغنی ولی ہین اور نہ عارف بے نیاز　　جس سے ہین اجداد زندہ اور اماجد نامور
صدرِ اعظم کو دیا صد شکر خالق نے خلف　　خلق کی آخر دعاؤن کا ہوا ظاہر اثر
یہ پسر یارب بحقِ عترتِ خیر الورے　　پائے عمرِ خضر زیرِ سایۂ مہرِ پدر
صدرِ اعظم کی طرح دربارِ آصفجاہ مین　　جایگاہ قربِ سلطانی ہو اس کا مستقر
دولت و ثروت کو اسکی ذات سے لگ جائے شان　　زیورِ علم و ادب سے ہو مجلی اس قدر
سیرت و عادت مین اسکی نکلے آن اجداد کی　　جوہرِ اخلاق فاروقی ہون اسمین جلوہ گر[1]
ملک آصف جاہ مین سرآسمان جاہ اور وہ　　رات دن رکھین اُجالا صورتِ شمس و قمر

---

[1] اِس مین یہ اشارہ ہے کہ نواب سرآسمان جاہ بہادر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد مین ہین ۱۲

۱۰ قصیدہ[۱] مرتبہ ۱۳۰۹ھ

اے صفر کی دوسری ۔ روز دوشنبہ مرحبا
ہم نہ بھولین گے کبھی وہ تیری صبح جانفزا

ہمنے رکھا آکے جب بلدہ کی سرحد مین قدم
پھر گیا آنکھون کے آگے اپنی اک عالم نیا

عزت قومی کو ترستی تھین سدا آنکھین جسے
اسکے کچھ آثار دیکھے ہمنے یان شکر خدا

کھوج مین جس فخر کے پھرتے تھے اک مدت سے ہم
آکے بلدہ کے سوا نہ مین لگا اُس کا پتا

بھیک کو نکلے تھے گھر سے کچھ بھکاری قوم کے
جھولیان ڈالے گلے مین دربدر دیتے صدا

پہونچے لینے اُن کو وہ اعیان دار الملک سے
دولت عالی کو جن کی ذات پر ہے اتکا

قوم کو ہے جن پہ فخر اور ملک کو ہے جن پہ ناز
سلطنت کے جو ہین اعضا اور وزارت کے قوے

صدر اعظم نے ہمین بخشا اقامت کے لیے
وہ سرابستان خجل ہو جس سے جنت کی فضا

ہم غریبون کو سمجھکر اک سفارت قوم کی
دی وہ عزت ۔ شکر جسکا ہو نہین سکتا ادا

پیشتر مہمان نوازی کا فقط سُنتے تھے نام
آکے یان سمجھے کہ ہے مہمان نوازی چیز کیا

کی ہے نواب اقتدار الملک نے جو مرحمت
اُس نے کلفت کو سفر کے دل سے بالکل دھو دیا

یہ مقولہ ہند مین مدت سے ہے ضرب المثل
جو کہ جا پہونچا دکن مین بس وہین کا ہو رہا

ہے دکن کی وہ یہی شاید مسافر پروری
جو دکن مین آکے دیتی ہے وطن دل سے بھلا

وارث ملک دکن ہے آج وہ محبوب خلق
نام پر دیتا ہے جس کے جان ہر چھوٹا بڑا

ہم کہ ہین وکٹوریا کے مہد رافت مین پلے
امن و آزادی کی ہمنے کھائی ہے برسون ہوا

[حاشیہ: صدر اعظم — یعنے مدار المہام ۱۲]

۱؎ یہ قصیدہ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء مطابق صفر ۱۳۰۹ھ مین بمقام حیدرآباد دکن جبکہ ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مع اکثر رفقا کے جنمین سے ایک راقم بھی تھا بطور ڈیپوٹیشن کے محمڈن کالج علی گڈھ کی طرف سے حضور سرکار نظام مین حاضر ہوئے تھے ایک جلسۂ عام مین پڑھا گیا تھا جسکے صدر انجمن جناب نواب وقار الامرا بہادر تھے ۱۲ حالی

جانتے ہیں ہم کہ ملتی ہے رعیت کسطرح ۔۔۔ کسطرح ہوتے ہیں مقبولِ جہاں فرماں روا
کرتے ہیں کس منتر اور افسوں سے تسخیرِ قلوب ۔۔۔ کسطرح بوتے ہیں دلمیں خلق کے تخمِ وفا
کر لیا محکم ہے دلمیں اگر حاکم نے گھر ۔۔۔ تو یہ سمجھو حق حکومت کا کیا اُس نے ادا
ہے یہی شاہِ دکن کی گلہ بانی کی دلیل ۔۔۔ گلہ اپنے گلہ بان پر جان و دل سے ہے فدا
بوجھنے پوچھنے کی اہلِ مُلک سے حاجت نہیں ۔۔۔ ان کی خوشحالی پہ اُن کی تازہ روئی ہے گوا
دیکھتے آئے تھے جیسے راہ میں ہم سبزہ زار ۔۔۔ خلق کو سرسبز دیکھا آکے یاں اُن سے سوا
راہ میں دیکھے تھے ہم نے کوہ اگر گردوں شکوہ ۔۔۔ آکے دار الملک میں دیکھے محل گردوں نما[1]
عالموں کی سخت گیری سے ہیں سب آزاد یاں ۔۔۔ بینوا سے منعم اور منعم سے بڑھکر بینوا
اغنیا میں ہم وہ استغنا نہیں پاتے کہیں ۔۔۔ جیسا بے پروا نظر آتا ہے یاں ایک اک گدا
جتنی یاں قومیں ہیں سب رکھتی ہیں باہم میل جول ۔۔۔ بے تعصب بے تکلف بے تصنع بے ریا
ایک کے تہوار میں بے عذر ہیں سارے شریک ۔۔۔ ایک کی تقریب میں ہمدم ہیں سب اور ہمنوا
دولتِ عالی نے حق سب کو برابر ہیں دیے ۔۔۔ ایک پر ترجیح کچھ رکھتا نہیں یاں دوسرا
پارسی ہندو مسلماں یا مسیحی کوئی ہو ۔۔۔ ہے دکن کو ہر کوئی اپنی ولایت جانتا
ہم کو یاں کہنا تھا کچھ اور کہہ گئے بھولے سے کچھ ۔۔۔ رہگذر کی سیر نے منزل سے غافل کر دیا
قصہ کوتہ۔ بار جب ہم کو ملا دربار میں ۔۔۔ کہہ نہیں سکتے کہ بیداری تھی یا خواب تھا
دیکھ کر اپنی رسائی تختِ آصفجاہ تک ۔۔۔ واقعہ مور اور سلیماں کا ہمیں یاد آگیا
حضرت والا نے جس شفقت سے کیں نذریں قبول ۔۔۔ اُسپہ گر جان اپنی ہم قرباں کریں تو ہے بجا
جس توجہ سے سنی روداد قومی درسگاہ ۔۔۔ شکر سے اُسکے نہیں ہو سکتے ہم عہدہ برآ
جب سے کالج کی علی گڈھ میں بنا ڈالی گئی ۔۔۔ دولتِ عالی۔ مدد کرتی رہی اس کی سدا

[1] یہ اشارہ ہے اُس محل کی طرف جو کہ نواب وقار الامرا بہادر نے بلدہ حیدرآباد کے باہر جانب جنوب پہاڑ پر زر خطیر صرف کر کے اپنے رہنے کے لیے بنوایا ہے اور اُس کا نام فلک نما رکھا ہے ۱۲

جو لگایا تھا درخت اُس کی ہمیشہ لی خبر — دمبدم پانی دیا یان تک کہ بار آور ہوا

اب سکہ وقت آ کر پڑا تھا بانیِ کالج پہ سخت — دولتِ عالی نے شرطِ دستگیری کی ادا

مشکلین جسطرح کی تھین قوم کی اول بحل — کی اُسی دریا دلی سے اُنکی پھر حاجت روا

خود علیگڈھ کالج اور اُسکے ہوا خواہ سب — راگ گائین گے سدا احسان آصفجاہ کا

ہند مین باقی ہین نسلین جب تلک اسلام کی — جیتے جی ہونگی نہ اُسکے طوقِ منت سے رہا

کی ہے سرسید نے جو کوشش فلاحِ قوم مین — اُسکو ہے اے اہلِ مجلس اک زمانہ جانتا

پر یہ سرسید سے بیڑا پار ہونا تھا محال — دولتِ عالی اگر بنتی نہ اُس کی ناخدا

تھا پڑا سید کا سچ پوچھو تو خشکی مین جہاز — دولتِ عالی نے اُس خشکی مین گنگا دی بہا

ہے روایت جبکہ ہجرت کرکے ختم المرسلین — پہنچے یثرب مین تو یہ ارشاد یارون سے کیا

جسطرح ہوتی ہے بانبی سانپ کی جائے پناہ — ہوگا لوگو اب مدینہ بھی یونہین اسلام کا

ہے بلاتشبیہ دارالملک آصفجاہ بھی — ہند مین اب مرکزِ اسلام ہے بہ دورِ ما

ذی لیاقت جتنے تھے ہندوستان مین جا بجا — دولتِ عالی نے چن چن کر لیا سب کو بلا

تربتین اور خانقاہین مدرسے اور مسجدین — سب کی ہوتی ہے پرورش اِس گھر سے بے چون و چرا

حج بیت اللہ سے جو ہر مسلمان پہ ہے فرض — ہے دکن آنا مقدم شک نہین اسمین ذرا

اول آنا چاہیے یان استطاعت کے لیے — کیونکہ ہے بے استطاعت حج کو جانا ناروا

خرچ سے ہاتھ اک مسلمان کا ہو گر اتنا تنگ — ہو دکن کی سمت وہ گردن اُٹھا کر دیکھتا

خواب آتے ہین دکن کے اُس کو سوتے مین نظر — قوم کا بچہ مڈل سے جب ذرا آگے بڑھا

ہند مین کرتے ہین کوشش جو رفاہِ خلق مین — اور مدد کو جن کی آن حاضر ہے ہر چھوٹا بڑا

چلتے چلتے اُنکی گاڑی بھی اٹک جاتی ہے جب — کھینچنے کو اُسکے جاتا ہے یہین سے بینڈیا[1]

ہے دکن کی اور مسلمانون کی یارو وہ مثال — اک سمندر ہے کہ ہر سو جسمین ہے طوفان بپا

---

[1] جب گاڑی یا چھکڑا بیلون سے نہین کھچ سکتا تو بیلون کی جوڑی کے آگے تیسرا بیل لگا دیتے ہین اُسکو بینڈیا کہتے ہین ۱۲

تھا جہاز اک اسمین معمور اہل فضل و جاہ سے ۔۔۔ لطمۂ امواج نے پرزے کیے اُسکے اُڑا

ڈوبنے والے تھے جو وہ ڈوب کر نیچے گئے پھر ۔۔۔ بچ رہے ہین جو وہ ہر سو مارتے ہین دست و پا

کوئی کشتی یا جہاز آتا نہین اُن کو نظر ۔۔۔ اِس محیطِ بے کران مین ایک زورق کے سوا

ہے وہ زورق فی المثل سرکار آصفجاہ کی ۔۔۔ ہے مسلمانون کو اب لے دیکے جس کا آسرا

ہے دعا جسوقت تک پانی سمندر مین ہے ۔۔۔ یارب اس زورق کو تو موجِ حوادث سے بچا

ختم کر حالیؔ سپاسِ صدرِ اعظم پر سخن ۔۔۔ بال بال اپنا ہے جسکے شکر مین جکڑا ہوا

تقویت سے جسکی ہر مشکل ہماری حل ہوئی ۔۔۔ انجمن سے منعقد ہونیکی دی جسنے رضا

پھر ادا کر جان و دل سے شکرِ صدرِ انجمن ۔۔۔ جسکے قدمون مین یہ زیبا ہے کہ دین آنکھین بچھا

جسنے قومی انجمن مین بن کے صدرِ انجمن ۔۔۔ قوم کو دی عزت اور انکی امیدین دین بڑھا

لیکے اذنِ صدرِ مجلس کیجیے پھر قصدِ وطن ۔۔۔ ورنہ ہے حالیؔ دکن کی دلفریب آب و ہوا

باندھ لیجیے جلد اب رختِ سفر ڈیپوٹیشن کے ساتھ ۔۔۔ قافلے سے چھوٹ نہ جائے قافلہ سالار کا

۱۱ - قطعہ مرتبہ ۱۳۰۹ سنہ ہجری[1]

بمقام حیدر آباد دکن

یان بلا کر دی ہے جو عزت ہمین سرکار نے ۔۔۔ اوّل اُس کا شکر کرتے ہین علی العد بعد ازین

---

[1] ۱۳۰۹ ہجری مین جب راقم اور مولانا محمد شبلی نعمانی اور دیگر بزرگانِ قوم آنریبل سرسید احمد خان بہادر کے ہمراہ علیگڈھ محمڈن کالج کی طرف سے بطور ڈیپوٹیشن کے حیدرآباد دکن مین بحضور سرکار عالی نظام حاضر ہوئے تھے اس موقع پر ایک عام جلسہ بصدارت نواب فخر الامرا بہادر بشیر باغ مین منعقد ہوا تھا جسمین راقم نے اور مولانا محمد شبلی اور بعض اور صاحبون نے چند نظمین سرکار عالی کے شکریہ مین پڑھی تھین جلسہ کے بعد جناب صدر انجمن نے مجھکو اور مولانا محمد شبلی کو خاص طور پر ہماری نظمین دوبارہ سننے کے لیے دولت خانہ پر طلب فرمایا تھا وہان اپنی نظم پڑھنے سے پہلے یہ قطعہ جو اسوقت موزون کیا گیا تھا راقم نے پڑھا تھا ۱۲

خدمتِ والا میں ہیں اک عرض کرنی چاہتے — عرض کرنے کی اجازت ہو اگر اپنے تئیں
شاعری جسکو سمجھتے ہیں کمال ابنائے دہر — جو لیاقت ہمیں ہے درکار وہ ہم میں نہیں
شکر کرنا تھا ہمیں سرکارِ عالی کا ضرور — چند نظمیں انجمن میں اس لیے ہم نے پڑھیں
گرچہ کی ہے کوشش ان نظموں کے لکھنے میں بہت — اور جگہ انگشت رکھنے کی نہیں چھوڑی کہیں
رہ گیا پر ہم سے اس کوشش میں باقی اک قصور — درگذر فرمائیں گے سرکار اس سے ہے یقیں
اور تو کچھ خوبیاں شاید ملیں ان میں۔ مگر — جھوٹ۔ جو اشعار کا زیور ہے وہ ان میں نہیں

۱۲۔ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۹ھ بمقام حیدرآباد

در شکر اضافۂ وظیفہ بہ پیشگاہ جناب نواب سر آسمان جاہ بہادر

اے بشیرِ دولت و دین نائب شاہ دکن — اے مہمّاتِ دکن کا ذات پر تیری مدار
مجھ پہ فرمایا ہے جو لطف و کرم سرکار نے — شکر اس کا کر نہیں سکتا ادا میں زینہار
جو کہ ہوتے ہیں جہان میں بہرہ ور مقصود سے — پہلے ہو لیتے ہیں صدہا مشکلوں سے وہ دوچار
کوئی دنیا میں نہیں ہوتی بغیر اسکے فتوح — ہے اسی پر کامیابی کا زمانے کی مدار
پر ملا مقصود جب حالی کو اس در سے ملا — بے تردد۔ بے تذلل۔ بے طلب۔ بے انتظار
قدردانی گر زمانہ میں یونہیں ہو جائے عام — پائیں سب بے مانگے مرادیں اپنی سب امیدوار
یارب اس سرکار کو۔ ہے جس سے عالم فیضیاب — جب تلک دنیا رہے دنیا میں رکھیو برقرار

۱۳۔ ترکیب بند مرتبہ ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۹ھ

جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے چھٹے اجلاس میں بمقام علیگڈھ پڑھا گیا

شکر[1] اس نعمت کا یارب کر سکے کیونکر زبان — تو نے رکھا ہم کو یاں فقر و غنا کے درمیان

---

[1] اس نظم میں متوسط درجہ کے لوگوں کی حالت کو فقرا اور اغنیا دونوں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰ پر)

جب ہوئے بھوکے تو بخشی تو نے نان و نانخورش   پر نہ اتنی معدہ و احشا پہ جو گذرے گران

جب ہوئے پیاسے تو بخشا آب شیرین او خنک   پر نہ ایسا ہو صراحی جسکی یارون سے نہان

ڈھانکنا چاہا بدن جب۔ تو دیا تو نے لباس   پر نہ ایسا جسکو حسرت سے تکین خرد و کلان

کھانے پینے کو کیے برتن ہمین تو نے عطا   پر نہ ایسے۔ ٹوٹنے سے جنکے ہو خوف زیان

سونے اور آرام کرنے کو دیا بستر ہمین   پر نہ ایسا جس سے اٹھتا ہو طبیعت پر گران

رہنے سہنے کو دیے گھر تو نے ہم کو ہر جگہ   پر نہ ایسے۔ ہو تعلق جن سے مثل جسم و جان

آنے جانے کو دیے دو پاؤن تو نے ہمین   جن سے ڈر ہے بھاگنے کا ہو نہ گرنیکا گمان

راہ اور بے راہ یکسان جن کو ہنگام خرام   کوہ سد راہ جن کا اور نہ خندق اندکوان

کی سواری بھی عطا اکثر جو پیش آیا سفر   پر نہ ایسے۔ تخت فرعونی کا ہو جسپر گمان

سیم و زر وقت ضرورت ہم کو تو دیتا رہا   پر نہ اتنا۔ ہو نگہبانی مین جسکی بیم جان

آبرو تو نے ہمین دنیا مین دی اور امتیاز   پر نہ ایسی۔ جس سے ہون محسود ابنائے زمان

نعمتین اکثر ہمین بعد از مشقت تو نے دین   تا کہ تیری نعمتون کی قدر ہو ہم پر عیان

راحتین اکثر میسر آئین تکلیفون کے بعد   تا کہ کھو بیٹھین نہ ہم ان راحتون کو رایگان

وقت پر کرتا رہا باران رحمت سے نہال

قحط اور طوفان دونو سے بچایا بال بال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) حالت سے بہتر بتایا گیا ہے متوسطین سے وہ لوگ مراد ہین جنھون نے اپنی ذاتی کوشش اور سلف ہلپ سے دولت عزت نیکنامی یا علم و فضل مین اپنی پہلی حالت سے ترقی کر کے اپنے ہمسرون مین امتیاز حاصل کیا ہو۔ ادنیٰ درجے سے وہ لوگ مراد ہین جو اپنی پست حالت سے آگے بڑھنا نہین چاہتے یا چاہتے ہین مگر نہین بڑھ سکتے۔ اعلیٰ درجے سے وہ لوگ مراد ہین جو دولت و عزت کے لحاظ سے ایک ممتاز حالت مین پیدا ہوئے مگر اس حالت سے ترقی کرنیکی ضرورت نہین سمجھتے اور نیز اس حالت پر قائم رہنے کی فکر اور اسکے تنزل کرنے کا کچھ انسداد نہین کرتے ۱۲ حالی۔

الحذر اُس فقر و ناداری سے سو بار الحذر لومڑی جاتے ہین بن جسکی بدولت شیر نر
چاپلوسی جا کے کرتے ہین سفیہون کی فقیہ ناکسون کے ناز بیجا سہتے ہین اہل ہنر
وزن مین علم و فضیلت جنکے ہے ہمسنگ کوہ وہ سبک تر دانۂ خردل سے آتے ہین نظر
فقر و حاجت مین نہو انسان کو جب صبر و شکیب پھر نہین کوئی بُرائی فقر و حاجت سے بتر
بھیک منگوالے جُوا کھلوالے یہ چوری کرالے پت گنوالے آبرو کھوئے پھرائے دربدر
ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یاد اللہ کی لے سکے محتاج جورو کی نہ بچون کی خبر
گر زبان آلودہ اُسکی شکوۂ تقدیر سے اور کبھی بوچھار اس کی آسمان پر ہر پہر
گر بخیلون کی مذمت پر کبھی آجائے وہ ہو نہ سب و شتم سے سیری اُسے دو دو پہر
اُگلے زہر اتنا کہ ہو جائے مذاق بزم تلخ کھولدے غیبت کا دفتر اہل دولت کی اگر
گہ وبائے عام کی مانگے دعا اللہ سے تاکہ دولتمند بھی کچھ دن رہین آسیمہ سر
اور کبھی چاہے کہ ہو دنیا مین کوئی انقلاب تاکہ ہو جائین بلند اور پست سب زیر و زبر
بے حلاوت اسکی دُنیا اور مذہب اسکا دین خوفناک اُس کا ارادہ نیت اُس کی پرخطر
رات اُس کی حسرت آگین اور دن اندوہگین شام اُسکی پر نحوست اور شوم اُس کی سحر
گو کہ بدتر فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا تھا مگر ثروت مین اُس سے بھی زیادہ شور و شر

فقر سے تو نے بچایا یہ بھی کم نعمت نہین
پر دی ثروت سو اُسکے شکر کی طاقت نہین

نشۂ دولت سے تھا پھر ہوش مین آنا محال اس مئے مرد آزما کی تھی بہت مشکل سنبھال
نفس امّارہ اور اُس پر چھیڑ مال و جاہ کی ڈھیر ہے بارود کا دے بچے تنکا جسمین ڈال
باد صرصر آگ کو اسطرح بھڑکاتی نہین جسطرح جذبات نفسانی کو بھڑکاتا ہے مال
ہضم کرنا اور بچانا مال و دولت کا ہے بس نفس انسان مین اگر بالفرض ہو کوئی کمال
ورنہ مال و جاہ و مکنت کا جہان آیا قدم اور ہوئے سلب آدمی سے آدمیت کے خصال

عقل ٹھہراتی ہی جو افعال انسان پر حرام — کر دیے اُسکے لیے سب مال و دولت نے حلال

فقر مین تھا نفس دون و امانده جس کی وار سے — آ کے ثروت نے دیے پر واسطے اسکے نکال

خواہشین یون نفس مین اب سبم بڑھنے لگین — مغز مین جسطرح دیوانہ کے گونا گون خیال

آپ کو گننے لگا بالا تر از ابنائے جنس — چیونٹون مین ایک نے گویا نکالے پر و بال

مسرف بے زر ہو جیسے قرضخواہون مین گھرا — خواہشون مین اس طرح جکڑا ہوا ہی بال بال

جُھک پڑی طبع دنی گر بخل و خست کیطرف — ہو گئی فرزند و زن پہ زندگی اسکی وبال

اور اگر بھوت اُسکے سر پر چڑھ گیا اسراف کا — پھر نہین گنجینۂ قارون کچھ آگے اُسکے مال

آ گیا غالب طبیعت پر گر استسقای حرص — ہی سمندر سے بھی اُس کی پیاس کا بجھنا محال

باڑ پر تلوار کی چلنا نہین شاق اس قدر — جسقدر ثروت مین ہی دشوار پاس اعتدال

گلشن دولت کے ہون انگور میٹھے بھی اگر

دیکھ اے روباہ نفس دون حذار ان سے حذر

ہے عجب دنیا مین نعمت درمیانی زندگی — فقر کی ذلت سے اور ثروت کے فتنہ سے بری

چین ہی دنیا مین گر کچھ تو اسی حالت مین ہے — یہ جو ہی برزخ میان مکنت و دست تہی

فقر و ثروت فی المثل ہون دوزخ اور جنت اگر — مانگتے ہین ہم حذر دوزخ سے اور جنت سے بھی

دخل شیطان کا ہو جسمین ایسی جنت کو سلام — منزل اعراف سو بار ایسی جنت سے بھلی

اس کٹھن منزل مین ہی بیٹھا یہی اک بیخطر — ہین ادھر کھڈا ادھر چڑھائی ہی اُدھر البرز کی

رکھتے ہین فقر و غنا مین جو کہ حالت بین بین — ہین حسد اور کبر کے امراض مہلک سے بری

اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہی رشک — دیکھ کر ادنی کو کر لیتے ہین اپنی دل دہی

سُن کے ہو جاتے ہین سیدھے وہ بڑون کا فخر و ناز — دل کے چھوٹون سے بہک جاتا ہی گر خناس کبھی

لذت فقر و غنا دونون سے ہین وہ آشنا — اغنیا مین ہین فقیر اور ہین فقیرون مین غنی

جو گذرتی ہی گدا پر اُس سے ہین وہ باخبر — کیونکہ حالت گاہ گاہ اُن پر بھی گذری ہی یہی

امتحان دولت کے بھی ہین کچھ نہ کچھ جھیلے ہوے
کیونکہ ہر ہر گھونٹ مین اس مے کے بدمستی رہی

اس لیے جب دیکھتے ہین عسرت ابنائے جنس
جوش ہمدردی سے بیکل انکا ہو جاتا ہے جی

اور نہین کرتے زبان طعن بیدردی سے وا
جبکہ سنتے ہین کسی منعم کی از خود رفتگی

مست کی بے اختیاری تشنگی مخمور کی
واردات ایک ایک کی ہے سر بسر انپر کھلی

جنت اور دوزخ ہے سب اعرافیون پر جلوہ گر
گندم اور زقوم دونون انکے ہین پیش نظر

دل توانا اور قوی بازو انکی ہمت ان سے ہے
منتظم ہر قوم و ملت کی جماعت ان سے ہے

مشکلین اکثر انھین سے قوم کی ہوتی ہین حل
بھائیون کے بازوؤن مین زور طاقت ان سے ہے

ہے انھین کے دم سے جو ہے گرمی ہنگامہ آج
ساری قومی مجلسون کی زیب و زینت ان سے ہے

ہے جہان دولت انھی ہین نظم دولت کے کفیل
ملک کی دولت مین ہے جو خیر و برکت ان سے ہے

ہاتھ مین انکے ہین جتنے عقل و دانش کے ہین کام
عقل و دانش مین ہے جن لوگون کی شہرت ان سے ہے

ہین گداؤن کے ملجا اور شاہون کے مشیر
شاہ ہون یا ہون گدا دونون کو قوت ان سے ہے

آدمیت سیکھتے ہین ان سے سب چھوٹے بڑے
نوع انسان مین بقائے آدمیت ان سے ہے

یہ نہون تو علم کی پوچھے نہ کوئی بات یان
رونق بازار جنس علم و حکمت ان سے ہے

پاؤگے انہین طبیب انہین ادیب انہین خطیب
ہے اگر انسان کو حیوان پر فضیلت ان سے ہے

پاؤگے ان مین مہندس پاؤگے ان مین حکیم
آدمی مصداق رحمانی خلافت ان سے ہے

کرتے ہین اخلاق ادنی اور اعلی ان سے اخذ
آدمی سب ہین مگر انسان عبارت ان سے ہے

ان مین قومون کے ہین مصلح ان مین ملکون کے وکیل
آبرو قومون کی اور ملکون کی عزت ان سے ہے

پھونکتے ہین روح قومیت یہی افسردون مین
ہے جہان قومون مین گرمی وہ حرارت ان سے ہے

دم سے ہے وابستہ انکے قوم کا سارا نظام
یہ اگر بگڑے تو سمجھو قوم کا بگڑا قوام

گر نہ ہو ہر حال مین ان کی مصالح پر نظر
ہین مفاسد گرد و پیش اُن کے فراہم سر بسر

کھیلتی ہے جسطرح بتیس دانتون مین زبان
ہے انھین بھی شر سے یان بچ بچ کے رہنا عمر بھر

گھاٹیان فقر و غنا کی اُن کے ہین دونون طرف
اور رستہ بیچ مین ہے بال سے باریک تر

ایک جانب پستی فطرت ہے اور دُون ہمتی
ایک جانب مستی و غفلت ہے اور کبر و بطر

جھک پڑے گر اسطرف تو مفت کھو بیٹھے انھین
وہ جو اُڑنے کے لیے حق نے دیے تھے بال و پر

ڈھل گئے گر اسطرف تو اُس بلا مین پھنس گئے
جسمین پھنس جاتی ہے مکھی شہد میٹھا جان کر

برکتین اللہ کی اُس قوم پر جس قوم مین
رہ سپر یہ طبقۂ والا ہو سیدھی راہ پر

ہین معطل اغنیا اور بے نوا کوتاہ دست
سب کی پڑتی ہے انھین کے دست و بازو پر نظر

جو قوی اُن کو ملے ہین کام مین لائین انھین
تاکہ زندون کی طرح ہو زندگی ان کی بسر

فرض ہین جو اُنکے ذمہ خالق اور مخلوق کے
اُن مین سرگردان رہین پروانہ وار آٹھون پہر

قوم ہو گر ناتوان تو تقویت بخشین اُسے
کیونکہ اُسکے ضعف سے ہے اُن کی قوت کو ضرر

گو نجات انسان کو مکروہات دنیا سے نہین
جن سے بچنا گوشت سے ناخن چھٹانا ہے مگر

کام دنیا مین سنوارے ہین جنھون نے قوم کے
تھے نکمون سے وہ مکروہات مین آلودہ تر

سارے بھگتاتے تھے بائین ہاتھ سے دنیا کے کام
اور دائین سے مہمین قوم کی کرتے تھے سر

جسطرح اس انجمن کے رُکن آئے ہین تمام
قوم کی خاطر ہزارون چھوڑ کر دنیا کے کام

قوم کو ہے آس جسکی وہ جماعت ہے یہی
جس سے جان آتی ہے مُردون مین وہ طاقت ہے یہی

اتفاقِ قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل
رائی کو کرتی ہے جو پربت وہ قوت ہے یہی

مال و دولت نامبارک ہے نہو گر اتفاق
قوم جس دولت کی بھوکی ہے وہ دولت ہے یہی

یان وکیل ایک اک ہے شہر اور ملک کا قایم مقام
دانہ کو کرتی ہے جو خرمن وہ برکت ہے یہی

رایگان جائیگا یارون کا نہ یہ رنجِ سفر
راحتین جسکی طفیلی ہین وہ زحمت ہے یہی

فرد فرد آتے ہین جو جاتے ہین یان سے مجتمع — ملتے ہین جسکی بدولت دل وہ ملت ہی یہی
تم ہمارے کام آؤ ہم تمھارے کام آئین — جس سے کل چلتی ہی دنیا کی وہ حرکت ہے یہی
قوم کی خدمت مین ہی مضمر ربوبیت کی شان — جو کہ بجواتی ہے خادم کو وہ خدمت ہے یہی
قوم کی ذلت کو سمجھین ذلت اپنی سب عزیز — ملک مین عزت سے اب رہنے کی صورت ہی یہی
سال بھر رہتا ہی نقش اس انجمن کا یادگار — جو کبھی برہم نہین ہوتی وہ صحبت ہے یہی
کر رہا ہے قوم کے سرکل کو یہ مجمع وسیع — جزر سے افزون ہی مد جسکا وہ رحمت ہے یہی
اتفاقاً گر کبھی ہو جاے یہ ہنگامہ سرد — ڈر نہین اس کا کہ خود قانون قدرت ہے یہی
ہی کبھی افراط باران اور کبھی ہے قحط آب — طینت عالم مین خاصیت ودیعت ہی یہی
کال ہے گر اس برس تو ہے سمان اگلے برس — جو خبر دیتی ہے کثرت کی وہ قلت ہی یہی
دیگ تو پکتے ہی پکے گی دھیمی آنچ مین — کچھ ابال آیا تو ہے اس مین غنیمت ہی یہی

انجمن ہی قوم کی ہنگامۂ شادی نہین
ایک دن کا کام کچھ روما کی آبادی نہین

۱۴ مسدس مرتبہ ۱۳۰۱ھ

مرثیہ جناب حکیم محمود خان مرحوم دہلوی

اے جہان آباد اے اسلام کے دار العلوم — اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے اک عالم مین دھوم
تھے ہنرور تجھ مین اتنے جتنے گردون پر نجوم — تھا افاضہ تیرا جاری ہند سے تا شام و روم
زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہان آباد کا
نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا

تیری طینت مین ودیعت تھا مذاق علم دین — جیسے اُمی تجھ مین تھے عالم نہ تھے ایسے کہین
ہند مین جو تھا محدث تھا وہ تیرا خوشہ چین — تھی محدث خیز اے پایتخت تیری سرزمین

تھا تفقہ بھی مسلّم تیری خاک پاک کا
بیہقی وقت تھا ایک اک فقیہ اس خاک کا

شاذ و نادر تھا تصوّف مین کوئی تیرا نظیر — آب و گل کا تیرے تھا گویا تصوّف سے خمیر
تیرے کھنڈرون مین پڑے سوتے ہین وہ مہر منیر — تھا کبھی انوار سے جن کے زمانہ مستنیر
آج جس دولت کا بازار جہان مین کال ہے
تیرا قبرستان اُس دولت سے مالامال ہے

طب مین گو یونانیون کا سب سے آگے تھا قدم — آن کر اُس نے لیا تھا دوسرا تجھ مین جنم
جب کہ تو آباد تھا دنیا مین لے باغ ارم — بھرتے تھے تیرے اطبا بھی مسیحائی کا دم
ہند مین جاری تجھی سے طب یونانی ہوئی
شہر شہر اس جنس کی یان تجھ سے ارزانی ہوئی

خاک سے اُٹھے ہین تیری جیسے جیسے نکتہ ور — ایک جہان شیوا بیانی سے ہے اُن کی باخبر
راس تھی آب و ہوا تیری سخن کو جسقدر — سرو کو ہوگی نہ راس اتنی ہوا ے غاتفر[1]
حُسن صورت مین اگر ضرب المثل نوشاد[2] تھا
حُسن معنی تیرا حصہ اے جہان آباد تھا

لیکے ساتھ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم — جنمین تھی اسلامیون کی چار سو عالم مین دھوم
دولت و اقبال کا جبتک رہا تجھ پہ ہجوم — کھیتیون پر تیری ابر آتے تھے اُنکے جھوم جھوم
آئی گلشن مین ترے بھولکر فصل خزان
تیری سرحد مین رہا ہر علم و دانش کا سمان

جسطرح تھا فضل و دانش مین ترا مشہور نام — تھے تمدن مین بھی پیرو تیرے جمہور انام

---

[1] غاتفر سمرقند کے قریب ایک قطعۂ زمین ہے جہان کا سرو خوبی و زیبائی و راستی مین ضرب المثل ہے ۱۲

[2] نوشاد اور خلخ دو شہر قدیم ترکستان مین تھے جو حسن خیزی مین مشہور تھے ۱۲

شہری و بدوی تری تقلید کرتے تھے مدام
آدمیت سیکھنے آتے تھے تجھ سے خاص و عام

رسم میں آئین میں اوضاع میں اطوار میں
طرز میں انداز میں رفتار میں گفتار میں

ڈھل گئے سانچے میں گویا اُسکے عادات اور خصال
رہ گیا باہر سے آکر جو کہ تجھ میں چند سال

تیرے پرچھاویں سے موتی بن کے جاتے تھے سفال
آکے بن جاتا تھا یاں نقصان انسان کا کمال

آتے ہی انسان کی کایا پلٹ جاتی تھی یاں
چار دن میں اور ہی صورت نکل آتی تھی یاں

آن کر لیتے تھے یاں ٹھیکی جہان کے انتخاب
تیرا معمورہ تھا اک عالم میں مرجع اور مآب

کر دیا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب
بستے تھے اطراف سے آ آ کے تجھ میں شیخ و شاب

جمگھٹا تھا تجھ میں ترک و فرس و روم و زنگ کا
دستہ تھا گویا کہ تو گلہائے رنگا رنگ کا

ہر ترقی کی ہے صد ہر ابتدا کی انتہا
لیکن آخر طبع دوران کا ہے جیسے اقتضا

وقت اے جان جہان تیرا بھی آخر آ لگا
جب کہ دورہ اپنا تو دنیا میں پورا کر چکا

گردش افلاک کے ہونے لگے تجھ پر بھی وار
تیرے گلشن سے بھی کوچ آخر لگی کرنے بہار

غیب سے تجھ کو تباہی کے خطاب آنے لگے
تجھپہ اے دار الخلافت انقلاب آنے لگے

تیرہ بختی کے نظر یار دن کو خواب آنے لگے
طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے

دولت و اقبال کا بندھنے لگا رخت سفر
تجھ سے اے دار العلوم اُٹھنے لگا علم و ہنر

کر گئے دنیا سے رحلت تیرے مفتی اور امام
ہو گئے تیرے محدث راہی دار السلام

رفتہ رفتہ ہو گئی سب صاحبی تیری تمام
ہو گیا رخصت جہان سے تیرا جاہ و احتشام

مجلسیں برہم ہوئیں زیر و زبر دیوان ہوئے
خانقاہیں بے چراغ اور مدرسے ویران ہوئے

چل دیے نوبت بہ نوبت تیرے شاعر اور ادیب — مٹ گئی تیری طبابت چھٹ گئے تیرے طبیب
جاگ جاگ آخر سدا کو سو گئے تیرے نصیب — اس گلستان سے نہ اُٹھی پھر صدائے عندلیب

جنکو کھو بیٹھے نظیر انکا کہیں پایا نہ پھر
جو گیا۔ اُس کا کوئی قائم مقام آیا نہ پھر

کر گئے اخلاق اور آداب سب تجھ سے سفر — گر گیا نظروں سے تیرا سب جلال و جاہ و فر
جھڑ گئے تاج شرف سے تیرے سب لعل و گہر — تجھ کو لے دار الخلافت کھا گئی کسکی نظر

علم ہے باقی نہ اب دولت ہے تیرے پاس وہ
اے گل پژمردہ تیری کیا ہوئی بو باس وہ

دور آخر میں کہ تیرا تیل تھا سب جل چکا — بجھتے بجھتے تھا چراغ اک تو نے سنبھالا سا لیا
خاک نے یاں تیری پھر اُگلے وہ لعل بے بہا — جن سے روشن ہو گیا کچھ دن کو نام اسلاف کا

عہد ماضی کا سماں آنکھوں میں سب کی چھا گیا
خواب جو بھولا ہوا مدت کا تھا یاد آ گیا

جاہ و مکنت قوم کی گو تجھ میں کچھ باقی نہ تھی — پر نہ کی عرض ہنر میں تو نے اب بھی کوتہی
اس بزرگی سے گذاری تیرھویں تو نے صدی — پھر گئی آنکھوں میں پھر تصویر دور اکبری

علم دین و شعر و حکمت طب و تاریخ و نجوم
ڈال دی پھر اپنی تو نے چار سو ہر فن میں دھوم

ملک میں ہر سو وہی پھر بول بالا تھا ترا — تھا جہاں علم و ہنر گو دون کا پالا تھا ترا
تھی جہاں کچھ روشنی وہ سب اجالا تھا ترا — پھر جو دیکھا غور سے وہ اک سنبھالا تھا ترا

چاند نکلا تھا گہن سے جو وہ پھر گہنا گیا

چار دن کی چاندنی تھی پھر اندھیرا چھا گیا

علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیے   واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دیے
کچھ سخنور تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دیے   کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دیے

ایک تختہ رہ گیا تھا تیری ٹوٹی ناؤ کا
لے گئی سیلِ فنا اُس کو بھی اے دلّی بہا

جا چکی تھی تجھ سے گو اے شہر عظمت قوم کی   ہو چکی تھی آبرو مدت سے رخصت قوم کی
پر کچھ اک محمود خان کے دم سے تھی پت قوم کی   اُٹھ گیا وہ بھی جہان سے آہ قسمت قوم کی

کیا دکھا کر اب دلائیگا سلف کو یاد تو
ناز اب کس پر کرے گا اے جہان آباد تو

تجھ میں ہے دلّی! کوئی اب ایسا مقبولِ جہان؟   نازشِ دار الخلافت مرجعِ ہندوستان
ہند سے لے تا عرب کشمیر سے تا انڈمان   بچہ بچہ کی زبان پر نام ہے جسکا روان

نیم جانون کا مسیحا اور غریبوں کا طبیب
خود حکیموں کا معالج اور طبیبون کا طبیب

ہے کوئی اب تجھ میں پھر ایسا یکتائے زمان؟   واقعاتِ زندگی گر دیجے اُس کے بیان
سمجھیں اک افسانہ ناواقف اسے اور داستان   ہے تعجب خیز الحق سیرتِ محمود خان

یا وہ اک جوہر الگ تھا جوہرِ انسان سے
یا نکلتے اب نہیں ایسے جواہر کان سے

اس کا تھا دیوان خانہ ملک کا دار الشفا   خلق کا دن رات رہتا تھا جہان تانتا بندھا
مفت بیمارون کو اُسکے در سے ملتی تھی دوا   فکر نذرانہ کا تھا اُن کو نہ شکرانہ کا تھا

اُس کے استغنا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا
اور عنایت سے کنول جاتا تھا کھل مزدور کا

بے حقیقت اُس نے سمجھا مال و دولت کو سدا — تھے برابر اُسکے نزدیک اغنیا اور بینوا
گو طبیب اور ڈاکٹر تھے شہر مین بے انتہا — کوئی مفلس کا نہ تھا پرسانِ حال اسکے سوا

کرتے ہین جو دعویِ ہمدردیِ نوعِ بشر
اُسنے باطل کر دیے تھے انکے دعوے سربسر

طبِ مسلمانون کی لی اس کی مسیحائی نے تھام — ورنہ اب تک اسکی تُرکی ہو چکی ہوتی تمام
رونقِ طبِ جدید اور اس پہ میلِ خاص و عام — درسگاہون اور دواخانون کا اُسکے انتظام

دیکھ کر تھا اک زمانہ اُسکی خوبی کا مقر
طبِ یونانی گئی تھی خلق کی نظرون سے گر

سرجنون کے دیکھ دیکھ آلات و اعمال و حیل — آگیا تھا رائے مین زود اعتقادون کی خلل
دین مگر اُسکی مسیحائی نے سب آئین بدل — طبِ یونانی گئی کچھ دن کو پھر گر کر سنبھل

سلطنت اور عقل تھی جس فوج کی ہمت فزا
ایک طاقت اُسکے حملون سے ہوئی عہدہ برآ

گو کہ جاتے تھے شفاخانون مین خاص و عام سب — پر اُلجھ جاتے تھے سخت امراض مین بیمار جب
خلق کا پھر ملجا و ماوی اُسی کا تھا مطب — اُسکے بیمارون کو گویا یوں ہمین اجان بلب

سو تدبیر و معالج کی خطا کا ڈر نہ تھا
موت کا ڈر تھا مگر مہلک دوا کا ڈر نہ تھا

رکھتے ہین آلات پر سرجن بھروسا جس قدر — کرتے ہین معلوم جو جو اُن سے امراضِ بشر
وہ بتا دیتا تھا سب کچھ رکھ کے انگلی نبض پر — اُسکی اک انگلی پہ تھے قربان سو تھرمامٹر

نارسا تھین وہ زمینین اہلِ صنعت کی جہان
جا پہونچتی تھی نگاہِ دوربین اسکی وہان

شہر کے سب مرد و زن پیر و جوان خرد و کلان — تھے قوی پشت اُس سے ایسے جیسے پشتہ سے مکان

جسکو نسخہ دیدیا لکھ کر وہ یہ سمجھا کہ ہان زندگانی کے ابھی کچھ اور دن باقی ہین یان

گو کہ ماتم ملک مین ہی اُسکا ہر سو آجکل

پر گئی لے شہر بھر کی جان ہی گویا اجل

کیا عجب پیدا ہون پھر ایسے طبیب اور چارہ گر جو کہ تشخیص مرض مین رکھتے ہون غائر نظر

خلق کو تکیہ ہو جن کی راے اور تدبیر پر شہر مین ہون مرجع کل ملک مین ہون نامور

جمع ہون محمود خان کی ذات مین انکے کمال

ہے یہ سب ممکن مگر محمود خان ملنا محال

راستی اور راستبازی اسکی تھی ضرب المثل اُسکے کامون مین ریا تھی اور نہ باتون مین دغل

امتحان کے وقت جب تھا نظم عالم مین خلل راستبازون کی گئی تھی ٹھیک جب سو نکل

کھوٹ سے اُس آنچ مین نکلا وہ خالص اسطرح

آگ مین تپ کر کھرا رہتا ہی کندن جسطرح

وہ زمانہ جبکہ تھا دلّی مین اک محشر بپا نفسی نفسی کا تھا جب چارون طرف غُل پڑ رہا

اپنے اپنے حال مین چھوٹا بڑا تھا مبتلا باپ سے فرزند اور بھائی سے بھائی تھا جُدا

موجزن تھا جبکہ دریاے عتاب و جلال

باغیون کے ظلم کا دُنیا پہ نازل تھا وبال

دیکھ کر یارون کو جب آنکھین چُرا جاتے تھے یار ساتھ دینا تھا کسی کا موت سے ہونا دوچار

یار سے یار آشنا سے آشنا تھے شرمسار شہر مین تھی چار سو گویا قیامت آشکار

آگ تھی اک مشتعل ایسی کہ تھا جس سے خطر

جل نہ جائین اُسکے شعلے سے کہین خشک و تر

ہو رہا تھا جبکہ کھوٹے اور کھرے کا امتحان کر رہا تھا اپنے جوہر خاک کا پُتلا عیان

ایک جانب تھی اگر خندق تو اک جانب کنوان بال سے باریک تر تھی راہ ان کے درمیان

راہرو گم کردہ رہ تھے اور رہ پُر خوف و خطر
اُسنے دکھلایا کہ یون چلتے ہین سیدھی راہ پہ

مجرم و بے جرم مین تھا حاکمون کو اشتباہ — عدل تھا مجرم کا دشمن اور بری کا عذرخواہ
مجرمون کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ — پر نہ تھا کوئی شفیع ان کا کہ جو تھے بے گناہ

ایسے نازک وقت مین مدد کی جو اُسنے
اہل انصاف اسکو بھولے ہین نہ بھولینگے کبھی

بالیقین جن مجرمون کو اُس نے سمجھا بے خطا — مارشل لا مین ثبوت ان کی گواہی کا دیا
چین سے بیٹھا نہ جبتک ہو گیا اک اک رہا — جو کہ تھے نادار کی ان کی اعانت برملا

زر دیا کھانا دیا کپڑا دیا بستر دیا
بے ٹھکانون کو ٹھکانا بے گھرون کو گھر دیا

تھے جھگڑون مین کبھی پڑنیکی جسکی خو نہ تھی — دی گواہی جسنے ہرگز جھوٹی یا سچی نہ تھی
جسنے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی — ہاتھ سے جسکے بڑون کی آن ابتک دی نہ تھی

بیگناہون کیلیے وہ رات دن فکر مین تھا
پانو اک اُس کا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

جبکہ عنقا تھی دیانت بین ابناء الزمان — تھی امانت جسکی اسکے پاس رکھی بے گمان
خوف مین پاس اپنے رکھا اسکو مثل پاسبان — کی حوالے مالکون کے جب ہوا امن و امان

ایک عالم ناخدا ترسی مین جب بیباک تھا
اُسکا دامن تھا کہ ہر دھبے سے بالکل پاک تھا

وضعداری مین نہ تھا اُس کا زمانہ مین بدل — وضع مین اسکی تغیر تھا نہ عادت مین خلل
وقت کی تاثیر کا اسپر نہ چلتا تھا عمل — انقلاب دہر کی رو سے گیا تھا وہ نکل

اسکے آگے ان نئے سانچون کی کچھ ہستی نہ تھی

اُس پہ چلتی کچھ زمانہ کی زبردستی نہ تھی

کی تھی جو بچپن سے طرز زندگانی اختیار اُسمین فرق آیا نہ وقتِ واپسین تک زینہار
کوہ راسخ کی طرح تھا ایک حالت پر قرار وضع اُسکی، جو کہ تھی وضع سلف کی یادگار

قوم کے از یاد رفتہ خواب کی تعبیر تھی
عہد عالمگیر اکبر شاہ کی تصویر تھی

سر پہ دُنیا کے علایق کا تھا گو بار گران پر ہر اک حالت مین ہلکی پھول سی رہتی تھی جان
پا بگل دنیا مین، پر دنیا کے غم سے برکران رنج ہو یا ہو خوشی جب جا کے دیکھو شادمان

ظاہرا پابند تھا دنیا کی رسم و راہ کا
دل مگر پایا تھا ایسا جیسا اہل اللہ کا

منقبض اُسکو نہ مکروہات مین پایا کبھی غم سے دنیا کے نہ پیشانی پہ بل لایا کبھی
دل کسی بادِ مخالف سے نہ کملایا کبھی تلخیِ دوران سے چتون پر نہ میل آیا کبھی

کی بسر دار المحن مین بزم عشرت کی طرح
عمر کاٹی دوزخ دنیا مین جنت کی طرح

مٹ گئی افسوس اک ایسی سلف کی یادگار قوم مین جسکی مثال آئندہ کم دیکھینگے یار
گل کھلائے گی نئے گلشن مین اب بادِ بہار رنگ ہوگا جنمین لیکن بو نہوگی زینہار

کرتے ہین جب ان حوادث کی نظر انجام پر
قوم مین اک ہم کو سناٹا سا آتا ہے نظر

اک زمانہ تھا کہ تھا ہم سے موافق روزگار اہل علم و فضل و دانش کا نہ تھا ہم مین شمار
ایسے حاصل خیز دنیا مین نہونگے کشت زار جیسے مردم خیز تھے اسلام کے شہر و دیار

مرتا تھا کامل تو کامل تر نظر آتا تھا یان
سورج آتا تھا نکل جب چاند چھپ جاتا تھا یان

یا یہ اب پہنچی ہی ہم مین نوبت قحط الرجال
ایک اٹھ جاتا ہے دنیا سے اگر صاحب کمال

دوسری ملتی نہین دنیا مین پھر اسکی مثال
ذات باری کی طرح گویا کہ تھا وہ بےمثال

ظاہر اب وقت آخر ہی ہماری قوم کا
مرثیہ ہی ایک کا اب نوحہ ساری قوم کا

سنتے ہین حالی سخن مین تھی بہت وسعت کبھی
تھین سخنور کے لیے چارون طرف راہین کھلی

داستان کوئی بیان کرتا تھا حسن و عشق کی
اور تصوف کا سخن مین رنگ بھرتا تھا کوئی

گاہ غزلین لکھ کے دل یارونکو گرماتے تھے لوگ
گہ قصیدے پڑھ کے خلعت اور صلے پاتے تھے لوگ

پر ملی ہم کو مجال نغمہ اس محفل مین کم
راگنی نے وقت کی لینے دیا ہم کو نہ دم

نالۂ و فریاد کا ٹوٹا کہین جا کر نہ سم
کوئی یان رنگین ترانہ چھیڑنے پائے نہ ہم

سینہ کوبی مین رہے جبتک کہ دم مین دم رہا
ہم رہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا

۱۵۔ ترکیب بند مرتبہ ۱۸۹۲ء مطابق ۱۳۱۰ھ

جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتوین اجلاس مین بمقام دہلی پڑھا گیا

یہ خاک آج جس پہ ہین جمع اہل آرا
یان ہو چکے کرشمے کیا کیا ہین آشکارا

اس باغ مین بہارین جو جو گذر چکی ہین
آنکھون کے روبرو ہے گویا سمان وہ سارا

کل جشن فتح تھا یان ہی آج جشن شادی
ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا

بلبن کے آج مہمان خاقان ہین اور سلاطین
اصطخر ہے کہ دلی بلبن ہے یا کہ دارا

فیروز شہ کی ہے کل ٹھٹھے سے آمد آمد
دولھا بنا ہوا ہے تزئین سے شہر سارا

تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل
بہر مدافعت ہی میدان مین صف آرا

مغلون کے اُڑ رہے ہین کل جشن فتح و نصرت تیمور سے زمانہ ہے بر سر مدارا
آتا ہے آج بابر لودی پہ فتح پاکر ہین شوق شاہ نو مین پیر و جوان خودآرا
کل سوریون مین ہر سُو بجتے ہین شادیانے مغلون کا آرہا ہے گردش مین کچھ ستارا
ہے جشن فتح پھر آج چغتائیون مین برپا اقبال نے ہے گویا مغلون سے قول ہارا
جس دُھوم سے ہے گھر گھر جشن جلوس اکبر ہے گرد اسکے آگے جشن قبادودارا
شاہ جہان خوشی سے پھُولا نہین سماتا تعمیر ہو چکے ہین شہر و فصیل دوبارہ
تیاری اس خوشی مین جشن عظیم کی ہے گویا کہ ہے جہان مین جشن سدہ[1] دوبارا
اطراف ہند سے ہین اعیان مُلک آئے پاکر حضور شہ سے سب جشن کا اشارا
ارکان سلطنت ہین سب پائے تخت حاضر بالائے تخت طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

وہ جشن کرنیوالے گو خاک مین نہان ہین
پر جشن انکے ابتک سب زیب داستان ہین

اے خاک پاک دہلی اے تختگاہ شاہان پیش نظر ہین تیرے سب اگلے ساز و سامان
ہنگامے اس زمین پر لاکھون ہین گرم ہر سو پر کوئی جشن قومی آتا نہین نظر یان
تقریب جشن جسمین ہو کچھ نہ جز اخوت ملکون سے جمع آکر جسمین ہوئے ہون اخوان
پائین و صدر کا ہو جسمین نہ کچھ تفاوت خرد و بزرگ کی ہو جسمین نشست یکسان
جن کو نہو بلاوا حاکم کا اور نہ قدغن لایا ہو کھینچکر دل ان کو نہ حکم سلطان
خادم ہون جسقدر وان مخدوم تو کہ ہون مخدوم جتنے ہون وان سب قوم پہ ہون قربان
خاطر کسی سے چاہے کوئی نہ وان تواضع ہون خود ہی میزبان وہ اور خود ہی ہون وہ مہمان
ٹھہرائین جسکو چاہین وہ آپ میر مجلس چاہین جنھین بنائین وہ آپ میر سامان

[1] سدہ آگ کو کہتے ہین۔ جشن سدہ وہ جشن ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ دنیا مین سب سے اول جمشید نے پتھر مین سے آگ نکلنے کی خوشی مین بڑی دھوم سے ایران مین کیا تھا ۱۲

آئے ہون اس غرض سے سب مل کے تا کہ سوچین   دنیا مین کسطرح ہون سرسبز پھر مسلمان

ہندوستان مین کیونکر باقی رہے نشانی   اُس قوم کی کہ تھا کل جنکے وہ زیر فرمان

نکلین تو کیونکہ نکلین ذلت سے وہ گھرانے   اعزاز نے تھا باندھا جنکے بڑون سے پیمان

اُن مدرسون کا کیونکر جاری رہے افاضہ   جن کے سبب ہی زندہ نامِ حدیث و قرآن

جو مسجدین ہین بہرِ ذکرِ خدائے واحد   محفوظ حادثون سے کیونکر ہون انکے ارکان

جو کچھ ہے بھائیون کی تقدیر مین وہ سر پر   اپنی طرف سے لیکن ہے سعی فرض انسان

اے شہ نشینِ اسلام اے معدنِ سلاطین   اے پایۂ تختِ سادات ای وارثِ ملکِ مغلان

تو جشن گاہ شاہان ہر عہد مین رہا ہے
ایسا بھی جشن کوئی تجھ مین کبھی ہوا ہے؟

شاہون کے جشن تھے وہ یہ جشن قوم کا ہے   شوکت مین وہ بڑے تھے عظمت مین یہ بڑا ہے

دولت کے تھے وہ جلوے ملت کا ہے یہ نقشہ   کاغذ کی تھین وہ ناوین بیڑا یہ نوح کا ہے

بے روح تھے وہ قالب ہے اسمین روحِ خوشی   موجِ سراب تھے وہ یہ چشمۂ بقا ہے

میلے نہ وہ بچھڑتے روح اُن مین گر یہ ہوتی   رہتا ہے آندھیون مین روشن یہ وہ دیا ہے

وہ دن گئے کہ نازان تھی قوم سلطنت پر   اب قوم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے

بس سلطنت یہی ہے مل بیٹھنا ہمارا   یہ چھت نہ سمجھو سر پر یہ سایۂ ہما ہے

گم گشتہ بخت جسکو پھرتے ہین ڈھونڈھتے ہم   لگتا ہے کچھ تو اس کا لگتا یہین پتا ہے

وہ مشکلین کرین گے اب حل ہمین تھین کچھ   جن مشکلون کا ہم کو اور تم کو سامنا ہے

ہم مین اگر مخالف کچھ ہون اس انجمن کے   معذور ہین وہ اُن سے شکوہ نہ کچھ گلا ہے

فوجِ کمک کو اکثر سمجھا ہے فوجِ دشمن   حملہ کمک پہ اپنی اپنون نے خود کیا ہے

نادم ہوئے ہین لیکن روشن ہوا ہے جب دن   انسان سے یہ ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہے

قدر ایسی مجلسون کی مدت مین ہوگی ہم کو   ابتک ضرورتون نے مضطر نہین کیا ہے

ہوتی ہے قدر ان کی بنتی ہے جان پر جب
لاتے ہیں تب یہ نادین جب بیڑا ڈوبتا ہے

گو سب جہاز والے خطرے سے بیخبر ہیں
پر رنگ ناخدا کا کچھ فق سا ہو رہا ہے

آفات بحر سے ہیں ناواقف آشنا سب
ہنستے ہیں ناخدا پر روتا ہے ناخدا جب

گلشن میں فصل گل کے سب مٹ چکے نشان ہیں
پر چین سے عنادل گلشن میں نغمہ خوان ہیں

طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خرامان
اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغبان ہیں

غفلت کی چھا رہی ہے کچھ قوم پر گھٹا سی
بےفکر و بیخبر ہیں بوڑھے ہیں یا جوان ہیں

اتراتے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں
رستہ کدھر ہے ان کا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال ان کے کچھ تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

تم سے تھے تو تھا مو عزت کو قوم کی کچھ
اپنے تو قافلے سب پا در رکاب یاں ہیں

اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے
رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں

خدمت میں نوجوانان کی حالی کہتا ہے با ادب یہ
اس وقت رونق افزا یاں جتنے مہربان ہیں

دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو
ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں
قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمران ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں تدارک
تھوڑے ہی چند روزہ دنیا میں میہمان ہیں

گھڑیال اور مگرمچھ ہیں ان کو نگلے جاتے
دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتوان ہیں

سنبھلو وگرنہ رہنا یاں اس طرح پڑے گا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام بے نشان ہیں

غفلت سے جو بچا و اب وہ دن دکھائیں
ڈھونڈے سے بھی نشاں نہ ہم کو ملا کہیں

اشعار متفرقہ

انمین اکثر وہ اشعار ہین جو لوگون کی فرمایش سے خاص خاص موقعون پر اُردو یا فارسی وغیرہ مین لکھے گئے ہین

تمہید رقعہ شادی عروسی

شکر کیجے کون سی نعمت کا خالق کی ادا — ایک سے ہے ایک نعمت اسکی بندون پر سوا
اسکی قدرت کے خزانون مین نہین ہرگز کمی — جس نے جو مانگا وہی اُس نے مہیا کر دیا
نخل تر کو پھل دیا اور پھل کو بخشا رنگ و بو — سیپ کو موتی دیا موتی کو دی آب اور ضیا
کھیتیون کو مینھ دیا مان باپ کو اولاد دی — اس سے دی دنیا کو رونق اس سے آنکھون کو جلا
عمر روز افزون عطا فرمائی پھر اولاد کو — کل چھٹی تھی جنکی ہے دن آج انکے بیاہ کا
آؤ اسکے شکریہ مین ملکے باہم شاد ہون — تا کہ صورت سے ہو ظاہر شکر انعام خدا

ایضاً

چھٹی بیاہ یا تیج تہوار ہو — لب آب یا صحن گلزار ہو
گل و لالہ ہو یا ہو عطر و گلاب — مے و نغمہ ہو یا ہو چنگ و رباب
یہ ساری خوشی کے ہین ساماں جب — کہ ہون ایک جا جمع احباب سب
بزرگون سے محفل کی شوکت بڑھے — عزیزاور پیارون سے عزت بڑھے
جہان اسطرح جمع ہون چار یار — ہین اس بزم پر لاکھ گلشن نثار

ایضاً

شکر کہ از فضل خدائے جہان — وقت خوش از پردہ برآمد عیان
شادی دل را سبب آمد بدست — فرصت بزم طرب آمد بدست
تا شود از مقدم اہل کرم — کلبۂ ما غیرت باغ ارم

ایضاً

رفت آسیب زمستان باد نوروزی وزید — دوستان را بشارت باد و یاران را نوید
طرح بزم خسروی باہم گر باید نہاد — نغمۂ شکر الٰہی دمبدم باید کشید

ایضاً

سَلامٌ مِن مُحِبٍّ مُستَکِینٍ — یَلِیہِ الخَیرُ وَالبَرَکَاتُ تَترَیٰ
سَلامٌ مِن دِفترٍ رُوحٌ وَرَاحٌ — وَبَینَ یَدَیہِ لِلاَحبَابِ بُشرَیٰ
وَدَعوَۃُ شَاہِدِینَ وَغَائِبِینَا — مِنَ الاِخوَانِ وَالخُلّانِ طُرّاً

خاتمہ رقعہ شادی

فَاَطیَبُ العَیشِ فِی الدُّنیا اَرغَدُہٗ — رَہِینَۃٌ بِیارَاتِ الاَحِبّا

ایضاً

ہزار دیدہ و دل فرش راہ یارانے — کہ از مسرت یاران مسرت اندوزند
بہ شادی و طرب ہمہ گر شوند انباز — ہزار رخ ز سرور فروغ دلے برافروزند

ایضاً

کار احباب ساختن بتوان — دوستان را نواختن بتوان
تا بہ دہر ابر و باد خواہد ماند — از شما لطف یاد خواہد ماند

اشعار غزل ناتمام

اس زندگی کے ہاتھوں چین ایک دن نہ پایا — یہ جان ہم بدن میں یا خار پیرہن میں

حاضر ہو جب نہ دل ہی ہو باغ و راغ یکسان | ہم جو ستو گئے بھی۔ تو کیا گئے چمن مین
ہے اک خراش دل مین رہ رہ کہ پھر نہ آئے | زخمی ہو قیروان مین اور مشک ہے ختن مین
تو اپنے بھولے پن سے شیدا ہوئی ہو ورنہ | اے فاختہ دھرا ہے کیا سرو نازن مین

ایضاً

کس قدر یارو ہوا ہو انقلاب | آ گیا یارون کے اقرارون مین فرق
خود بتائے گا انھین دور زمان | بے وفاؤن اور وفادارون مین فرق
ان پہ ہم قربان ہین وہ ہم پر نثار | ہو بہت پیارون مین اور یارون مین فرق

ایضاً

گر نہو نیت گدا مین فرق | آئے کیون شاہ کی عطا مین فرق
ہین وفادار اور بھی۔ لیکن | ہے مری جان وفا وفا مین فرق

اشعار قصیدۂ ناتمام

یاد ایام کہ تھی باغ جوانی پہ بہار | نظر آتا تھا خزان مین بھی زمانہ گلزار
نشہ مین چور تھے اک بادۂ پرزور کے ہم | جسکا راحت مین نہ کلفت مین اترتا تھا خمار
سر پہ وہ دیو قوی آکے چڑھا تھا اپنے | یاد تھا جسکا نہ عامل نہ سیانے کو اُتار
روکتا تھا نہ جسے غار نہ خندق نہ کنوان | ہم تھے اُس توسن سرزور پہ دن رات سوار
رہتے تھے اس شتر مست کی صورت بے قید | ہاتھ سے جس کے شتربان کے تڑالی ہو مہار
پند گو ہوتے تھے جتنے کہ زیادہ دل سوز | انکی صحبت سے تھے اتنے ہی زیادہ بیزار
خیر خواہ اور تھے غمخوار مربی جتنے | ان کی صورت سے ہمیشہ ہمین چڑھتا تھا بخار
ملکے ہمجولیون سے جان مین جان آتی تھی | ہنسنے اور بولنے پر زیست کا تھا اپنی مدار
اب اُمنگین ہین وہ دلمین نہ ترنگین باقی | تیرے لے عمر گئے اب وہ کہان لیل و نہار

صدائے[1] گدایان قوم

ڈھونڈھتے خضر مبارک پے کو یان آئے ہین ہم | چھوڑ کر بھٹکا ہوا اک کاروان آئے ہین ہم
ڈر ہے جو خوشدل ہین وہ سُنکر ہون پژمردہ دل | سخت عبرت خیز لیکر داستان آئے ہین ہم
ہند مین اسلام کا پھُولا پھلا تھا جو چمن | لیکے اُس کا مژدہ فصل خزان آئے ہین ہم
علم جو زندہ کیا تھا آپ کے اجداد[2] نے | آج اُس در پر اُسی کے نوحہ خوان آئے ہین ہم
قوم کھو بیٹھی ہے جو عباسیون کی یادگار | جستجو مین اُسکی مشعل لے کے یان آئے ہین ہم
تاکہ ہو معلوم سب کو قوم کی حالت ہے کیا | اسلیے ڈالے گلے مین جھولیان آئے ہین ہم
خود غرض ٹھہرائین یا مکّار ہمکو یا گدا | ذلتین یہ کرکے سب خاطر نشان آئے ہین ہم
فخر سب بیجا ہین اُن کے قوم ہے جنکی ذلیل | فخر و عزت کے مٹا کر سب نشان آئے ہین ہم
ہے بنی ہاشم کی مہمان پروری ضرب المثل | اس لیے یان بن بلائے میہمان آئے ہین ہم
تشنگی اپنی بجھانی ہوگی اے آب حیات | لیکے منھ مین قوم کی سوکھی زبان آئے ہین ہم

مژدہ قدوم حضور شاہزادہ ویلز در ہند

مژدہ ہو اہل مشرق اب دن پھرے تمھارے | مغرب سے سوے مشرق آیا ہے مہر تابان
گلہ کی اپنے لینے آیا خبر کہان سے | ہے ایسے گلہ بان پر گلہ کی جان قربان
ہندوستان بھی تجھ سے کچھ آجکل نہین کم | اے معدن بزرگی اے خاک انگلستان
تیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے لیکن | ہندی بھی ان دنون ہین قسمت پہ اپنی نازان
مہمان ہے آج اُن کا اس شاہ کا ولی عہد | روے زمین کے سلطان جسکے ہوے ہین مہمان

[1] پنجاب کی ایک اسلامی انجمن کی طرف سے چند باہمت لوگون نے جنھون نے اپنی جماعت کا نام گدایان قوم رکھا ہے ریاست بھاولپور مین چندہ وصول کرنیکے لیے جانیکا ارادہ کیا تھا۔ انکا قصد رئیس کے حضور مین یہ اشعار پڑھنے کا تھا لیکن غالباً انکا جانا نہین ہوا ۱۱-

[2] چونکہ رئیس بھاولپور بنی عباس سے ہین اور عباسیون کی خلافت مین علم کو بہت ترقی ہوئی تھی اسلیے یہ مضمون اسطرح ادا کیا گیا ہے

شکریہ[1] عطاے مدرسہ نواب غازی الدین خان مرحوم واقع اجمیری دروازہ دہلی بحضور سرجیمس لائل لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب از طرف طلباے اینگلو عربی اسکول دہلی

آئیے اے دلی کے دل آرا ۔۔۔ شہر دعا گو سب ہے تمھارا
شکر کا ہم کو گو نہین یارا ۔۔۔ پر یہ ہے کہنا فرض ہمارا

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

ہے دلی کے فخر کا یہ دن ۔۔۔ شہر مین آیا شہر کا محسن
وصف تمھارا گو نہین ممکن ۔۔۔ رہ نہین سکتے پر یہ کہے بن

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

آپ نے ہم پر بھیجے ہین افسر ۔۔۔ کیسے کیسے رعیت پرور
جن سے ہے ہندستان منور ۔۔۔ فخر ہے انگلستان کو جن پر

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

آر کلاک احسان کا پتلا ۔۔۔ آدمی کی صورت مین فرشتہ
تھا دلی پر فضل خدا کا ۔۔۔ تم نے جو دلی مین اُسے بھیجا

---

[1] چونکہ یہ نظم صغیر سن طالب علمون کے لیے لکھی گئی تھی تاکہ وہ ہز ہائنس کے روبرو مجمع ہوکر بطور کورس کے گانے کی کیے مین ہین
اس لیے بچون کی سمجھ کے موافق نہایت سیدھے سادے الفاظ جمع کر دیے گئے ہین ۱۲-

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

آب و ہوا سے شہر کی ساری　　آئی تھی خلقت جان سے عاری
تم نے لگا کر نل اک باری　　چشمۂ حیوان کر دیا جاری

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

یوں تو ہیں سب احسان مسلّم　　سب سے ہے یہ احسان مقدّم
تھے تعلیم میں کم سب سے ہم　　تم نے مدد کی اپنی ہیہم

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

جوبلی کے جو خاص وظیفے　　پانچ برس کو ہمکو ملے تھے
لطف سے میعاد انکی بڑھا کے　　جیت لیے دل آپ نے ہم سے

جب تک شہر آباد رہیگا
نام تمھارا یاد رہے گا

مدرسہ تھا بے ٹھور ہمارا　　تھا نہ کہیں ٹکنے کا سہارا
مانگے تانگے پر تھا گذارا　　مٹ گیا اب غلیان یہ سارا

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا

آپ کو ہمپر رحم جو آیا　　گھر بے عطا ہم کو فرمایا
حکم مرمت کا بھجوایا　　ٹوٹے پھوٹے کو بنوایا

جبتک شہر آباد رہیگا　　نام تمھارا یاد رہے گا

درس کے کمرے جسمین ہین اکثر قدرِ ضرورت سے کچھ بڑھکر
بورڈرون کے رہنے کو ہین گھر کھیلنے کو میدان ہی سراسر
جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمھارا یاد رہے گا
شہر مین جا کالج کو عطا کی کین اصلاحین آب و ہوا کی
شہر کی جو حاجت تھی روا کی شرطِ حکومت تم نے ادا کی
جب تک شہر آباد رہیگا
نام تمھارا یاد رہے گا
تم مین ہین جو موجود فضائل وہ نہین کچھ محتاجِ دلائل
لوگ سب اُنکے دل سے ہین قائل او اِسرائل - او اِسرائل
جب تک شہر آباد رہیگا
نام تمھارا یاد رہیگا

اشعار مدحیہ

بحضور سر ڈینیس انفٹز پیٹرک لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب - انبالہ کے ایک بانی مدرسہ کی طرف سے

قیصرِ ہند کے ہین سیکڑون احسان جہان اس کا پنجاب پہ ہی سب سے بڑا یہ احسان
حکمران آئے ہین پنجاب مین ابتک جتنے ایک سے ایک کا پلّہ ہی عدالت مین گران
جبکہ سر چارلس نے پنجاب کو چھوڑا - اسدم وقتِ رخصت تھا ہر اک انکو بہ حسرت نگران
حال جو ہوتا ہی بچون کا بچھڑ کر مان سے یہی احوال تھا پنجاب کا بے وہم و گمان
جانشین اُن کے ہوئے آن کے جب سر لائل عہدِ سابق کو گئے بھول سب ابنائے زمان
شکر سے عہدہ برآ اُسکے نہین ہو سکتے رحم و انصاف ہو ذات سے جو انکی عیان
اٹھ گیا سر سے جب اس ملک کے سایہ ان کا ہاتھ مین آپ نے لی آکے حکومت کی عنان

کار فرما تھے جب اضلاع مین پنجاب کے آپ — معدلت آپکی اسوقت سے مشہور ہے یان
حیدرآباد مین۔ میسور مین۔ کلکتہ مین — نیکنامی کے کیے کام۔ رہے آپ جہان
ہے یہ اب آپ سے امید کہ پنجاب مین بھی — مشکلین آپ سے سب ملک کی ہونگی آسان
بعد سر لائل و سر چارلس کے سر ڈینس بھی — چھوڑ جائینگے ہر اک دلپہ عقیدت کے نشان

انگریزی اشعار کا ترجمہ

وہ دل ربا امیدین جن پر کہ تو ہے شیدا — جب دور تیرے دل سے ہو جائینگی سراپا
وہ عالم جوانی جس پر کہ تو ہے مفتون — جائے گا ٹوٹ جبدم اس کا طلسم سارا
جن دوستون کی خاطر چھوڑا ہی تونے سبکو — تھا جو کہ تجکو اپنا آرام دل سمجھتا
چل دینگے جب وہ سارے۔ ان بلبلونکی مانند — بعد از بہار جو رخ کرتین نہین چمن کا
جب ہو چکے گا آخر یہ عیش کا زمانہ — کون آکے دے گا تجکو اسکے سوا سہارا
بے مہریون سے تونے جسکو کیا ہی غمگین — تیری خبر وہی پھر لے گا تو آکے لے گا
جسطرح وہ پرندہ جو فصل گل مین جاکر — پھر موسم خزان مین آکر ہے ہم سے ملتا

دولت اور وقت کا مناظرہ

ایک دن وقت نے دولت سے کہا — سچ بتا تجھ مین ہے فوقیت کیا
تو ہے سرمایۂ عزت یا مین — تو ہے انسان کی دولت یا مین
ہے زمانہ مین بڑی بات تری — دیکھین ہم بھی تو کرامات تری
وقت سے ہنسکے یہ دولت نے کہا — تجکو اے وقت نہین عقل ذرا
ہے عجب جسکو خدائی مانے — اس کی تو خوبیون مین شک جانے
سبز ہے گلشن دنیا مجھ سے — لیتے ہین توشۂ عقبیٰ مجھ سے

نام اقبال ہے آنے کا مرے — لقب ادبار ہے جانے کا مرے

مجھ سے پاتے ہین ہنر نشو و نما — علم بھی ایک طفیلی ہے مرا

لاکھ رکھتا ہو کوئی فضل و کمال — لاکھ رکھتا ہو کوئی حسن و جمال

خوبیان لاکھ کسی مین ہون مگر — مین نہون - تو نہین کچھ قدر بشر

چند روز آ گئی مین جس کے کام — زندہ تا حشر رہا اُس کا نام

جس سے مجھ کو نہ سروکار رہا — وہ سدا خوار و نگون سار رہا

مُنھ ذرا جسکو لگا لیتی ہون — اُس کی مین شان بڑھا دیتی ہون

چاہتے ہین مجھے سب خرد و کلان — پھرتے ہین دُھن مین مری پیر و جوان

گر نہ ہون مین تو کوئی کام نہ ہو — کسی آغاز کا انجام نہ ہو

کوئی حاجت نہو دنیا کی روا — درمیان گر نہ قدم ہو میرا

ہین رکھائی سے مری سب لرزان — میرے اغماض سے ڈرتا ہے جہان

جس سے دنیا مین نہ مین راہ کرون — ہو اگر شیر تو روباہ کرون

الغرض ہے وہ مری شان عظیم — کرتے آئے ہین جسے سب تسلیم

جڑ سمجھتے ہین خوشی کی مجھکو — میری عظمت نہین باور تجھکو

تو بتا فخر ہے تجھ مین وہ کیا — جس نے مجھ سے تجھے گمراہ کیا

وقت نے سُن کے کہا اے دولت — شک نہین اسمین ذرا اے دولت

ساری تو خوبیون کی جڑ ہے - مگر — اپنی جڑ کی نہین کچھ تجھکو خبر

تو جو اپنے پہ ہے نازان اتنی — اپنی ہستی سے ہے غافل کتنی

کیجیے فرض تجھے گر چشمہ — تو ہون اُس چشمہ کا مین سرچشمہ

مین ہون یا تو ہے اساس امکان؟ — پہلے دریا ہے کہ مچھلی نادان

تو جو کھیتی ہے تو رقبہ مین ہون — تو جو موتی ہے تو دریا مین ہون

ہے قرابہ ترا اگر عطر آگین — مین ہون اُس عطر کی والسد زمین
ہے عبث تجھکو تفوق کا خیال — تو ہے گر مال تو مین راس المال
جنکے قبضے مین ہون مین اہل دولت — تجھپہ رکھتے ہین وہ دستِ قدرت
لاکھ بار اُن سے اگر بھاگے تو — بڑھکے جا سکتی نہین آگے تو
اُن کی مٹھی مین ہے تو اے دولت — طائر رشتہ بپا کی صورت

نہ کہ مین جس کا بدل ہے مفقود — جس کا نایاب ہے عالم مین وجود
کھوکے مجھکو کوئی پاتا نہین پھر — جاکے مین ہاتھ سے آتا نہین پھر
ایک پل میری اگر دیجے گنوا — لیجے ہاتھ اُس سے ہمیشہ کو اُٹھا
تو اگر اپنی لٹا دے ثروت — پل وہ ملتی نہین پھر اے دولت
ہین اسی واسطے جو اہل تمیز — میری ایک ایک پل ان کو ہے عزیز
میرے جو لوگ کہ ہین قدرشناس — ہے مرا جاگتے سوتے اُنھین پاس
جانتے ہین حکما و عرفا — مجکو سرمایۂ دین و دنیا
دل مین جن کے مری کچھ قدر نہین — اُنکی قسمت مین نہ دنیا ہے نہ دین
نہ کوئی کام ہو اُن سے انجام — نہ ارادہ ہو کوئی اُن کا تمام
نہ اُنھین دین کی دولت ہاتھ آئے — اور نہ دُنیا کبھی اُن سے بن آئے
نہ ادا صوم ہو اُن سے نہ صلوٰۃ — نہ ہو قدرت مین حج ان کی نہ زکوٰۃ
نہ مدد اُن سے کچھ اپنی کی جائے — نہ خبر اُن سے کسی کی لی جائے
گن تو ہین مجھ مین بہت اے دولت — ہے مگر تنگ مجالِ فرصت
بس زیادہ نہین مہلت مجھ کو — بحث کی اب نہین طاقت مجھ کو

اس مین ہے میرا سراسر نقصان
کہ ہے انمول مری ایک اک آن

ناقصون کے دعوے کاملون کے سامنے فروغ نہین پاتے

ہے لیاقت جنمین کچھ قدر قلیل — اور سمجھتے آپ کو ہین بے عدیل
اُن کو ایسون سے نہین ملنا روا — جو لیاقت رکھتے ہین اُن سے سوا
اونٹ اگر سمجھے بڑا اپنے تئین — دیکھنا لازم پہاڑ اسکو نہین
سر مین ہے جگنو کے یہ سودا اگر — شے نہین مجھ سے کوئی تابندہ تر
چاہیئے دِن کو نہ نکلے زینہار — ورنہ ہوگا اپنے جی مین شرمسار

قطعات تاریخ اور تاریخی جملے مقتبس از قرآن مجید

راقم کو فی الواقع مادۂ تاریخ نکالنے کا ڈھب نہین ہی۔ اور اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آئی ہی تو
نہایت دقت سے اکثر تخرجہ یا تعمیہ کے ساتھ اور کبھی حسن اتفاق سے بغیر اسکے بھی تاریخ
سرانجام ہوئی ہی بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہی کہ مادۂ تاریخ کسی دوست نے نکال دیا اور اسپر صرف
مصرع لگا کر تاریخ کے مالک بن بیٹھے لیکن چونکہ غلطی سے تاریخ گوئی کو جزو شاعری سمجھا گیا ہی اسلیے
اکثر طوعًا و کرہًا یارون کی فرمایش سے اور کبھی اپنی اُپج سے بھی تاریخین لکھنی پڑی ہین

ایک بزرگ کے پاس لوگ اکثر تعویذ گنڈے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے
کہ عباسیون کے عہد مین ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگ ایک قفل کو بند کرکے
اسکے پاس لے گئے کہ اگر فی الواقع تو خدا کا بھیجا ہوا ہی۔ تو یہ قفل بغیر کنجی کے کھولدی۔ اُس نے
کہا بھائی مین نے نبوت کا دعویٰ کیا ہی۔ آہنگری کا دعویٰ نہین کیا۔ انکا مطلب اس نقل
سے یہ تھا کہ ہمنے خدا کی طلب مین درویشی اختیار کی تھی یہ معلوم نہ تھا کہ عامل اور سیانا بھی
بننا پڑے گا۔ یہی حال ہمارے ملک مین اُن لوگون کا ہی جو شاعری مین بدنام ہین۔
تو کسی مصرف کے سمجھے نہین جاتے اور در حقیقت ہین بھی نہین البتہ لوگون کی غرض کبھی کبھی
اُن سے اس وقت متعلق ہوجاتی ہی جب کوئی مہتم بالشان واقعہ ظہور مین آتا ہی مثلاً کسی
اصطبل کی مرمت ہوئی۔ یا گھوڑا آختہ کیا گیا۔ یا کسی کی مینا مر گئی۔ یا مرغ پالی جیتا۔ یا بلی نے
بچے دیے ایسے وقت مین شعرا کو مقابلہ کے امتحان کا موقع مل جاتا ہی جو شخص مادۂ تاریخ
فی الواقع یا صاحب فرمایش کے نزدیک سب سے اچھا نکال لاتا ہی اس کا فی الجملہ اعتبار بڑھجاتا

راقم چونکہ تاریخ نکالنے مین سدا سے ہیٹا تھا اِس لیے ہمیشہ اس امتحان سے کترا تا رہا۔ لیکن بُری بھلی چند تاریخین جو کبھی کبھی دوستون یا بزرگون کی فرمایش یا اپنے دل کی خواہش سے لکھی تھین ان مین سے جسقدر دستیاب ہو سکین دیوان مین شامل کردی گئین تاکہ دیوان کے ضروری اجزا مین سے ایک جز گم نہو جاوے۔

تاریخ وفات مرزا غالب مرحوم دہلوی

غالب نے جبکہ روضۂ رضوان کی راہ لی — ہر لب پہ آہ سرد تھی ہر دل مین درد تھا
اُسدن کچھ اہل شہر کی افسردگی نہ پوچھ — دُنیا سے دل ہر اپنے پرائے کا سرد تھا
حالی کہ جسکو دعوئ تمکین وضبط ہے — دیکھا تو دل پہ ہاتھ تھا اور رنگ زرد تھا
تھا گو وہ اِک سخنور ہندوستان نژاد — عرفی و انوری کا مگر ہم نبرد تھا
اِس قافلہ مین آکے ملا گو وہ سب کے بعد — اگلون کے ساتھ ساتھ مگر رہ نورد تھا
ہم اور صبح وشام یہ اندوہ جان گزا — دل تھا کہ فکر سال مین بے صرفہ گرد تھا
ناگاہ دی یہ غالب مرحوم نے صدا — سچ ہے کہ خواجہ راہنمائی مین فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر — "حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

تاریخ وفات محمد ابراہیم جوان مرگ طالب علم بی۔ اے کلاس دہلی کالج

محمد براہیم چون ترک جان گفت — ز نخل جوانی ثمر ناخورده

سلہ یہ تاریخ غالب مرحوم کی غزل کے ایک مصرعہ سے نکالی گئی ہے۔ اُن کی غزل کا مقطع یہ ہے "یہ لاش بے کفن اسد خستہ تن کی ہے + حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا" اخیر مصرعہ کے اعداد ۱۲۷۹ ہوتے ہین جب انمین سے لفظ تاریخ کے عدد ۱۲۱۱ ۔ اور لفظ فکر کے عدد یعنی ۳۰۰ کا تخرجہ کیا گیا تو ۱۲۰۵ باقی رہے اور یہی ان کا سال وفات ہے مختصر صورت تاریخ کی یہ ہوئی ۲۷۹۶-(۱۲۱۱ - ۳۰۰) = ۱۲۸۵ھ۔

بگفتم زروے الہم سال فوتش | بجان آفرین جان شیرین سپرده
۱۲۹۲ + ۱ = ۱۲۹۳ھ

تاریخ وفات سید خواجہ ناصر وزیر مرحوم دہلوی

جب ہوے ناصر وزیر راہی مُلکِ بقا | سب کے اندوہگین شہر کے برنا و پیر
دل نے کہا ہر جگہ پھبتی ہے ہر چیز اک جدا | باغ مین نسرین و گل چرخ پہ مہر منیر
عیش مین شعر و غزل سوگ مین تاریخ مرگ | غیب سے آئی ندا "خلد مین ناصر وزیر" ۱۲۹۸ھ

تاریخ طبع جغرافیہ بےمثال مؤلفہ خواجہ سید شہاب الدین حسن صاحب دہلوی

وہ جغرافیہ جس کی تھی احتیاج | چھپا مژدہ اے طالبانِ کمال
نئی طرز کا ہے یہ جغرافیہ | عیان جس سے ہے ربع مسکون کا حال
ملی طرفہ تر اس کی تاریخ طبع | وہ خود طرفہ ہے جیسے بے قیل و قال
اگر سال ہجری کی ہے جستجو | تو جغرافیہ خود بتاتا ہے سال ۱۲۹۹ھ
ہو مطلوب تاریخ گر عیسوی | کہو اس کو جغرافیہ بے مثال ۱۸۸۲ع

تاریخ بہ پایان رسیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاوٹھی در بلند شہر

علی آن سید والا کہ باشد | بنامش مہربان جزوے زاجزا
بود با ذات او توام سیادت | چنان کز نام او مہرست پیدا
چو این کاشانہ را بنیاد بنہاد | بعہد حاکم بیدار و دانا
گروسن آن فیض گستر کز وجودش | شد این معمورہ چون گلشن سراپا
چنین گفتمش حالی سال تعمیر | مکان بے نظیر آباد بادا ۱۲۹۹ھ

تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علی خان بہادر فرمان روائے ملک دکن

بہ سالِ فرخ و ماہِ سعید و روزِ فرخندہ — نظام الملک محبوبِ علی خان آصفِ ثانی

بہ تخت سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش — برائے وی مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی
۱۳۰۱ھ

تاریخ تالیف قواعد اُردو مؤلفہ خواجہ شہاب الدین حسن صاحب دہلوی

قواعد ہے یہ اردو کی کہ جس کا — بیان شافی ہے اور ترتیب محکم

کتابین اس سے پہلے تھین بہت سی — زیادہ حجم مین اور نفع مین کم

مگر یہ مختصر ہے اک رسالہ — کہ ہین جس مین قواعد سب فراہم

وجود اس کا ہر گو سب سے مؤخر — پہ خوبی مین ہے اکثر سے مقدم

جو قیمت پوچھیے تو ہے بہت سہل — نہ دینار اس مین لگتے ہین نہ درہم

اگر نام اس کا تاریخی ہو مطلوب — تو ہے اے طالبو "اکسیر اعظم"
۱۳۰۲ھ

تاریخ رحلت نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم دہلوی

دردا کہ ضیاء دین احمد بربست — رخت بہ سفراز جہان کہ جای الم ست
۹۲۹

ا۱ز طاق و۱ز ایوان وز بزم و جلسا — بگسستہ بہ رحمت الٰہی پیوست
۱۱۰ ۶۸ ۹۴ ۶۹۴

لہ یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ مین سے جو کہ ضیاء دین احمد کے اعداد ہین ۳۲۱ جو کہ طاق، ایوان، بزم، اور جلسا کی اعداد کا مجموعہ ہے تخرجہ کر کے باقی یعنی ۶۰۸ کو ۶۹۴ مین جو کہ رحمت الٰہی کے اعداد ہین ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہین اور یہی نواب مرحوم کا سال وفات ہے مختصر صورت تاریخ کی یہ ہے ۹۲۹(۱۱۰+۶۸+۴۹+۹۴)=۶۰۸+(۶۹۴)=۱۳۰۲ھ۔

تاریخ طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق

جوان مرد آزادہ عاشق کہ نیست — در اقرانِ خود کس مراو را قرین
نہ صیاد وہموارہ از حسنِ خلق — پے صیدِ آزادگان در کمین
نہ سحّار و پیوستہ زافسونِ نطق — کشد زاشیان بازو شیر از عرین
ہمے بار و از جبہہ اش انبساط — اگر مہربان ست و گر خشمگین
نہ بینیش گہ سرکہ برابروان — نہ یابیش افتادہ چین بر جبین
دو سال ست کافسونِ مہر و وفاش — ربودست صبرم زجان حزین
ولے دیر پیوند نا آشنا — کہ بودست فارغ ز مہر و زکین
ندانم کہ عاشق چہ افسون دمید — کہ در باخت خود را بمہرش چنین
سررشتہ ہیہات دادم ز دست — سخن زآسمان بود رفت از زمین
کنون رانم از طبعِ دیوانِ سخن — کہ شد جلوہ فرما بہ نوعے گزین
درین روزہا کز صروفِ زمان — سخن شد جہان و سخنور رہین
عروسِ سخن می نیرزد بجو — بہ حسن ار بود غیرتِ حورِ عین
صدآباد بر عاشق و عزم او — کہ در دورِ ناسازگاری چنین
ز معنی بہ بیگانہ و آشنا — فشاندست گنجینہ از آستین
چو دیوان اردوی عاشق کہ ہست — صنمخانۂ طرفہ گفتی ز چین
بہ پیرایۂ طبع آراستند — شنیدند از ہر کنار آفرین
سخن کش بنود از رشے در جہان — زشادی نگنجید در پوستین
چو حالی ہمے جست تاریخِ طبع — صنم خانۂ عاشق آمد سنین

۱۳۰۷ھ

تاریخ بنائے چاہ در محوطۂ مدرسۃ العلوم مسلمانان واقع علی گڈھ

بحساب سال بعثت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

بحُسن سعی جناب آنریبل سر سید احمد خان بہادر

ہدایت کیجیے گر سال ہجرت کی محرم سے — تو کیجیے سال بعثت کا مہ شوال کو مبدا
کلام اللہ اُترا آخرِ ماہِ مبارک مین — ہوا اس واسطے شوال مبدا سال بعثت کا
نکالے یہ مبارک سن جناب سید احمد نے — بنایا جس نے دار العلم کا یہ چشمۂ زیبا
زروے سال بعثت چونکہ تھی تاریخ کی خواہش — کہا ہاتف نے حالی سے کہ "چشمہ فیض احمد کا"

۱۳۱۲ھ

تاریخ طبع ترجمہ تاریخ دربار قیصری بحساب سال عیسوی

پنجاب کے ادارۂ تعلیم عام نے — ایک اور کام ملک کے حق مین کیا ہی خوب
دربار قیصری کی جو تاریخ تھی چھپی — اب ترجمہ اسی کا مرتب ہوا ہی خوب
ہین لفظ دلکشا تو مضامین ہین دلنشین — ہے ترجمہ نفیس تو طرز ادا ہے خوب
چھپ کر ہوا تمام تو حالی نے یون کہا — "دربار قیصری کا مرقع چھپا ہے خوب"

۱۸۸۲ء

تاریخ بنائے مہمان سرا در موضع مون واقع پنجاب بحساب سال عیسوی

بجز کرم آن وزیر چند کہ باقی ست — نام بزرگان مون زبذل ونوالش
ساختہ منزل گہے چو بہر غریبان — تکیہ گہ ہر غریب آمدہ سالش

۱۸۶۷ء

تاریخی جملے مقتبس از قرآن مجید

تاریخ وفات غفران مآب نواب محمد مصطفیٰ خان مرحوم رئیس جہانگیر آباد متخلص حسرتی و شیفتہ

جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنّٰتٍ وَّحَرِيْرًا

آیۂ قرآنی مین بما صبروا جنۃً وحریرا ہی۔ چونکہ تاریخ وفات مین ایک عدد کی کمی رہتی تھی اس لیے جنۃ کی جگہ جنّات کر دیا گیا ہی جیسا کہ نواب آصف الدولہ کی مشہور تاریخ مین بجاے فروح وریحان وجنت نعیم کے فہنا روح وریحان وجنات النعیم کر دیا ہی۔

چونکہ نواب مرحوم نے مرض الموت مین مرض کے شدائد و آلام بے نظیر صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیے تھے اس لیے اس آیت کا مضمون اُن کی وفات کے نہایت مناسب تصور کیا گیا یعنی جناب باری نے بعوض اُنکے صبر کے بہشت اور ریشم کا لباس اُنکو عنایت کیا۔

تاریخ وفات نواب محمد نقشبند خان مرحوم ولد اوسط نواب محمد مصطفیٰ خان مرحوم رئیس جہانگیر آباد

وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ

۱۲۹۴ھ

چونکہ عزیز موصوف ایک وجیہ و شکیل آدمی تھے اور اُن کی وفات عنفوان شباب مین واقع ہوئی تھی اس لیے یہ آیت اُن کی تاریخ وفات کے لیے نہایت مناسب اور موزون سمجھی گئی۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے ذکر مین ارشاد فرماتا ہی کہ "پہنائے گئے اُن کو چاندی کے کنگن"۔ بجاے مضارع کے ماضی کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہی۔ گویا اُن کی مغفرت ہو چکی۔ اور اہل جنت کے تمام حقوق اُن کو مل چکے۔

یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ باپ اور بیٹے دونوں کی تاریخ وفات قرآن مجید سے برآمد ہوئی اور پھر ایک ہی سورت یعنی سورۂ دہر سے نکلی اور دونوں آیتین اہل جنت ہی کے ذکر مین واقع ہوئی ہین۔

تاریخ بنائے آئینہ خانہ در ریاستگاہ بھاولپور

کَاَنَّہٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنَ الْقَوَارِیْرِ

۹۶ ۱۲ ہجری

قرآن مجید مین اصل آیت "اِنَّہٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ" ہے۔ تاریخ مین بضرورت تکمیل اعداد اور نیز بمقتضائے مقام "اِنَّہٗ" کی جگہ "کَاَنَّہٗ" کر دیا گیا ہے مگر چونکہ اس سے بھی اعداد پورے نہین ہوتے تھے اس لیے قوارید مین الف لام بڑھا کر "اَلْقَوَارِیْرِ" کر دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہان جب سبا کی بادشاہزادی بلقیس اول ہی دفعہ وارد ہوئی تو اُس کو شیش محل کے صحن پر جس مین آئینے لگے ہوئے تھے یہ گمان ہوا کہ گویا پانی بھرا ہوا ہے۔ اُس نے فوراً پائینچے چڑھا لیے حضرت سلیمان نے کہا "اِنَّہٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ" یعنی یہ تو ایک محل ہے جس مین شیشے جڑے ہوے ہین۔ تاریخ بنا مین "اِنَّہٗ" کی جگہ "کَاَنَّہٗ" کر دینے سے یہ معنی ہو گئے کہ گویا یہ وہی سلیمان ع کا شیش محل ہے۔

یہ تاریخ ایک دوست کی فرمائش سے جو اُس وقت بھاولپور مین ملازم تھے بھیجی گئی تھی مگر ایسا سنا گیا تھا کہ پسند نہین آئی۔ نہ اس لیے کہ اسمین دو جگہ اپنی طرف تصرف کیا گیا ہے بلکہ اس لیے کہ نواب صاحب کا نام اُس مین نہین تھا۔

تاریخ ولادت فرزند در حرم سرائے نواب آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

لَحَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ

۱۳۰۰ھ

اس آیت سے سنین مطلوبہ یعنی ۱۳۰۰ھ اسطرح نکلتے ہین کہ آیت کے جملہ اولی یعنی "لَحَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا" کے اعداد ۱۱۶۵۴ ہین۔ ان مین سے ھٰذَا کا تخرجہ اور ملک کریم کا بجائے اسکے تعمیہ کرنے سے ۱۳۰۰ حاصل ہوجاتے ہین۔

تخرجہ و تعمیہ کا اشارہ گویا اِن ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ سے نکلتا ہے کیونکہ اس جملے کا ترجمہ اگر یون کیا جائے کہ نہین ہے "ھٰذَا" مگر ملک کریم" تو اس سے یہ مطلب مستفاد ہوگا کہ اوپر کے جملے مین "ھٰذَا" کی جگہہ "ملک کریم" رکھدو اور اسی طرح ۱۳۰۰ حاصل ہوجائینگے اصل آیت مین حَاشَ لِلّٰہِ ہے بضرورت لام اضافہ کرکے لَحَاشَ کردیا گیا ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے (حاشا للہ یہ بشر نہین ہے یہ تو ہو نہو کوئی معزز فرشتہ ہے) جو عورتین زلیخا کی فریفتگی پر اُس کو ملامت کرتی تھین جب حضرت یوسفؑ دفعتاً اُن کے سامنے آئے تو اُس وقت جو الفاظ اُن کے مُنہ سے نکلے تھے اُن کو قرآن مین اسطرح نقل کیا گیا ہے۔

تاریخ وفات خُسر مین برادر راقم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم متخلص بہ مطہر

سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

۱۳۰۱ھ

یہ تاریخ برادر زادہ راقم حافظ اخلاق حسین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد مرحوم کی وفات سے چند روز بعد عین تلاوت کے وقت قرآن مجید سے اقتباس کی تھی جس سے بے کم و کاست سال وفات برآمد ہوتا ہے چونکہ یہ مادہ ندرت سے خالی نہ تھا اسلیے بوجہ اتحاد کے اپنی تاریخون

کے ساتھ اس تاریخ کو بھی شامل کرلیا گیا ہی۔ یہ تاریخ برادر مرحوم کے سنگ مرقد پر جو کہ دلّی مین حضرت خواجہ باقی اللہ قدس سرّہ کے جوار رحمت مین واقع ہی کندہ ہی۔

قطعات تاریخ از نتائج طبع جناب خواجہ امداد حسین مرحوم متخلص بہ مظہر

چونکہ برادر مرحوم کی بہت سی تاریخون مین سے یہ چند قطعے باقی رہ گئے تھے اور انکی اشاعت کے لیے کوئی اور موقع نہ تھا اس لیے بطور یادگار اُن کو بھی اپنے دیوان مین شامل کرلیا گیا ہی۔

تاریخ وفات جناب مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی غفر اللہ لہٗ متخلص بہ عالم

آن قلندر علی وحید زمان — در نجابت زبیری و سندی
خاک پانی پت از سکونت او — در جہان شد علم بہ مستندی
مرد و با خویش برد حکمت و علم — ماند خلقے بہ کوے نابلدی
جز دل او کہ بود جملہ صفا — نقد ہر کیسہ جیدیست و ردی
جز کتابش[1] کہ بد ہمہ حسنات — درج ہر نامہ نیکی ست و بدی
گفت سال وفات او مظہر — رفت عالم[2] بہ جنت ابدی

۱۲۹۳ھ

تاریخ وفات حافظ سعد اکبر مرحوم بانی مدرسۂ اسلامیہ پانی پت

چو سعد اکبر آن یاری گر قوم — کہ مر اہل وطن را بود یاور
سوے جنت ز دنیا رخت بربست — ازین غم تافت دلہا ہمچو آذر
دریغ آن نیک خواہ جملہ احباب — دریغ آن غمگسار ہر برادر

[1] کتاب سے مراد نامۂ اعمال ہی ۱۲

[2] مولوی قلندر علی مرحوم عالم تخلص کرتے تھے ۱۲

دریغ آن درسگاہ اہل اسلام — کہ ماند از مردنش بے برگ و بے بر
چنین سال وفاتش یافت مظہر — شدہ جنت مقام سعد اکبر
۱۳۰۰ھ

تاریخ اورنگ نشینی حضور نواب آصفجاہ نظام الملک میر محبوب علیخان بہادر دام اقبالہ فرمان روائے دکن

شاہ دکن چون نہاد حسب مراد عباد — افسر دولت بہ فرق پاے براورنگ داد
سال جلوسش خرد گفت کہ بے سر شدہ — فتنہ و فسق و فجور شر و فریب و فساد
۱۳۰۰ھ

ایضاً

عیان شد چو عید جلوس نظام — بسے خوشتر از عید وصل حبیب
خرد فرق اعدا تراشیدہ گفت — کہ "نصر من اللہ و فتح قریب"
۱۳۰۰

تاریخ ولادت فرزند ارجمند در کاشانۂ اقبال حضور نظام دام اقبالہ

شد چو خورشید شرف طالع بمشکوے نظام — قدسیان گفتند شمع ملک و دولت آمدہ
مظہر اندر فکر تاریخ ولادت رفتہ بود — عقل گفتا این لعل از کان شرافت آمدہ
۱۳۰۱ھ

تاریخ مدار المہامی نواب میر لایق علیخان عماد السلطنت مرحوم در سرکار عالی

دوش کردم ز عقل چند سوال — کوست حلال مشکلات و عقد
گفتمش کے بود کہ شاہ دکن — بنشیند بہ مسند اب و جد
گفت جشن جلوس فرخ او — در ہزار است و سی صد ست و احد
گفتمش پس کہ باشدش دیوان؟ — قرعہ بر لایق علی خان زد

گفتمش سنگہا درین راہ است | گفت زود آکہ حق بہ خواجہ رسد
گفتمش خواجہ کے شود دیوان؟ | گفت "حق میرسد بمرکز خود" ۱۳۰۱ھ

تاریخ بنا و مرمت مسجد مولانا حاجی ابراہیم حسین صاحب انصاری اثنا عشری پانی پتی دام ظلہم العالی

جعفری مذہبے بنا فرمود[1] | بیت حق را کہ اعظم ست و قدیم
خبرش داد ملہم صادق | کرد تعمیر کعبہ ابراہیم ۱۳۰۰ھ

[1] بانی مسجد یعنی مولانا ابراہیم حسین صاحب کے والد کا نام اعظم علی اور اُن کے چچا کا نام جعفر علی اور دادا کا نام صادق علی یہ تینوں نام اور خود بانی کا نام قطعۂ تاریخ میں نہایت خوبی سے آیا ہے ۱۲



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نایاب کتابین

مقدمہ شعرو شاعری

دیوان حالی کا مقدمہ صرف اس خیال سے علیحدہ چھاپا گیا ہی کہ دیوان حالی پڑھنے والے طلبا پر کتاب کی خریداری کا بار نہو۔ اس مین شاعری پر فلسفیانہ و محققانہ بحث کرنیکے ساتھ ساتھ اُردو شاعری کے جملہ صنائف پر نہایت لطیف تبصرہ کیا گیا ہی اور اگرچہ مذہب شاعری کے بعض معتقدات عام سے اختلاف کرنیکی بنا پر حضرت حالی کو مورد طعن بننا پڑا تاہم بیخوف تردید کہا جاسکتا ہی کہ نکتہ چینیون کے نزدیک بھی مولانا حالی کا مقدمہ دیوان بینظیر اور قابل قدر معلومات کا گنجینہ ہی۔ قیمت عہ و عیصہ

اُردوے مُعلّٰی

مرزا غالب مرحوم کے اُردو خطوط کا مجموعہ جسے لوگ بجا طور پر موجودہ انداز تحریر کی بناء اول کہتے ہین۔ اُردو نثر مین جو پاکیزگی صفائی اور سلاست آج نظر آتی ہی یہ بہت کچھ اُسی کا فیض ہی اسکے حصۂ اول مین صاف اور سادہ عبارت کے خطوط ہین جنکے مطالعہ سے صحیح اور فصیح اُردو لکھنے مین مدد ملتی ہی اور حصۂ دوم مین وہ رقعات ہین جسمین مرزا نے لوگون کو صلاحین یا شاعری کے متعلق کچھ ہدایات لکھی ہین۔ بعض کتابون کے دیباچے اور تقریظین بھی اسمین شامل ہین قیمت عہ

شرح دیوان غالب

(از مولانا سیّد علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی ملقب بہ نواب حیدر یار جنگ) دیوان غالب کی متعدد شرحین لکھی گئی ہین مگر سب سے مبسوط و مفصل شرح یہی ہی اور چونکہ شارح خود ایک باکمال شاعر اور فاضل اجل ہین اسوجہ سے یہ شرح خاص طور پر قابل مطالعہ ہی قیمت عہ

سرمایۂ زبان اُردو

حضرت جلال لکھنوی مرحوم کا دم لکھنؤ کے آخری دور مین غنیمت تھا اُنکے شاعرانہ کمالات مستغنی عن التعریف ہین۔ یہ انھین کا لغت ہی جسے ارباب ذوق نے نہایت درجہ پسند کیا اور انھین کی ضرورت پر نظر کرکے اب دوبارہ چھاپا ہی۔ اس لغت مین اُردو کے عام محاورات کا مفہوم اور محل استعمال سمجھانے کی خاص کوشش کی گئی ہی۔ قیمت عہ

انتخاب داغ

نواب مرزا داغ دہلوی مرحوم کا لاجواب دیوان مدت کے بعد اب دوبارہ زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے ابتدا مین حضرت داغ کے مختصر حالات زندگی دیے گئے ہین۔ قیمت عصہ